١١٩٨

الآل والاصحاب

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ فِیْ سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ

حصہ دوم

الآل والاصحاب

اس کتاب کی غرض یہ ہے کہ اہلبیت طاہرینؑ کے ساتھ صحابہ کا سلوک کیسا تھا۔ واقعۂ کربلا تک کتنے صحابہ موجود تھے اور کیسا کیسا اقتدار رکھتے تھے۔ اگر وہ صحابہ حضرت کی مدد کرتے تو کیا ممکن تھا جناب امام حسین علیہ السلام اس ظلم سے شہید کیے جاتے یہ کتاب اگرچہ مختصر ہے مگر حالات صحابہ کا ایک آئینہ ہے کہ اسکو دیکھے اور ہر شخص کا خط و خال دیکھ لے چونکہ اس زمانہ میں طرفداری صحابہ میں بہت سے اخبار نکل رہے ہیں لہذا اس کتاب کی سخت ضرورت تھی خدا کرے کہ میسر بھی جلد شایع ہو وھو علی کل شئی قدیر

مطبع اصلاح کھجوہ ضلع سارن سے اظہار حسین نے چھپکر شایع کیا

شیخ علی حسن جونپوری تحریر نمود

قیمت طبع اول عہ

فہرست مضامین ضروریہ الآل والاصحاب حصہ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم — حامداً و مصلیاً و مسلماً

الآل و الاصحاب

اس مضمون کا سلسلہ جلد ۱ نمبر ۲ سے شروع ہوا جسکے نسبت خیال تھا کہ دو تین نمبرون مین ختم ہو جائے۔ مگر بوقت تحریر معلوم ہوا کہ اوس سمندر مین جسکی کہین انتہا نہین اصلاح نمبر ۲ جلد ۵ مین دو صفحہ اسکے دیئے گئے تھے جسکے بعد موقع تھا کہ معرکہ کربلا کے بعد جتنے صحابہ موجود تھے اونکے کارنامے علحدہ علحدہ دکھائے جائین کہ کیون اونہون نے نصرت امام علیہ السلام سے دستکشی کی۔ اور بجز نفاق اور عداوت اہلبیت طاہرین کیا باعث تھا مگر چونکہ اس مین بڑی دردسری تھی کہ ہزارون کتابون کی ورق گردانی کرنی پڑتی [illegible] بعد سے کوئی مضمون نہ شایع ہو سکا۔ جسپر شائقین نے وہ تقاضا شروع کیا کہ العظمۃ للہ۔ ہم زیادہ تر اسوجہ سے ساکت رہے کہ ادہر اسلامی سلطنتین عموماً مبتلائے مصائب تھین شاید مسلمانون مین کچھ اتفاق کی صورت پیدا ہو لہذا اس مضمون کو معطل کر دیا جسمین صحابہ کا پوری طور پر کشف حال ہونیوالا ہے۔

مگر جن لوگون نے رسول اللہ کو عین معرکہ کارزار مین صدہا مرتبہ تنہا چھوڑا۔ جنازہ رسول کو بے غسل و کفن چھوڑ کر سقیفہ آباد کرنے گئے خانہ فیض کاشانہ بنت رسول اللہ مین آگ لگا دے گئے جناب امیرؑ کو خلافت سے محروم کیا۔ بعد بیعت ناکثین و قاسطین و مارقین بھیجے جنازہ جناب امام حسنؑ پر تیر چلایا جناب سید الشہداء روحی لہ الفداء کو روضہ محترمہ جد امجد سے جدا کر کے اس ظلم و عدوان سے بروز عاشور شہید کیا۔ اور اونکے اہل حرم کو اسیر کر کے دربدر پھرایا۔ اونکو اسلام پر کب رحم آسکتا ہے اور کب اسکے روادار ہو سکتے ہین کہ اسلام باقی رہے چنانچہ لکھنؤ کے گمنام پرچہ النجم نے اوسی زمانہ سے ایسی تحریرین شایع کرنی شروع کین کہ خواہی نخواہی تفریق ہو۔

پہلے تو آپنے روز عاشور کی فضیلت لکھی جسکی کل حدیثوں کی موضوعیت ہم تحفہ [illegible] مین نہایت تفصیل سے لکھ چکے ہین۔

اوسکے بعد لکھتے ہین "لازم ہے کہ جو صحابہ کرام اوس زمانہ مین موجود تھے اونکے اور اونکو [illegible]

حسین رضی اللہ کے عزم کربلا کی اطلاع ہوئی مگر وہ شریک نہ ہو سکے مثل حضرت جابر بن عبد اللہ
اور حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو واقد لیثی اور حضرت عبد اللہ بن عمر و حضرت
عبد اللہ بن عباس وغیرہم رضی اللہ عنہم ۔ ان حضرات کے شریک نہ ہونیکے واقعی اعذار
جو نہایت قوی و صحیح تھے بیان کئے جاتے ہین اور ان حضرات کو جو تعلق جناب ممدوح سے
تھا اور جو صدمہ انکو اس واقعہ سے ہوا تھا سکو بیان کرنا چاہیے ۔ النجم ۲ جلد ۹ صفحہ

اس تحریر نے مجبور کیا کہ ہم پھر اوس سلسلہ الآل والاصحاب کو شایع کرین تاکہ اڈیٹر صاحب
کی بھی تسکین خاطر ہو جائے اور اونکو معلوم ہو کہ وہ صحابہ کیسے ہمدرد اور وفادار تھے کہ جانشین
خدا مین امام نے باوجود نہیت قیام فرماکر تمام عالم کو عموماً اور صحابہ کو خصوصاً بتادیا کہ یہ خلافت بالکل
ناجائز اور برہم کن شریعت اسلام ہے ۔ مگر کسی صحابی کو درد اسلام نہ پیدا ہوا اور دیدہ و دانستہ
فرزند رسول کو ذبح کرادیا ۔

اگر اس تحریر پر کوئی منصف مزاج غور کریگا تو اوسکو معلوم ہوگا ان صحابہ کا بدتر نہ یزید تھا نہ شمر
کیونکہ وہ سب تو انہین صحابہ کے پروردہ اور تعلیم یافتہ تھے ۔ حالانکہ اہل علم کو معلوم ہے اسلامی
دنیا مین جو فساد ہوا وہ صحابہ کی بدولت اور آج جس قسم کی ذلت و خواری مسلمانونکو مل رہی
ہے یہ سب نتیجہ ہے عمر صاحب کی کجروی کا کہ تحریر وصیت نامہ رسول کو روکا اور ان الرجل لیھجر
کا نعرہ بلند کیا ۔

النجم نے اسی مضمون کو اپنے ما جلد نمبر ۳۲ مین بھی لکھا تھا ۔ مگر چونکہ دوبارہ اونہون نے
اوس مضمون کو بجنسہ اس دفعہ بھی شایع کیا لہذا غیرت الہی کا جوش مین آنا ضروری ہے کہ شاید
کوئی متنفس ہدایت پائے ۔

ہان چونکہ اونہون نے اصلاح سے مناظرہ کو بالکل بند کر دیا ہے کہ تحریر دنکا
باقاعدہ جواب دیتے ہین نہ زبانی مناظرہ کیلئے آتے ہین اس لئے ہم اون کی تحریرون سے
بالخصوص نہین تعرض کرتے ۔ بلکہ صرف اون صحابہ کے حالات دکھاتے ہین جو اوس وقت
موجود تھے اور محض از راہ عداوت حضرت کیساتھ نہ گئے اور خدا نے اونکا اس طرح
انتقام لیا کہ وہ بھی تین برس کے اندر نہایت ذلت سے مارے گئے ۔ والسلام علی من اتبع الہدی

الآل والاصحاب

(سلسلہ کیلئے دیکھو جلد ۸ صفحہ ۴۸ ملاحظہ ہو)

اب مسلمانوں کو اختیار ہے کہ جس قول کو چاہیں قبول کریں قول خدا و رسول پر ایمان لائیں جسمیں خدا نے صحابہ کو منافق کہا ہے اور خبیث یا اپنے عمل کے قول پر ایمان لائیں جو انکو افضل البشر کا خطاب دیتے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ص نے کوئی دقیقہ تبلیغ احکام شریعت اور تعلیم امت کا اوٹھا نہیں رکھا ہے جسکے بعد کوئی عذر ہو سکے کیونکہ آپنے دیکھا جو حدیثیں حضرت نے عام صحابہ کے بارہ میں ارشاد فرمائیں اوسکو بالخصوص ابوبکر صاحب کے خطاب میں فرمایا لا ادری ما تحدثون بعدی پھر ان سے تصریح صریح فرمایا تم ہمارے اخوان سے نہیں ہو۔

شرک ابوبکر اسپر ترقی سنئے کہ حضرت نے تمامی صحابہ سے خوف شرک کی نفی فرمائی ہے کہ ہمکو اسکا خوف نہیں ہے تم مشرک ہو جاؤگے۔ مگر ابوبکر صاحب کے لئے حضرت نے بروایتی قسم شرعی کھا کر اور بروایتے گالی دیکر فرمایا جیسا کہ ازالۃ الخفا میں ہے اخبرنی لیث بن ابی سلیمان عن ابی محمد عن حذیفہ بن الیمان عن ابی بکر اما حضر ذلک حذیفہ من النبی ص مع ابی بکر واما حدثہ ایاہ ابوبکر عن النبی ص قال الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل قال ابوبکر یا رسول اللہ هل الشرک الا ما عبد من دون اللہ او ما دعی مع اللہ قال ثکلتک امک الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل الا اخبرک بقول یذهب صغاره وکباره او قال صغیرة وکبیرة قال بلی قال تقول کل یوم ثلاث مرات اللهم انی اعوذ بک ان اشرک بک وانا اعلم واستغفرک لما لا اعلم والشرک ان تقول اعطانی اللہ وفلان والند ان تقول لولا فلان قتلنی فلان وعن معقل بن یسار قال انطلقت مع ابی بکر الصدیق الی النبی فقال یا ابا بکر الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل فقال ابوبکر

وھل الشرک الا من جعل مع اللہ الھا اٰخر فقال النبیؐ والذی نفسی بیدہٖ الشرک فیکم اخفٰی من دبیب النمل الا ادلک علی شئ اذا قلتہ ذھب عنک قلیلہ وکثیرہ قال قل اللّٰھم انی اعوذبک من الشرک بک وانا اعلم واستغفرک لما لا اعلم ۔

یعنی حذیفہ سے روایت ہے وہ ابوبکر کے ساتھ گئے تھے یا خود ابوبکر نے اون سے بیان کیا کہ رسول اللہ صؐ نے فرمایا اے ابوبکر شرک تملوگون کے دلون مین چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے ابوبکر نے کہا شرک تو اسی کا نام ہے کہ خدا کے ساتھ کوئی شریک کیا جائے یا غیر خدا کی پرستش ہو حضرت نے فرمایا تیری مان تیرے غم مین سوگ نشین ہو شرک تملوگون مین چیونٹی کی چال سے زیادہ مخفی ہے اسکے بعد حضرت نے دعا تعلیم کی ۔

دوسری روایت اسی مضمون کی معقل بن یسار سے ہے کہ حضرت نے فرمایا قسم اوس شخص کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے کہ شرک تملوگون مین چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے ۔

غور فرمایئے کہ یہ دو روایت ہے دو مرتبہ کی کیونکہ پہلے ابوبکر صاحب حذیفہ بن الیمان کے ساتھ گئے تھے جنکو سب جانتے ہین کہ وہ رازدار رسول تھے حضرت نے اونکو کل منافقون کا نام بتایا تھا اوس روایت مین حضرت نے ابوبکر کو گالی دیکر تکلف تک فرمایا کہ شرک تملوگون کے دل مین چیونٹی کی چال سے زیادہ مخفی ہے ۔

دوسری روایت معقل بن یسار ہے کہ وہ خود ابوبکر کے ساتھ خدمت رسول مین حاضر ہوے اور حضرت نے بالخصوص ابوبکر کو مخاطب کر کے فرمایا ۔ اسمین حضرت نے گالی نہین دی ہے بلکہ قسم فرمایا ہے قسم اوسکی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے کہ شرک تملوگون کے دل مین مخفی ہے ۔

پھر کس مسلمان کو جرأت ہوسکتی ہے کہ تکذیب رسول کر کے اسکا مرتکب ہو کہ انلوگونکو مومنین وصدیق کہہ سکے نعوذ باللہ من ذٰلک ۔

اب اور طرہ سنیئے تو حضرت نے صحابہ کے بارےمین یہی نہین فرمایا کہ وہ لوگ حوض کوثر سے

محروم ہونگے اور جہنم مین ڈے جائینگے بلکہ یہ بھی فرمایا ہے من اصحابی من لا یرانی
چنانچہ استیعاب مین ہے۔

عن ام سلمہ قالت قال النبی ان من اصحابی من لا اراہ ولا یرانی بعد
ان اموت ابدا قال فبلغ ذلک عمر فاتاھا یشتد ویسرع فقال انشدک
اللہ انا منہم قالت لا ولن ابری بعدک الیوم کما فی النصایح الکافیہ ص ۱۲۹

یعنی ام سلمہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ ہمارے بعض اصحاب سے ایسے
بھی ہونگے جو نہ ہمکو دیکھینگے نہ ہم اونکو۔ عمر نے جب اس حدیث کو سنا تو دوڑتے ہوئے حضرت
ام سلمہ کے پاس آئے اور کہا کہ مین قسم دیکر پوچھتا ہون کہ مین تو اون لوگون سے نہین
ہون ام سلمہ نے کہا کہ نہین لیکن اب تمھارے بعد کسیکو بری نہ کرینگے۔

ہماری غرض اس حدیث سے صرف اسیقدر ہے کہ جب عمر صاحب نے اس حدیث کو
سنا تو یہ سمجھے کہ یہ حدیث ہمارے ہی سے صحابہ کے بارہ مین ہے نہ اون لوگون کے بارہ میں
جو بحکم ابو بکر صاحب قتل ہوئے اسی لئے وہ دوڑتے ہوئے حضرت ام سلمہ کے پاس گئے
کہ ہم بھی تو اوسی قسم مین کہین نہین داخل ہین۔ جیسر اگر واقعا حضرت ام سلمہ نے کہا کہ نہین
تو بھی مطلب واضح ہے کہ تم اون لوگون مین نہین ہو کیونکہ یہ حدیث تو کم درجہ والون
کے لئے ہے جو بے دیکھے بھالے حضرت کے داخل جہنم ہونگے۔ بلکہ تم تو اون لوگون مین
ہو جو حضرت کے پاس آئینگے اور حضرت پہچانینگے تم کہو گے انا فلان بن فلان اور حضرت
فرمائینگے سحقا سحقا لمن غیر بعدی۔

حضرات اہلسنت نے اس قسم کی اکثر روایتین لکھی ہین کہ عمر صاحب جب ایسی حدیثین
سنتے تو وہ دوڑ جاتے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ سے بھی انہون نے اسی طرح پوچھا تھا
کہ ہمارا نام بھی تو حضرت نے منافقون مین نہین لیا ہے مگر اسپر نہین غور کرتے کہ اس سے
کیا خرابی لازم آتی ہے ایک تو یہ کہ ان کی ناواقفیت معلوم ہوتی ہے ایسی حدیثون
سے جو شان خلافت سے بالکل بعید ہے دوسرے یہ کہ انکا حمق ظاہر ہوتا ہے کہ یہ
رسول اللہ کا راز فاش کیا چاہتے ہین جو ناممکن ہے کہ حضرت اپنے خالص اصحاب کو

کوئی بات بصیغہ راز تعلیم کرین اور وہ اوس راز کو فاش کردین اسی لیے حضرت حذیفہ نے کبھی نہ بتایا کہ تم ہو منافقین سے یا نہین۔ بلکہ یہی کہا کہ اپنے نفس کیطرف رجوع کرو۔ مگر یہ کہ انکا خیال ہو ہماری خلافت کے دباؤ مین آکر حسب خواہ جواب دیدیگا یا سکو مثل اپنی صاحبزادی حفصہ کے فاش کنندہ راز رسول جانتے تھے جسپر آجتک قرآن گواہی دے رہا ہے واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا فلما نبأت بہ۔

بہرحال مقصود ہمارا اس تمہید سے صرف اسقدر ہے کہ دکھائین جناب امام حسینؑ ان صحابہ کے حالات سے بخوبی واقف تھے جس سے کسی طرح آپ ان صحابہ پر اعتماد نہین کرسکتے تھے جو مدینہ منورہ مین تھے جنکے کفر و نفاق کو خداوند عالم نے نہایت توضیح سے صدہا آیات قرآنی مین ظاہر کیا۔ اور رسول اللہ صلعم نے ایک نہین صدہا حدیثون مین انکے ارتداد۔ احداث۔ کفر نفاق کو بیان فرمایا۔ اہلبیت طاہرین کے ساتھ جو برتاؤ رہا وہ آپ دیکھ چکے تھے خلفائے ثلثہ کے ساتھ جو سلوک کیا وہ بھی آپکے پیش نظر تھا کہ خود ہی تو انکو خلیفہ بنایا تاکہ اہلبیت رسول محروم رہین۔ پھر انکے ساتھ وہ سلوک کیا کہ وہ نالان رہے۔

اب آئیے اون صحابہ کو دیکھئے جو حضرت امام حسینؑ کے زمانہ روانگی کوفہ کے وقت موجود تھے کہ اونہون نے کس طرح ان آیات و احادیث کی تصدیق کی جسکے بعد پھر کسیکو شبہہ نہین رہ سکتا کہ اگر حضرت امام حسینؑ ان پر اعتماد کرتے تو اس سے زیادہ مصیبت مین مبتلا ہوتے اور وہ مطلب نہ حاصل ہوتا جسکے لیے حضرت نے یہ شہادت قبول کی۔

مگر قبل اسکے کہ ہم اون صحابہ کے حالات دکھائین ایک اجمالی تعداد انکی معلوم کرلینی چاہیے جس سے خود بخود معلوم ہوگا کہ وہ اس پہلو تہی نصرت امام حسینؑ سے کس عذاب مین مبتلا ہوے تاریخ ابوالفدا مین ہے صہ ۱۹۲ جلد اول

واباح مسلم مدینۃ النبی ثلاثۃ ایام یقتلون فیھا الناس ویاخذون

مالها من الاموال ويفسقون بالنساء وعن الزهري ان قتلى الحرة كانوا
سبعمائة من وجوه الناس من قريش والمهاجرين والانصار وعشرة
الاف من وجوه الموالي وممن لا يعرف وكانت الوقعة لثلاث بقين
من ذي الحجة سنة ثلاث وستين ثم ان مسلما بايع من لقي من الناس
على انهم خول وعبيد ليزيد بن معاوية

یعنی مسلم بن عقبہ سپہ سالار یزید نے عام حکم دیا کہ تین روز تک مدینہ میں غارت کیا جائے جس میں عام طور پر قتل عام ہوتا رہا اور جو کچھ مال ملا لوٹ لیتے اور عورتوں کے ساتھ فسق وفجور کرتے۔ زہری سے روایت ہے کہ واقعہ حرہ میں سات سو آدمی وجوہ ناس سے قتل ہوئے قریش ومہاجرین وانصار سے اور دس ہزار آدمی بزرگان موالی وغیرہ سے یہ واقعہ ۲۷ ذیحجہ ۶۳ھ کا ہے اسکے بعد مسلم نے سب سے بیعت لی بایں مضمون کہ سب غلام اور عبید یزید بن معاویہ ہیں۔

تو آپ قیاس کرسکتے ہیں کہ واقعہ کربلا کے وقت جو ۶۱ھ کا واقعہ ہے کتنے صحابہ مہاجرین وانصار سے ہونگے کیونکہ دو برس میں نہ معلوم کتنے مرے ہونگے۔

تو کیا یہ صحابہ مومن اور ایماندار کہے جاسکتے ہیں جنکے سامنے فرزند رسول اس بیکسی اور غربت سے شہید کیا گیا اور نہ کسیکو اوسوقت جوش آیا نہ بعد واقعہ۔ حالانکہ امام حسین نے پانچ مہینہ کامل مکہ میں قیام فرمایا اور سب پر اس حجت کو تمام کیا کہ یہ خلافت ناجائز ہے اور سب کے سامنے مکہ معظمہ سے عراق کا قصد کیا ہے تاکہ کسی پر حق مشتبہ نہ رہ جائے۔ اور سبکو معلوم ہو کہ اس خلافت ناجائز کے توڑنے میں کوشش کرنا حج سے زیادہ ضروری ہے۔

اگرچہ جناب امام حسین نے حج کو ترک کرکے عین بروز ترویہ جس روز حج شروع ہوتا ہے اسوجہ سے سفر عراق کیا کہ آپکو معلوم ہوا تھا یزید نے خانہ کعبہ میں آپکو شہید کرنا چاہا ہے جس سے حرمت خانہ کعبہ ضایع ہوگی۔ مگر نبی یا امام کا ہر فعل ہزاروں مصلحت پر مبنی ہوتا ہے لہذا یہ مصلحت بھی تھی کہ تمام مسلمانوں کو جو حج کے لئے آئے ہیں معلوم ہو جائے کہ اسلام کی حمایت اور ظلم ظالم کا دفع کرنا اعظم واجبات سے ہے۔

مگر کہاں تھا کوئی مسلمان کہاں تھا کوئی مومن ہزاروں صحابہ گنتی کے ہیں مگر کسی کو اسکی توفیق نہ ہوئی کہ دین کی نصرت کرے اور حمایت دین میں سینہ سپر ہو
آپ تاریخ کامل جلد۴ صفحہ۲۰ میں خطبہ امام حسینؑ کو ملاحظہ فرمائیں۔

ثم ان الحسین خطبہم فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ایہا الناس ان رسول اللہ قال من رای سلطانا جائرا مستحلا لحرم اللہ ناکثا لعہد اللہ مخالفا لسنۃ رسول اللہ یعمل فی عباد اللہ بالاثم والعدوان فلم یغیر ما علیہ بفعل و لا قول کان حقا علی اللہ ان یدخلہ مدخلہ الا وان ہولاء قد لزموا طاعۃ الشیطان وترکوا طاعۃ الرحمن واظہروا الفساد وعطلوا الحدود واستاثروا بالفئ واحلوا حرام اللہ وحرموا حلالہ وانا احق من غیری وقد اتتنی کتبکم ورسلکم ببیعتکم وانکم لا تسلمونی و لا تخذلونی فان اتممتم علی بیعتکم تصیبوا رشدکم وانا الحسین بن علی ابن فاطمہ بنت رسول اللہ نفسی مع انفسکم واہلی مع اہلکم فلکم فی اسوۃ وان لم تفعلوا ونقضتم عہدی وخلعتم بیعتی فلعمری ما ہی لکم بنکیر لقد فعلتموہا بابی واخی وابن عمی مسلم

یعنی امام حسینؑ نے خطبہ میں فرمایا بعد حمد و نعت کہ ایہا الناس رسول اللہ نے فرمایا ہے جو شخص دیکھے کسی بادشاہ ظالم کو جو حرمات خدا کو مباح کرتا ہو اور عہد خدا کو توڑتا ہو اور سنت رسول اللہ کی مخالفت کرتا ہو۔ اور بندگان خدا میں اثم و عدوان عمل کرتا ہو اور وہ شخص اسکو تغیر نہ دے خواہ فعل سے خواہ قول سے تو خدا پر واجب ہے کہ اوسکو داخل جہنم کرے۔ آگاہ رہو کہ ان لوگوں نے اطاعت شیطان کو لازم پکڑا اور اطاعت خدا کو ترک کیا اور ظاہر کیا فساد کو اور معطل کیا حدود خدا کو۔ اور مال غنیمت کو اپنا مال قرار دیا حلال خدا کو حرام کیا۔ اور حرام خدا کو حلال کیا اور ہم اسکے ساتھ زیادہ مستحق ہیں بہ نسبت غیر کے تمہارے خطوط آئے ہیں جسمیں تمنے وعدہ کیا ہے کہ ہماری نصرت کروگے اور محروم نکروگے اگر تم اپنی بیعت پر قایم ہو تو رشد و صلاح پاؤگے کیونکہ ہم ہیں حسین بن علیؑ ابن فاطمہ بنت رسول اللہ ہماری جان تمہارے ساتھ ہے ہمارے اہل تمہارے ساتھ ہیں تمکو ہماری پیروی

بن عقیل والمغرور من اغتر بکم
فحظکم اخطأتم ونصیبکم ضیعتم ومن
نکث فانما ینکث علی نفسه وسیغنی
الله عنکم والسلام فقال له الحر انی
اذکرک الله فی نفسک فانی اشهد
لئن قاتلت لتقتلن فقال له الحسین
ابالموت تخوفنی وهل یعدو بکم
الخطب ان تقتلونی وما ادری ما
اقول لک ولکنی اقول کما قال اخو الاوس
لابن عمه وهو یرید نصرة رسول الله
این تذهب فانک مقتول فقال
سامضی وما بالموت عار علی الفتی
اذا ما نوی خیرا وجاهد مسلما
وخالف مثبورا وفارق مجرما
فان عشت لم اندم وان مت
لم الم کفی بک ذلا ان تعیش وترغما

ارنی پر پہنچے۔ اور اگر اپنی بیعت پر وفا نکرو
عہد کو اپنے توڑ دو تو کوئی امر تمسے بعید نہین
کیونکہ یہ سب باتین تم تمہارے باپ اور بھائی
اور ابن عم مسلم بن عقیل کیساتھ کر چکے ہو۔ دیکھا
پایا اوس نے جو تمہارے دہوکے مین آیا۔ تو
(ایسا کرنے مین) تمنے اپنا نقصان کیا اور ضایع
ہوئے (ترجمہ آیہ) جسنے بیعت کو توڑا اوسنے اپنی
نفس کی لئے توڑا اور قریب ہے کہ خدا مستغنی کرے
تمکو تم لوگون سے والسلام۔
اس خطبہ کو سنکر حر نے کہا کہ ہم آپکو اپنی نفس کے
بارہ مین خدا کی یاد دلاتے ہین کہ ہم گواہی دیتے
ہین اگر آپنے قتال کیا تو ضرور قتل ہونگے۔
جناب امام حسین نے فرمایا کیا تو مجھے موت سے
ڈراتا ہے اور کیا تم لوگ ہلاکت سے بچ جاؤگے
اگر ہمکو قتل کیا ہم نہین جانتے کہ تمہارا کیا جواب
دینگے مگر اوس صحابی نے جو اپنے
ابن عم سے کہا تھا وہی ہم بھی کہتے ہین۔ کیونکہ اوسکے ابن عم نے کہا تھا تو نصرت رسول کو جاتا ہے
تجکو خوف ہے تو مارا جائے تو اوس نے کہا ؎
مین بہت جلد جاتا ہون اور جوانمرد پر موت سے تو کوئی عار ہی نہین۔ جب وہ نیت خیر رکھتا
ہو اور حالت اسلام مین جہاد کرے۔ اور صالحین سے مواسات کرے اپنے نفس کیساتھ۔
اور امر بد و قبیح و زشت کو ترک کر دے۔ اگر مین زندہ رہا تو کبھی نادم نہونگا اور اگر مر گیا تو پھر کسی طرح
کی تکلیف نہوگی۔ اور تجھے یہی کافی ہے ذلت کیلئے کہ زندہ رہے اور ناک تیری رگڑی جائے۔
تو یہ ہے کہ سات سو صحابہ وجوہ مہاجرین و انصار اور دس ہزار دوسرے قسم کے صحابہ

جو واقعہ حرا مین مارے گئے تو وہ بھی اسی وجہ سے کہ یزید کی خلافت کو اونہون نے بھی توڑنا چاہا اور اوس ملعون کو خلافت سے خلع کیا مگر یہ کارروائی اون کی نہ بغرض حمایت دین تھی نہ بغرض نصرت اسلام بلکہ صرف اپنے ذاتی اغراض کیلئے جس سے وہ مصداق فما بکت علیہم السماء والارض ہوئے کہ نہ اون پر آسمان رویا نہ زمین روئی۔ کیونکہ اگر یہی صحابہ بھی جناب امام حسین جہاد کرتے تو ہر طرح سے فائدہ مین رہتے اسلئے کہ اگر شہادت پاتے تو صحابہ پر یہ الزام نہ آتا کہ اونہون نے اپنے نبی کے فرزند کی حمایت نہ کی۔ اسلام کی نصرت مین بخل کیا۔ اگر مظفر و منصور ہوتے تو ہر طرح اسلام کی فتح تھی۔

مگر خداوند عالم نے جوان صحابہ کی مذمت مین فرمایا تھا یا ایھا الذین اٰمنوا ما لکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الاٰخرۃ فما متاع الحیوۃ الدنیا فی الاٰخرۃ الا قلیل۔ الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما و یستبدل قوما غیرکم و لا تضروہ شیئا و اللہ علی کل شیٔ قدیر سورہ توبہ ۶ رکوع ۱۱

یعنی اے وہ لوگ جو ایمان لائے کیا ہو گیا ہے تمکو کہ جب کہا جاتا ہے جہاد کیلئے نکلو تو تم زمین پر بوجھل ہو کر گرے جاتے ہو۔ کیا دنیا کی زندگانی پر تم راضی ہو گئے بمقابلہ نعمات آخرت۔ حالانکہ متاع دنیا تو بہت کم بہ نسبت متاع آخرت۔ اگر تم جہاد کے لئے نہ نکلوگے تو تم پر عذاب دردناک ہوگا اور خدا تمھارے بدلے دوسری قوم لائیگا اور تم خدا کا کچھ بگاڑ نہین سکتے اور اللہ ہر شئی پر قادر ہے۔

اس آیہ مبارکہ نے آپکو بتایا کہ ان صحابہ کی حالت خود عہد رسول مین کیسی تھی کہ جب ان سے رسول اللہ فرماتے کہ جہاد کیلئے نکلو تو وہ زمین پر بوجھل ہو کر گر پڑتے۔ پھر بھلا یہ فرزند رسول کی کیا نصرت کرتے۔

یہی تو باعث تھا کہ امام حسین پانچ مہینہ تک حرم خانہ خدا مین اپنی مخالفت کا اس خلافت باطلہ سے اعلان فرما رہے ہین مگر ان ایماندار صحابہ مین ایک متنفس بھی ایسا نہین پیدا ہوتا جو نصرت دین الٰہی کیلئے نکلے اور کیسکو اسکی غیرت نہ آئی کہ فرزند رسول ناحق قتل ہوگا اسکی

حمایت کرنی چاہیے۔

پھر خداوند عالم سورہ احزاب مین فرماتا ہے ولو دخلت علیہم من اقطارہا ثم سئلوا الفتنۃ لاتوھا وما تلبثوا بہا الا یسیرا ولقد کانوا عاھدوا اللہ من قبل لا یولون الادبار وکان عہد اللہ مسئولا قل لن ینفعکم الفرار ان فررتم من الموت او القتل واذا لا تمتعون الا قلیلا۔

اور اگر فوجین اوپر اطراف مدینہ سے آکر داخل ہون پھر ان سے خانہ جنگی چاہی جائے تو فورا آ جاینگے اور اسکے لیے بہت ہی کم توقف کرینگے۔ حالانکہ پہلے خدا سے اقرار کر چکے ہین کہ پیٹھ نہ پھیرینگے اور خدا سے جو عہد کیا اوسکا ضرور سوال ہوگا کہہ تو اے محمدؐ کہ اگر تم مرنے مارنے سے فرار کرتے ہو تو اس سے کچھ فائدہ نہوگا اور بہت ہی کم فائدہ اوٹھاؤگے۔

غور کیجئے اور حالت مین تطبیق دیجئے تو آپکو معلوم ہو کہ یہ صحابہ کیسے مومن تھے۔ کیونکہ جب خود رسول اللہ یا فرزند رسول اونکو جہاد کے لیے بلاتا تو مصداق اثاقلتم الی الارض بجائے کہ کسی طرح اوٹھتے ہی نہین بوجھل ہو کر زمین پر گرے پڑتے ہین۔ اور جب فتنہ وفساد ہوتا ہے یا خود ہا خانہ جنگی تو لاتوھا وما تلبثوا بہا الا یسیرا تو دوڑے چلے جاتے ہین اور ذرا بھی توقف نہین کرتے۔ کیونکہ نصرت فرزند رسول کیلئے تو ایک صحابی نہ نکلا اور دو ہی برس بعد خود یزید کی مخالفت مین اس طرح نکلے کہ سات سو سرداران مہاجرین والضار سے مارے گئے اور دس ہزار دوسرے قسم کے صحابہ جو مہاجرین والضار نہ تھے کیا اسپر بھی آپ کہہ سکتے ہین کہ یہ مسلمان تھے یا مومن حاشا وکلا۔ بلکہ یہ تو مصداق یعذبہم عذابا الیما تھے کہ خدا نے انپر انا عذاب نازل کیا اور سب واقعہ حرہ مین مارے گئے کیونکہ خود رسول اللہ اسکی خبر دے چکے ہین۔ وامت تو این فرزند دلبند ترا خواہند کشت عوض آن ہفتاد ہزار کس را خواہم کشت وسیلۃ النجاۃ ص۲۸

کہ خدا نے وعدہ کیا ہے بعوض خون امام حسینؑ ہم ستر ہزار آدمیون کو قتل کرینگے جس میں سے سات سو دس ہزار کا پتہ آپکو ملچکا جو صرف صحابی تھے کہ خون ناحق امام حسینؑ کے بدلہ مین وہ مارے گئے۔ کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ مین ہے ذکروا انہ قتل یوم الحرۃ من

اصحاب النبی ثمانون رجلا لم یبق بدری بعد ذالک البدایہ ص۲۳۴

میں اسی صحابی بدری تھے وہ سب روز حرہ مارے گئے جسکے بعد پھر کوئی بدری نہ رہا۔

۲۔ اصحاب بدر وہ ہیں جنکی تعریف میں اہلسنت نے مدح سرائی کا پل باندھا ہے اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم کہ اب جو چاہو کرو خدا نے تمکو بخش دیا مگر حقیقت سب کی یہی تھی ارضیتم بالحیوۃ الدنیا کہ کیا تم زندگانی دنیا پر راضی ہو گئے۔

ایک معمولی عقل کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر یہ صحابہ بدری مہاجر و انصار جناب امام حسین کے ساتھ میدان کربلا میں شریک ہوتے تو اولاً جنگ ہی نہ ہوتی کیونکہ تمام مسلمانوں کے ذہن میں عظمت صحابہ راسخ تھی اگر وہ لوگ حضرت کے ساتھ ہوتے تو انکو حضرت کی مصیبت معلوم ہوتی۔ اور پھر کسیکو جنگ کی جرأت نہوتی ثانیاً اگر جنگ ہوتی بھی تو یقیناً حضرت مظفر و منصور ہوتے کیونکہ ۷۲ آپکے ساتھی تھے ۸۰ بدری ہیں ۱۷۰۰ سو دیگر مہاجرین و انصار ہیں دس ہزار دوسرے قسم کے صحابہ ہیں جنکے شمول سے فتح یقینی تھی ثالثاً اگر اسپر بھی فتح نہوتی تو یقیناً ان مصائب کا سامنا نہوتا جو حضرت کو قلت اخوان و انصار سے پیش آئی۔

دیکھیے جو خطبہ جناب امام حسین ع نے بمقابلہ لشکر فرمایا تھا کہ ان لوگوں نے اطاعت شیطان کو بمقابلہ اطاعت رحمان قبول کیا اور فساد کو ظاہر کیا۔ اور حدود خدا کو معطل کیا اور مال غنیمت کو اپنا مال قرار دیا اور حرام خدا کو حلال کیا۔ اور حلال کو حرام اسکی کیسی تصدیق ہوئی کہ خود مدینہ رسول اللہ میں صحابہ و تابعین سے جبر سے بیعت لی جاتی ہے تو اس طرح انھم خول و عبید لیزید بن معاویہ کہ یہ غلام اور بندے ہیں یزید کے چاہے وہ بیچے یا جو چاہے کرے۔

۳۔ یہ نتیجہ ترک نصرت امام حسین کا کہ بروایت ابن قتیبہ سترہ سو صحابی مہاجرین و انصار سے اور دس ہزار غیر مہاجرین و انصار سے اس واقعہ میں مارے گئے اور جو بچے وہ اس ذلیل زندگی میں رہے کہ یزید کے غلام بنے۔

۴۔ وہ پیشین گوئی پوری ہوئی جسکو جناب سید الشہداء نے عین معرکہ کربلا میں فرمایا تھا لا واللہ لا اعطیکم بیدی اعطاء الذلیل ولا اقر اقرار العبید ص۲۶ تاریخ کامل

یعنی قسم بخدا ہم ذلیل ہوکر اونکے ہاتھہ مین ہاتھہ نہ دینگے نہ غلامون کا سا اقرار کرینگے جسکو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت کس طرح کی آزادی اور حریت کی تعلیم دیرہے ہین اور اسکی پیشین گوئی فرماتے ہین کہ جو زندگی کی تمنا مین خلافت یزید کو مانیگا وہ غلام بنجائیگا

نہین نہین اس امر کا یقین صحابہ کو بھی تھا چنانچہ جب امام حسینؑ نے مدینہ سے قصد مکہ فرمایا ہے لقیہ عبد اللہ بن مطیع فقال لہ جعلت فداک این ترید قال اما الان فمکہ واما بعد فانی استخیر اللہ قال خار اللہ لک وجعلنا فداک فاذا اتیت مکہ فایاک ان تقرب الکوفۃ فانہا بلدۃ مشومۃ بہا قتل ابوک وخذل اخوک واغتیل بطعنۃ کادت تاتی علی نفسہ الزم الحرم فانک سید العرب لا یعدل بک اہل الحجاز احدا ویتداعی الیک الناس من کل جانب لا تفارق الحرم فداک عمی وخالی فواللہ لئن ہلکت لنسترقن بعدک

تاریخ کامل جلد ۴

تو عبد اللہ بن مطیع صحابی حاضر خدمت ہوئے اور کہا ہم آپ پر فدا ہوں کہان کا قصد ہے ؟ حضرت نے فرمایا ابھی تو مکہ کا عزم ہے پھر وہان استخارہ کرینگے جہان کا حکم ہوگا۔ عبد اللہ بن مطیع۔ خدا امر خیر کو آپکے لئے اختیار کرے اور ہمکو آپ پر فدا کرے جب مکہ پہونچین تو ہرگز کوفہ کا قصد نہ فرمائے کہ وہ شہر شوم ہے جسمین آپکے باپ شہید ہوئے اور بھائی کو مخذول کیا اور ایسا زخم لگایا جس سے جان کا خوف تھا حرم مین قیام فرمائیے کہ آپ سید عرب ہین اہل حجاز آپکے مقابلہ مین کسی کو ترجیح نہ دینگے اور وہین سے لوگونکو دعوت دیجئے ہرگز حرم خانہ کعبہ کو نہ چھوڑیے کہ اگر آپ ہلاک ہوئے تو ہم سب آپکے بعد غلام بنالئے جائینگے۔

ہمارا مطلب صرف اس آخری فقرہ سے ہے کہ عبد اللہ بن مطیع کہہ رہے ہین اگر آپ ہلاک ہوگئے تو ہم سب غلام بنادیئے جائینگے جس سے معلوم ہوا کہ اسکا یقین تھا کہ ایسا ضرور ہوگا۔ مگر صحابہ رسول نے اس مین ذرہ برابر کوشش نہ کی کہ اس بلا کو اسلام سے دفع کرین اور اہل اسلام کو غلامی یزید سے آزاد کرین۔

عبداللہ بن مطیع صحابی

یہ عبداللہ بن مطیع خلیفہ دوم کے خاندان عدی سے تھے استیعاب میں ہے کان اسمه العاص فسماه رسول الله مطیعا و قال عمر بن الخطاب ان ابن عمک العاص لیس بعاص و لکنه مطیع ص۳۹۰ جلد اول

انکا نام عاص بن اسود تھا حضرت نے انکا نام مطیع رکھا اور عمر بن الخطاب نے کہا کہ تمہارا ابن العم عاصی نہیں ہے بلکہ مطیع ہے۔ اوسیوقت سے اسکا نام مطیع قرار پایا۔

انہیں کے بیٹے عبداللہ بن مطیع ہیں جو امام حسین سے یہ عرض کر رہے ہیں کہ اگر آپ شہید ہوئے تو ہم لوگ غلام بنائے جائینگے۔ مگر اوسی خاندانی عداوت نے جو بنی عدی کو خاندان رسالت سے تھی انکو اسکی اجازت نہ دی کہ جناب امام حسین کے ساتھ شریک معرکہ کربلا ہوتے۔

عبداللہ بن مطیع جو خلیفہ دوم کے ابن العم ہیں کوئی معمولی شخص نہ تھے کیونکہ خلافت نے خاندان خلیفہ دوم کو خاص طور پر معزز کر دیا تھا۔ اگر یہ شریک جناب امام حسین ہوتے تو آپ یقین کر سکتے ہیں کہ محض انکی شرکت سے حضرت کے لشکر کی وہ عظمت بڑھ جاتی کہ پھر کسی کو یارائے مقابلہ نہوتا کیونکہ یزید۔ اور اوسکا باپ معاویہ تو اور دگان خلیفہ دوم سے تھا۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ وہ آقا و ولی نعمت کے خاندان سے برسر پیکار ہوتا۔

مگر ہم اس سے بھی قطع نظر کرلیں تو خود عبداللہ کی حالت استیعاب میں ہے قال ابو عمر عبداللہ بن مطیع هذا هو الذی امرہ اهل المدینة حین اخرجوا بنی امیة منها قال الواقدی انما کان امیرا علی قریش دون غیرها۔ قال الزبیر کان عبداللہ بن مطیع من رجال قریش شجاعة وجلدا و قتل مع ابن الزبیر وکان هرب یوم الحرة ولحق مکة فلما حصر الحجاج ابن الزبیر جعل عبداللہ بن مطیع یقاتل و یقول انا الذی فررت یوم الحرة + والحر لا یفر الا مرة + یا حبذا الکرة بعد الفرة + لا جزین کرة بعد فرة۔ ص۳۹۵ جلد اول

عبداللہ بن مطیع وہی شخص ہے جسکو اہل مدینہ نے واقعہ حرا میں بعد اخراج بنی امیہ اپنا

امیر مقرر کیا۔ واقدی کہتا ہے کہ وہ صرف قریش کے امیر تھے نہ سبکے۔ زبیر کہتا ہے کہ عبداللہ بن مطیع اجلۂ قریش سے تھے از راہ شجاعت وجلادت۔ ابن الزبیر کے ساتھ قتل ہوئے۔ واقعہ حرہ مین یہ مکہ سے بھاگ کر مدینہ گئے جب حجاج نے ابن الزبیر کا محاصرہ کیا تو یہ لڑنے کے لئے نکلے اور کہتے تھے کہ مین وہ شخص ہون جو بروز حرہ بھاگ آیا۔ اور مرد آزاد ایک ہی دفعہ بھاگتا ہے۔ کیا خوب ہے کرہ بعد فرار۔ اب ہم کرہ کو ملا دیتے ہین فرار سے۔

جس سے معلوم ہوا کہ یہ شخص ایسا با اقتدار تھا کہ اہل مدینہ نے اسکو اپنا امیر مقرر کیا یا بقول واقدی سارے قریش کا امیر تھا۔ پس اگر جناب امام حسینؑ کے ساتھ رہتا تو آپ قیاس کر سکتے ہین کہ حضرت کے لشکر کو کتنی قوت ملتی۔

طرہ تو یہ ہے کہ جس طرح جناب امام حسینؑ نے خلافت یزید کو ناحق ظاہر کرنے کیلئے جنگ کیا اوسی طرح عبداللہ بن مطیع بھی امیر اہل مدینہ بنکر آمادہ جنگ ہوا۔ مگر یہ نہو سکا کہ فرزند رسول کی حمایت کرتا جس سے رسول اللہ کے سامنے بروز قیامت سرخرو ہوتا اور انصار دین مین اسکا نام لیا جاتا۔

جسکا نتیجہ خدا نے یہ دیا کہ اہل مدینہ کا امیر بنایا گیا۔ مگر بہت جلد اوس نے اپنے خاندانی اثر فرار کو دکھا دیا کہ جم کر نہ لڑسکا بلکہ بھاگ گیا۔ مدینہ سے مکہ گیا۔ اور آخر اس ذلت وخواری سے مارا گیا۔

تعجب ہے کہ یہ شخص رجز مین اپنے فرار پر فخر کرتا ہے۔ انا الذی فررت یوم الحرۃ والحر لا یفر الا مرۃ۔ کہ مین وہ شخص ہون جو روز حرہ سے بھاگ گیا۔ اور مرد آزاد ایک ہی دفعہ بھاگتا ہے جس سے ممکن ہے وہ اپنے اس خاندانی کرامات کو ظاہر کرتا ہو کہ ہم مین یہ کوئی نئی بات نہین ہے۔ بلکہ ہمارا خاندان ہمیشہ سے اس مین ممتاز رہا کہ وقت جنگ فرار کرتا۔ مگر یہ معلوم یہ جملہ کس طرح کہا والحر لا یفر الا مرۃ کہ مرد آزاد ایک ہی دفعہ بھاگتا ہے۔

حالانکہ خاندانی روایات انکی تمام عالم کو معلوم ہین کہ جس خلیفہ دوم کی بدولت یہ خاندان بنی عدی مشہور ہوا اوسکے سردفتر عمر تو ہر جنگ مین فراری رہے۔ جنگ بدر، جنگ احد

جنگ خیبر، جنگ خندق، جنگ حنین۔ کون ایسی جنگ تھی جس سے یہ نہیں بھاگے پھر کیونکر کہا دالیس لا یفر الامرة۔ کہ آزاد ایک ہی دفعہ بھاگتا ہے۔ مگر یہ اشارہ ہو خاندان خلیفہ دوم کی طرف کہ منہاک جیشہ کی نسل سے تھے پھر کیونکر دعوی آزادی کر سکتے ہین۔

بہرحال ہماری غرض یہان صرف اسیقدر ہے کہ ان حضرات کو یقین تھا کہ اگر جناب امام حسین شہید ہوے تو پھر تمامی اہل اسلام لونڈی غلام یزید کے بنجا ئینگے۔ مگر نہ پاس اسلام تھا نہ خاندان رسالت کا احترام جو آپکا ساتھ دیتے اور دین اسلام کی حفاظت کرتے۔

عبداللہ بن مطیع نے جو حضرت کو یہ مشورہ دیا ہے کہ آپ حرم خانہ کعبہ کو نہ چھوڑینگا کوفہ کی طرف نجائیے گا۔ اسمین ایک طرح کی بے ادبی بھی ہے جو اپنی راے کو امام کی راے پر ترجیح دیرہا ہے۔ اسلئے خدا نے اسی دنیا مین اوسکا مزہ چکھا دیا کہ دیکھ تو نے جو دیدہ ودانستہ نصرت فرزند رسول کو ترک کی تو اوسکا کیا مزہ تجھکو دنیا مین مل رہا ہے کہ بطمع زندگانی دنیا فرزند رسول کیساتھ نہین جاتا مدینہ مین تو امیر یا خلیفہ بن رہا ہے۔ مگر ترک نصرت فرزند رسول کا عذاب تجھپر نازل ہو رہا ہے کہ امارت مدینہ چھوڑ کر نصرت ابن الزبیر کو جا رہا ہے۔ جس خانہ خدا کو تو جائے امن سمجھ رہا ہے وہین تو اس ذلت وخواری سے ابن الزبیر کے ساتھ مارا جاتا ہے۔

کاش یہ لوگ سمجھتے کہ احکام خدا ورسول کی عزت اوسی وقت قایم رہ سکتی ہے جب اوسکو کوئی مانے۔ جن لوگون نے حکم خدا ورسول کو اوٹھا کر اپنی راے سے خلیفہ مقرر کیا اونکو قرآن جلانے۔ خانہ کعبہ گرانے، قتل کرنے مین کیا عذر ہے۔

یہی تو باعث ہے کہ جناب امام حسین نے تمام جہان کے مشورہ کے خلاف وہ کام کیا جس سے آجتک اسلام قایم ہے کیونکہ اگر امام حسین خانہ کعبہ مین رہتے تو اوسی طرح شہید کئے جاتے جس طرح ابن الزبیر مارا گیا۔ مگر آپکی شہادت مردانہ اور باغیرت تھی۔ بخلاف ابن الزبیر کے جو اس ذلت سے مارا گیا کہ بعد قتل دار پر چڑھا یا گیا جسکے ساتھ ایک مردہ کتا بھی دار پر چڑھا یا گیا تھا۔

جناب امام حسینؑ نے ہر کام مین اوسی سنت رسولؐ کو زندہ کیا جو آنحضرت کے بعد مردہ کر دی گئی تھی یعنی نص جسکو خلفائے ثلثہ نے بزور اجماع مار ڈالا تھا کیونکہ مدار امور اسلام اگر نص پر رہتا جیسا کہ حکم خدا و رسول تھا تو پھر دنیا مین کوئی فساد نہوتا مگر خلفا کی خودغرضیون نے ایسا آنکھون پر پردہ ڈالا کہ نہ اونکو وفات رسولؐ کا صدمہ محسوس ہوا۔ نہ جنازہ رسول بے گور و کفن نظر آیا سب سقیفہ مین دوڑ پڑے اور شریعت رسول درہم برہم کر دی گئی نص کے مقابلہ مین پنچایتی نے رواج پایا۔

اوسی اصول پر جناب امام حسینؑ کو یہ مشورہ دیا گیا کہ آپ حرم خدا مین رہکر بازار قتال گرم کیجیے مگر جو فرزند رسول ہو جو نائب رسول ہو جو خلیفہ جانشین رسول ہو وہ کیونکر اوس امر کو گوارا کر سکتا ہے جس سے کسی قسم کی توہین خانہ خدا پر آسکے۔

یہی وجہ ہے کہ جو صحابہ محض دنیادار تھے وہ بھی رائے دیتے کہ آپ حرم خانہ کعبہ کو جاے امن قرار دیکر اپنے مخالفین سے لڑین۔ مگر حضرت اس نص صریح کے رہتے کیونکر قبول کر سکتے کیونکہ خدا فرماتا ہے وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون۔ انعام

اگر تو اطاعت کرے اکثر اون لوگون کی جو زمین مین ہین تو تمکو گمراہ کر دینگے سبیل خدا سے یہ لوگ تو صرف اپنے گمان کی پیروی کرتے ہین اور نہین ہین وہ لوگ مگر اٹکل پچو خیال دوڑانے والے پھر فرماتا ہے۔

وان کثیرا لیضلون باھوائھم بغیر علم ان ربک ھو اعلم بالمعتدین

یعنی بہت سے لوگ گمراہ کرتے ہین اپنی خواہشون سے بغیر علم کے خدا خوب جانتا ہے اون لوگون کو جو حد سے نکل جانے والے ہین۔ پھر فرماتا ہے ولو اتبع الحق اھوائھم لفسدت السموات والارض ومن فیھن بل اتینٰھم بذکرھم فھم عن ذکرھم معرضون۔ مؤمنون

اور اگر حق اون کی خواہشون کی پیروی کرے تو آسمان و زمین اور جو ان مین ہین سب فاسد ہو جائین بلکہ ہمنے انکے پاس ذکر (کتاب) کو پہونچا دیا۔ پس وہ اوس ذکر (کتاب نصیحت) سے منہ پھیرے ہے ہین۔

جس سے کسی تاکید سے خداوند عالم اجماع پہنچا یعنی، خودرائی کو منع کر رہا ہے کہ اگر کثرت
رائے پر عمل کروگے تو گمراہ ہو جاؤگے۔ یہ تو اپنی رائے سے سبکو گمراہ کیا چاہتے ہین اگر حق انکی
رائے کے تابع ہو تو آسمان و زمین سب فاسد ہو جائین۔

پھر کیونکر ممکن تھا کہ جناب امام حسینؑ اپنے اوس علم ذاتی کو جو بعض رسول آپکو حاصل تھا محض
ان چند جاہلون کے سمجھانے اور منع کرنے پر بدل دیتے۔

عبداللہ بن مطیع کی یہ فہمایش صرف مدینہ ہی مین نہ تھی جہان سے حضرت جانب خانہ کعبہ
تشریف لیجا رہے ہین۔ بلکہ جب آپ قریب کربلاے معلی پہونچے ہین تو وہان بھی اوس نے
یہی فہمایش کی ہے چنانچہ تاریخ کامل مین ہے صلا جلد ۴

ثم اقبل الحسین یسیر نحو الکوفۃ فانتہی الی ماء من میاہ العرب فاذا علیہ عبداللہ
بن مطیع فلما راٰہ قام الیہ فقال بابی امی یا ابن رسول اللہ ما اقدمک فاحتملہ
فانزلہ فاخبرہ الحسین فقال لہ عبداللہ اذکرک اللہ یا ابن رسول اللہ ص
وحرمۃ الاسلام ان تنتہک انشدک اللہ فی حرمۃ قریش انشدک اللہ
فی حرمۃ العرب فواللہ لئن طلبت ما فی ایدی بنی امیہ لیقتلنک ولئن
قتلوک لا یہابون بعدک احدا ابدا واللہ انہا لحرمۃ الاسلام وحرمۃ
قریش وحرمۃ العرب فلا تفعل ولا تات الکوفۃ ولا تعرض نفسک لبنی
امیۃ فابی الا ان یمضی۔

یعنی جناب امام حسینؑ کوفے کے جانب تشریف لیجا رہے تھے کہ عرب کے ایک چشمہ پر نزول
اجلال فرمایا وہان عبداللہ بن مطیع بھی تھے حضرت کو دیکھ کر اوٹھ کھڑے ہوئے اور کہا
میرے مان باپ آپ پر فدا ہون اے فرزند رسول اللہؐ۔ آپ کہان تشریف لائے حضرت نے
سارا حال بیان کیا تو ابن مطیع نے کہا اے فرزند رسول ہم آپکو خدا کو یاد دلاتے ہین۔ اور حرمت
اسلام کو قسم دیتے ہین خدا کی حرمت قریش کے بارے مین اور حرمت عرب کے بارے مین کیونکہ
قسم بخدا اگر آپ طلب کرینگے اوس چیز کو جو ہاتھ مین بنی امیہ کے ہے تو ضرور آپکو قتل کرینگے اور
آپکے قتل کے بعد پھر کسی کی ہیبت اونکو نہ ہوگی۔ قسم بخدا یہ حرمت اسلام ہے یہ حرمت قریش ہے

یہ حرمت عرب ہے ہرگز آپ کوفہ نہ جایئے اور بنی امیہ سے تعرض نہ فرمایئے۔ مگر حضرت نے

نہ مانا اور تشریف لے گئے۔

دیکھئے اس علم و یقین کو جو انکو حاصل ہے کہ جناب امام حسین ضرور شہید ہونگے اور حضرت کی شہادت کے بعد پھر کسی طرح کا رعب و داب بنی امیہ کو نہ رہیگا۔ مگر یہ نہیں ہوتا کہ حضرت کی نصرت کریں اور آپکے ساتھ جان کو راہ خدا میں نثار کریں اس سے بڑھکر کیا بد سعادتی ہوسکتی ہے۔

کوئی ان دشمنان عقل و اسلام سے پوچھتا کہ آخر حضرت اسوقت کر کیا سکتے تھے کیونکہ دنیا تو یزید کے ساتھ ہے۔ مدینہ میں اوسکی حکومت مکہ میں اوسکی حکومت پھر جاتے تو کہاں جاتے۔ اب دو ہی صورت تھی یا تو حضرت اوس کی بیعت کر لیتے جو محال تھا یا جنگ کر کے شہادت قبول فرماتے۔ اوسی کو حضرت نے اختیار کیا۔

شہادت کی بھی دو ہی صورت ہوسکتی تھی ایک یہ کہ وطن میں رہکر شہید ہوتے جیسا کہ اصحاب حرہ مارے گئے۔ تو اس سے اسلام کو کوئی نفع نہوتا جیسا کہ اصحاب حرہ کے قتل سے کوئی نفع نہوا۔ ابن الزبیر کے قتل سے کوئی فائدہ نہوا حالانکہ وہ مکہ میں مارا گیا تھا۔ بلکہ اور الزام آیا کہ باغی ہوا۔ دوسری صورت یہی تھی جو حضرت نے قبول فرمائی کہ جن لوگوں نے وعدہ نصرت کیا تھا اون کے یہاں تشریف لے جارہے ہیں اگرچہ اون کی بیوفائی بھی معلوم تھی۔

غرض چونکہ اکثر صحابہ نے اسکے بعد یزید کی مخالفت کی اور مارے بھی گئے لہذا جناب امام حسین پر یہ الزام تو آ نہیں سکتا کہ آپنے خلیفہ کی مخالفت کی۔ کیونکہ خلیفہ ہی ایسا تھا کہ اسکی مخالفت اس طرح ضروری تھی۔

اگر صحابہ ایماندار ہوتے اور کچھ بھی درد اسلام رکھتے تو کیا ممکن تھا جناب امام حسین ؑ اس طرح شہید ہوتے کیونکہ عبد اللہ بن مطیع صحابی ہے سب حالات کو مشاہدہ کر رہا ہے۔ مگر یہ نہیں ہوتا کہ امام کی نصرت کرے۔

طرہ تو یہ ہے کہ اس واقعہ جانگزا کے دوسرے ہی سال تمامی صحابہ کی آنکھ کھلتی ہے اور اپنے کردار پر نادم ہوتے ہیں یزید کی خلافت کو توڑنا چاہتے ہیں۔ مگر خود ہی کہہ چکے ہیں کہ آپ کو گر

شہید کر لینگے تو پھر کسی سے نڈر رہینگے، مگر پھر بھی لڑنے پر طیار ہوتے ہین اور مارے جاتے ہین کیونکہ یہی عبداللہ بن مطیع واقعہ شہادت کربلا کے بعد ۶۳ھ مین خلیفہ بنتا ہے اور واقعہ حرا مین یزیدیون کے مقابلہ سے بھاگ کر بطمع دنیا مکہ معظمہ آتا ہے اور ابن الزبیر کی بیعت کرتا ہے۔

ابن الزبیر عبداللہ بن زید کو حکومت کوفہ سے معزول کر کے اوسکی جگہ ابن مطیع کو حاکم کوفہ بنا کر روانہ کرتا ہے تو وہان جا کر خطبہ دیتا ہے و من در میان قوم بسیرت عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان زندگانی کنم ۱۰۶ روضۃ الصفا جلد ۳

کہ ہم تملوگون مین اوس طرح حکومت کرینگے جس طرح عمر وعثمان زندگانی کرتے تھے۔ دران مجلس سائب بن مالک اشعری کہ یکے از حاضران آن انجمن بود گفت ایہا الامیر انچہ گفتی شنیدیم و ہیچکس را در سیرت عمر وعثمان سخنی نیست مگر خیر ولیکن مطلوب اینست کہ درمیان ما بسیرت امیرالمومنین علیؑ زندگانی کنی واگر چنین نہ کنی ترا امارت ما نتوانی کرد وما رعیت تو نتوانیم بود۔

غور کیجیے کہ آخر سیرت جناب امیرؑ اور خلیفہ دوم وسوم مین کیا فرق تھا کہ سائب بن مالک نے کہا ہمکو سیرت عمر وعثمان کی ضرورت نہین ہے۔ بلکہ سیرت امیرالمومنین حضرت علیؑ درکار ہے۔

مگر عبداللہ بن مطیع نے اسکا اقرار نہ کیا کہ ہم اوسی سیرت پر رفتار کرینگے۔ بلکہ یہ کہا کہ مطمئن رہو ہم تمھارے خلاف مرضی کام نہ کرینگے۔ جس سے یہ تو سمجھ لیا ہوگا کہ نہ وہ مومن تھا نہ دیندار بلکہ خلیفہ دوم کا چچا زاد بھائی ہے اوسی طریقہ کا شیدائی ہے وہی طریقہ ظلم وجور کو رائج کیا چاہتا ہے۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ وہ جناب امام حسینؑ کا ساتھ دیتا اور حضرت پر اپنی جان قربان کرتا۔

نہین نہین یہ تو وہ شخص ہے جو ابن الزبیر کا نائب ہوکر کوفہ مین آیا ہے اور قاتلان امام حسینؑ کا رفیق اور دمساز ہے چنانچہ اسی ابن مطیع کی کارروائیون نے مختار کو مجبور کیا کہ قبل از وقت ظہور کرین۔ کیونکہ اس نے چاہا تھا کہ مختار کو گرفتار کر لین چون مختار دانست کہ ابن مطیع میخواہد کہ او را بچنگ آورد اہل بیعت را جمع فرمود گفت وقت آن رسید

کہ ظہور کنیم و خون اہل بیت محمدؐ را از دشمنان باز خواہیم باید کہ ساختہ و آمادہ باشید (۹۲) روضۃ الصفا

ابن مطیع نے اسکا انسداد کیا قاتلان امام حسینؑ کو اپنا رفیق و معین بنا کر کوفہ کی حفاظت پر معین کیا۔ ایاس مضارب کو جو قاتلان امام سے تھا کوتوال شہر مقرر کیا۔

ایک شب ابراہیم بن مالک اشتر مختار کے یہاں جا رہے تھے کہ یہ ہون سد راہ ہوا ہر چند ابراہیم نے سمجھایا کہ تجھے تعرض نہ کر مگر نہ مانا۔ ابراہیم بانگ بر دے زد کہ اے دشمن خداوند جملہ قاتلان امیر المومنین حسینی آنگاہ نیزہ از دست یکے از اصحاب خویش گرفتہ بر سینہ ایاس زد چنانچہ از پشتش بروں آمد و اصحاب ایاس منہزم شدہ و ابراہیم ایاس را ہمراہ خود بمنزل مختار بردہ با او گفت کہ ہر چند مقرر چناں بود کہ در فلاں شب خروج کنیم اما بوجہ روے نمود کہ توقف را مجال نیست مختار از حقیقت حال استفسار نمود ابراہیم کیفیت واقعہ را تقریر کرد مختار گفت بشرک اللہ بالخیر این نخستین فتحے است کہ در آئینہ مراد ما جلوہ گر آمد (۹۲) روضۃ الصفا۔

یہ پہلا روز ہے کہ مختار نے شکو ظہور کیا اوسی وقت ابن مطیع کے پاس بیس ہزار لشکر جمع ہوا۔ مگر مختار کے پاس صرف تین ہزار تین سو آدمی تھے۔ جس سے مختار نہایت خوف زدہ ہوے۔

ابن مطیع کو جب مختار کا حال معلوم ہوا تو اس نے شبث بن ربعی کو چار ہزار لشکر۔ راشد بن ایاس بن مضارب کو تین ہزار لشکر۔ حجار بن ابجر کو تین ہزار۔ غضاب بن قشعری کو تین ہزار۔ شمر بن ذی الجوشن کو تین ہزار۔ عکرمہ بن ربعی۔ شداد بن منذر۔ عبدالرحمن بن سوید کو بھی تین تین ہزار لشکر کے ساتھ مقابلہ مختار کے لئے روانہ کیا۔

مگر جب کارزار شروع ہوئی تو قبل از دو پہر لشکر ابن مطیع نے ہزیمت پائی اور مختار و ابراہیم مظفر و منصور ہوے۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ روسا شہر نے مگر ابن مطیع کو دار الامارت کوفہ سے باہر نکال دیا اور مختار سے طالب امان ہوے۔

ابن مطیع ایک جگہ جا کر پوشیدہ ہوا۔ مختار کو اسکی بھی خبر ملگئی۔ مگر یہ شرافت نفسی مختار کہ اونھوں نے ابن مطیع سے کہلا بھیجا کہ ہمکو تمہارے قیام کا حال معلوم ہے۔ گر ہم نہیں چاہتے

کہ ہماری وجہ سے تمکو کوئی صدمہ پہونچے لہذا خیریت اسی مین ہے کہ یہان سے نکل جاؤ۔ چنانچہ ابن مطیع شب کے وقت وہان سے بھاگ گیا۔ اور رسیدہ تھا ابن الزبیر کے پاس مکہ مین پہونچا وہان اوس نے خوب لعنت ملامت کی تو بصرہ چلا گیا جسکے بعد پھر نہ معلوم کیونکر ابن الزبیر کے پاس آیا اور مکہ مین مارا گیا جیسا کہ سابقاً مذکور ہوا۔

اب یہان آپ پہلے اسکی اون تقریرون کو یاد فرمایئے جو بروقت رخصتگی جناب امام حسین اس نے کی تھی کس طرح اپنے مان باپ چچا ماموں کو زبانی حضرت پر فدا کرتا تھا مگر یہ نہو سکا کہ حضرت کی رفاقت گوارا کرتا۔

ترک رفاقت کیسی دنیا کی طمع نے پہلے تو خلیفہ بننے کی آرزو پیدا کی کہ مدینہ مین سردار قریش بنے مگر خالی خولی خلافت سے کیا پیٹ بھرتا۔ ابن الزبیر کے پاس آئے۔ حکومت کوفہ پائی۔ وہان سے بیک بینی و دو گوش نکالے گئے تو پھر مکہ آئے۔ وہان سے بصرہ پہونچے۔ پھر مکہ آئے اور ابن الزبیر کے ساتھ واصل بجہنم ہوے۔

خداوند عالم ایسے ہی لوگون کی نسبت فرماتا ہے یقولون بافواههم ما لیس فی قلوبهم کہ زبان سے وہ باتین کہتے ہین جو دلمین نہین کہ روبروی جناب امام حسین کہتے جعلنا فداک خدا لک عمی و خالی فو الله لئن هلکت لنسترقن بعدک کہ ہم آپ پر فدا ہون۔ ہمارے چچا ماموں آپ پر نثار ہون اگر آپ ہلاک ہوے تو پھر ہم سب غلام بنائے جائینگے۔ مگر نصرت امام کیسی ابن الزبیر کی حمایت مین قاتلان امام حسین کے شریک حال ہین اور نہین چاہتے کہ خون امام کا بدلا لیا جائے۔ بلکہ قتل مختار و ابراہیم بن مالک اشتر کیلیے شمر ذی الجوشن اور شبث بن ربعی وغیرہ ملاعین کو بھیج رہے ہین تو پھر کون کہہ سکتا ہے کہ ان صحابہ کے دلمین ذرہ برابر بھی ایمان تھا یا محبت رسول کہ فرزند رسول کے خون کا انتقام لینا کیسا اور منتقمین کے خون کے پیاسے ہین۔

استیعاب ابن عبد البر کی مین تو اسیقدر انکے حالات تھے جو سابقاً مذکور ہوا۔ مگر ابن حجر عسقلانی نے اصابہ فی معرفۃ الصحابہ مین کچھ اور توضیح کی ہے جو حسب ذیل ہے ملاحظہ ہو ص ۲۹ جلد ۵

كان ابن مطيع من رجال قريش شجاعة ونجدة وجلدا فلما انهزم اهل الحرة
وقتل عبيد الله بن طلحة وفر عبد الله بن مطيع فنجا حتى توارى فى بيت امرءة
حيث لا يشعر به احد۔ فلما هجم اهل الشام على المدينة فى بيوتهم ونهبوهم
دخل رجل من اهل الشام دار المرءة التى توارى فيها ابن مطيع فراى المرءة
فاعجبته فراودها عن نفسها وامتنعت منه فصرعها فاطلع ابن مطيع على ذلك
فدخل فخلصها منه وقتل الشامى فقالت له المرءة بابى وامى من انت ثم سكن
عبد الله بن مطيع مكة وولاه ابن الزبير على امره لما ادعى الخلافة بعد موت
يزيد بن معويه فارسل عبد الله بن الزبير الى الكوفة اميرا ثم غلبه عليها
المختار بن ابى عبيد فاخرجه فلحق بابن الزبير فكان معه الى ان قتل معه
فى حصار الحجاج له وكان تقاتل اهل الشام وهو يرتجز انا الذى فررت
يوم الحرة والحر لا يفر الا مرة وهذه الكرة بعد الفرة۔ وقتل عبد الله
بن مطيع يومئذ وحملت راسه مع راس عبد الله بن الزبير۔

یعنی یہ عبد اللہ بن مطیع امیر قریش اہل مدینہ تھا جنگ حرہ مین۔ شجاعان قریش اور اہل نجدہ
وجلادت سے تھا جب اہل حرہ کو ہزیمت ہوئی اور عبید اللہ بن طلحہ مارا گیا۔ تو یہ بھاگ کر ایک
عورت کے گھر مین جا چھپا (اتر خانہ ای تھا) کہ کسیکو نہ معلوم ہوا کہان ہے۔ جب اہل شام نے
مدینہ کو غارت کرنا شروع کیا۔ تو ایک شامی اوس عورت کے گھر مین آیا اور زبردستی اوس
عورت سے حرامکاری کرنا چاہا چنانچہ زمین پر اوسے گرا دیا اوس وقت ابن مطیع باہر نکل آیا اور
اوس عورت کی جان بچائی اور شامی کو قتل کیا۔ جب اوس عورت نے کہا تو کون ہے اوسکے
بعد ابن مطیع مکہ گیا اور عبد اللہ بن زبیر کا وزیر بنا۔ ابن الزبیر نے حاکم کوفہ مقرر کرکے بھیجا۔ وہان سے
مختار نے اسکو نکال دیا۔ پھر ابن الزبیر کے پاس آیا اور اوسکے ساتھ رہا یہانتک کہ مارا گیا۔
دونون کا سر دمشق روانہ کیا گیا۔

یہ ہے انکے فرار کی حالت کہ نہ معلوم اوس عورت کے مکان مین کہان چھپے تھے جس کی
اوس عورت کو بھی خبر نہ ہوئی پھر یہ کیا رفاقت جناب امام حسینؑ کر سکتے تھے جو ایسے بزدل نامرد

تھے کہ اپنے فرار سے خلیفۂ دوم کو بھی شرمندہ کر دیا کیونکہ خلیفۂ دوم جو بھاگے تھے تو پہاڑ کے درہ میں
چھپے تھے نہ کسی عورت کے مکان میں ایسا پوشیدہ ہوں کہ کسی کو خبر تک نہو۔
ولن ابن مطیع اپنی رجز میں کہتا ہے والحر لایفر الامرۃ کہ آزاد ایک ہی دفعہ بھاگتا ہے
مگر یہاں نے اپنے دیکھ لیا کہ یہ دو مرتبہ بھاگا ایک مدینہ سے دوسری مرتبہ کوفہ سے۔ پھر معلوم کس طرح
اپنے خاندانی شخص عمر بن الخطاب پر یہ طعن کر رہا ہے والحر لایفر الامرۃ جس میں اسکا
بھی اشارہ ہے کہ خلیفۂ دوم حر نہ تھے کیونکہ صنحاک حبشیہ کی اولاد سے تھے جو لونڈی تھی۔
بہرحال ان حالات سے آپکو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ صحابہ کیسے ایماندار تھے کہ جانتے تھے
جناب امام حسین ضرور شہید ہونگے اور حضرت کی شہادت سے عزت اسلام۔ عزت قریش
عزت عرب خاک میں ملجائیگی۔ مگر طمع حیات دنیا حضرت کا ساتھ نہ دیا اور آخر اس ذلت
وخواری سے مارے گئے کہ کوئی نام لینے والا بھی انکا دنیا میں نہ رہا۔
بخلاف جناب سید الشہداء روحی لہ الفداء کہ وہ کام کیا جس سے آجتک اسلام
زندہ ہے ورمخالف موافق سب کہتے ہیں یہ اسلام آپ ہی کی بدولت باقی ہے۔
جو خیال ابن مطیع نے ظاہر کیا تھا کہ اگر امام حسین شہید ہوئے تو ہم سب غلام بنائے جائینگے۔
اسی خیال کو زید بن ارقم صحابی بھی ظاہر کرتے ہیں چنانچہ تاریخ خمیس میں ہے صفحہ ۳۲۷ جلد ۲
وفی اسد الغابہ ولما قتل الحسین انفذ عمر بن سعد راسہ ورؤس اصحابہ
فجمع الناس واحضر الرؤس وجعل ینکت بالقضیب بین ثنیتی الحسین
فلما رآہ زید بن ارقم لایرفع قضیبہ قال لہ اعل بہذا القضیب فواللہ الذی
لا الہ غیرہ لقد رایت شفتی رسول اللہ علی ہاتین الشفتین یقبلہما ثم بکی
فقال لہ ابن زیاد ابکی اللہ عینیک فواللہ لولا انک شیخ قد خرفت لضربت
عنقک فخرج وھو یقول انتم یا معشر العرب العبید بعد الیوم قتلتم الحسین
بن فاطمہ وامرتم ابن مرجانہ فھو یقتل خیارکم ویستعبد اشرارکم
یعنی جب سر مبارک امام حسین اور آپکے اصحاب کا ابن زیاد کے پاس آیا اور اوسنے لب و دندان
کو چھڑی سے چھیڑنا شروع کیا تو زید بن ارقم نے کہا اپنی چھڑی اوٹھالے کہ میں نے خود دیکھا ہے

رسول اللہ اس لب و دندان پر اپنا منہ رکھتے تھے۔ بوسے لیتے تھے اور
اس کے بعد رونے لگے تو ابن زیاد نے کہا خدا تم کو رولائے اگر تم شیخ
نہ ہوتے تو ابھی قتل کئے جاتے اس کے بعد زید بن ارقم وہاں سے
باہر چلے گئے اور کہتے تھے اے عرب تم آج سے غلام ہوئے کہ
امام حسینؑ کو تو قتل کیا اور ابن مرجانہ کو اپنا حاکم بنایا جو نیکوں کو
قتل کرے گا اور شریروں کو غلام بنائے گا۔

جس سے معلوم ہوا کہ کل صحابہ یہ جانتے تھے کہ امام حسینؑ ہی
کی بدولت عزت اسلام قایم ہے ورنہ حضرت اگر شہید ہوے
تو اسلام کی عزت مٹ جائے گی سب لونڈی غلام بن جائینگے
مگر کسی صحابی کو اتنا بھی اسلام کا درد نہ تھا کہ اگر یہ حمایت
فرزند رسول نہ نکلتے تو کاش اسلام ہی کی حمایت کرتے
اور اس روز بد سے اسلام کو بچاتے کہ حضرت کے بعد
اسلام ذلیل ہوگا اور مسلمان لونڈی غلام بن جائینگے۔

زید بن ارقم صحابی کوئی معمولی آدمی نہیں ہیں صحابی رسول ہیں اور بڑے پایہ کے
صحابی ہیں۔ ہمارے دوامی مخاطب مولوی عبد الشکور صاحب اڈیٹر النجم نے اسد الغابہ
کا ترجمہ کیا ہے جسمیں اونکا حال حسب ذیل مرقوم ہے۔ جت ۲ جلد ۴۔

زید بن ارقم سے چند وجہوں سے مروی ہے کہ یہ رسول اللہ کے ہمراہ سترہ غزووں میں
شریک ہوے اور غزوہ احد میں کم سن سمجھے گئے۔ زید بن ارقم سے روایت کرکے خبر دی
کہ میں اپنے چچا کے ہمراہ تھا عبد اللہ بن ابی سلول کو کہتے سنا کہ وہ اپنے اصحاب سے کہہ رہا تھا
کہ اے لوگو یہ جو رسول خدا کے پاس ہیں انپر خرچ نہ کرو یہاں تک کہ شکستہ ہو جائیں
اور اگر ہملوگ مدینہ کی طرف لوٹینگے تو ضرور بالضرور وہاں سے عزت دار۔ ذلیل کو نکالدیگا
پس میںنے اس کو اپنے چچا سے بیان کیا انہوں نے رسول خدا سے اسکا ذکر کردیا آپ نے
مجھے بلایا میں نے آپ سے بھی بیان کردیا آپ نے عبد اللہ اور اوسکے ہمراہیوں کی طرف

بھیجا وہ لوگ قسم کھا گئے کہ انہون نے نہین کہا پس رسول خدا نے مجھی جھوٹا قرار دیا اور ان لوگونکی تصدیق کی اس سے مجھ کو اتنا صدمہ ہوا کہ کبھی نہ ہوا تھا پس مین گھر مین بیٹھ رہا مجھ سے میرے چچا نے کہا کہ تم نے کیا ارادہ کیا تھا کہ تم کو رسول خدا نے جھٹلایا اور تم سے ناخوش ہین پس اللہ تعالے نے اذا جاءک المنافقون نازل فرمایا آپ نے میری طرف آدمی بلانے کو بھیجا اور مجھکو پڑھ کر سنایا اور فرمایا کہ خدا نے تمہاری تصدیق کی۔ لوگون نے بیان کیا ہے کہ یہ سب سے پہلے مقام مریسیع کے موقع پر شریک ہونے۔ کوفہ مین رہتے تھے اور مقام کندہ مین ان کا گھر تھا اور یہین ۶۶ھ مین انتقال ہوا اور بعض لوگ کہتے ہین کہ امام حسینؑ کی شہادت کے تھوڑے ہی دنون بعد وفات پائی۔

ابوبکر و عمر کی دوڑ مگر استیعاب مین عجب لطف انگیز مضمون ہے فتبادر ابوبکر و عمر الی زید لیبشراہ فسبق ابوبکر فاقسم عمر ان لا یبادرہ بعدہا الی شئی وجاء النبی ص فاخذ باذن زید قال وعت اذنک یا غلام۔ صـ۱۹۶ ج اول۔

یعنی جب یہ سورہ نازل ہوا تو ابوبکر و عمر دوڑے کہ جا کر زید کو بشارت دین۔ مگر ابوبکر دوڑ کر آگے نکل گئے جسپر عمر نے قسم کھا لی کہ اب کبھی ہم آپ کے آگے نہ دوڑینگے جب زید حضرت کی خدمت مین آئے تو آپ نے ان کا کان پکڑ کر فرمایا کہ اے لڑکے تیرے کانون نے خوب یاد کر رکھا تھا۔

اس واقعہ سے اس آیہ سے خوب تصدیق ہوئی جو خدا سورہ آل عمران مین فرماتا ہے لاتحسبن الذین یفرحون بما اتوا ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبنہم بمفازۃ من العذاب ولہم عذاب الیم۔ جو لوگ اپنے کامون سے خوش ہوتے ہین اور جو کام نہین کرتے اونکی بارے مین چاہتے ہین کہ انکی تعریف کی جائے اونکی نسبت نہ خیال کرنا کہ وہ عذاب سے رستگار ہو جائینگے اونکے لئے عذاب الیم ہے۔

کیونکہ یہ تو ظاہر ہے اس مین کسی قسم کی شرکت خلفا کی نہ تھی۔ زید نے واقعہ بیان کیا اور صحابہ نے آکر قسم کھائی کہ ہمنے نہین کہا۔ خدا نے زید کی تصدیق مین سورۃ المنافقون

نازل کیا حضرت نے زید کو بلوا بھیجا۔ پھر ان کا دوڑ کر جانا کہ بشارت دین اگر مقصد ان یحمدوا بمالم یفعلوا نہین ہے تو کیا ہے کہ جس کام مین کسی قسم کی بھی انکو مداخلت نہ تھی اوس مین دوڑ کر جانا کہ بشارت دیکر شکر گذار بنائین۔

بہر حال ہم نہین سمجھتے کہ ہوا داران صحابہ یہان کیا عذر کر سکتے ہین کہ زید بن ارقم نے جناب امام حسینؑ کی کسی قسم سے مدد نہ کی حالانکہ کوفہ ہی مین ان کا قیام تھا محلہ کندہ مین گھر بنایا تھا مگر حضرت امام حسینؑ کو نہ نکلے اور نہ کسی طرح خدمت کی۔

اللہ اللہ ایسے صحابی جو قبیلہ انصار سے تھے اور وقت ورود رسول اللہ سے حاضر خدمت رہے اور کل غزوات رسول مین شریک رہے باستثناء دو غزوہ کہ بسبب کمسنی اوس مین قابل جنگ نہ مانے گئے۔ اہل سنت اونکی طرف سے کیا عذر کر سکتے ہین۔

مولوی عبدالشکور صاحب نے انکی برات کے لئے تو لکھ دیا کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے تہوڑے ہی دنون بعد انہون نے انتقال کیا مگر اس سے وہ الزام سے کیونکر بری ہو سکتے ہین کیونکہ آپ تاریخ خمیس سے دیکھ آئے ہین کہ جب حضرت امام حسینؑ کا سر ابن زیاد کے دربار مین آیا ہے تو زید وہان موجود تھے جس سے معلوم ہوا کہ نہ وہ علیل تھے نہ کسی قسم سے مجبور پھر بجز قلت ایمان اور کیا ثابت ہوا جو وہ معرکہ کربلا مین نہ شریک ہوئے حالانکہ اونکو بعلم الیقین معلوم تھا رسول اللہ سے ہزارون مرتبہ سن چکے تھے کہ بعد شہادت امام حسینؑ اہل اسلام یزید کے غلام بنجائینگے پھر یہ کیسے عاشق رسول اور ہمدرد اسلام تھے کہ اگر رسول اللہ کی محبت کا بھی خیال تھا تو اسلامی ہمدردی بھی نہ تھی کہ اسلام کی امداد کو اوٹھتے اور اسلام کو اس مصیبت سے بچاتے۔

بہر حال ترجمہ اسد الغابہ مین جو قول لکھا گیا ہے کہ واقعہ کربلا کے تہوڑے ہی دنون بعد زید کی وفات ہوئی۔ اگرچہ دافع الزام نہین ہے مگر یہ قول بھی غلط ہے کیونکہ استیعاب اور اسد الغابہ مین سنہ وفات ۶۸ سنہ لکھا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ۸ برس واقعہ کربلا کے بعد زندہ رہے مگر نہ خود امام کی نصرت کی نہ آپکے خون کا انتقام لیا۔

جس سنہ میں زید بن ارقم نے وفات پائی اوسی سنہ میں خلیفہ دوم کے بیٹے عاصم
بھی مرے ہیں مگر حضرت امام حسینؑ کو انہوں نے بھی ترک کیا تاریخ خمیس میں ہے وفیہا مات
عاصم بن عمر الخطاب العدوی ولد فی حیاۃ النبی م وہو جد الخلیفہ العادل عمر بن عبد العزیز لامہ
کہ اسی سنہ میں عاصم بن عمر بن الخطاب کی وفات ہوئی جو عہد رسول میں پیدا ہوئے تھے یہ تو
خلیفہ دوم کے فرزند تھے ان سے بہت امید ہو سکتی ہے کہ امام کی مدد کریں۔

انس بن مالک ان کی حالت تو اور بھی سب سے عجیب و غریب ہے کیونکہ صحیح بخاری میں ہے عن محمد
بن انس بن مالک اتی عبید اللہ بن زیاد برأس الحسین فجعل فی طست فجعل ینکت فقال فی
حسنہ شیئا فقال انس کان اشبہہم برسول اللہ وکان مخضوبا بالوسمۃ قال العینی محمد بن انس
روایت کرتے ہیں انس سے کہ جب امام حسینؑ کا سر مبارک ابن زیاد کے پاس لایا گیا تو
ایک طشت میں رکھا گیا اور وہ ملعون چھڑی سے چھیڑتا تھا تو ابن زیاد نے کچھ حضرت کے
حسن کے بارے میں کہا تو انس نے کہا کہ حضرت امام حسینؑ سب سے زیادہ مشابہ تھے رسول اللہ
سے اور آپکی ریش مبارک وسمہ سے خضاب کی ہوئی تھی۔

اس روایت کو دیکھ کر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ انس بن مالک مسلمان تھا صحابی رسول اللہ م
تھا اسکے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان تھا۔ کیونکہ معمولی انسان بھی اسکو گوارا نہیں کر سکتا
کہ کوئی شخص مردہ جانور کے ساتھ ایسی حرکت کرے کہ اوس کے لب و دندان پر بعد مردن
چھڑی لگائے۔

ہمکو یہاں ابن زیاد ملعون سے کوئی بحث نہیں کیونکہ وہ تو حرام زادہ تھا اوس سے جو کچھ
نہ ہو تعجب کیا ہے مگر گفتگو تو انس بن مالک سے ہے جو صحابی رسول اللہ میں اور انکے سامنے
وہ ملعون اس قسم کی بے ادبی کر رہا ہے مگر ان کی انسانیت بھی نہیں متحرک ہوتی اور کوئی
اعتراض بھی نہیں کرتے کہ او ملعون تو کیا کر رہا ہے یہ فرزند رسول اللہ ہیں۔
کیا خوب لکھا ہے علامہ عینی نے شرح صحیح بخاری میں جلد ۷ صفحہ ۶۵۵ وقال سبط ابن الجوزی اما
کان لرسول اللہ م علی انس من الحقوق ان ینکر علی ابن زیاد ویقبح لہ ما فعل من قرع ثنایا
الحسین بالقضیب یعنی کہا سبط ابن الجوزی نے کیا رسول اسلام کا اتنا حق بھی نہ تھا انس

بلکہ وہ انکار کرتا ابن زیاد کے اس فعل کے اوپر اور قبیح کرتے اسکو جو وہ دندان امام حسینؑ پر چھڑی لگاتا۔

پس اسی سے ایمان انس کو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ کیسی خوشامدی اور ایماندار تھے کہ انکے سامنے ابن زیاد ملعون یہ بے ادبی کررہا ہے اور اونکو اتنی بھی غیرت نہیں آتی کہ اوسکے اس فعل قبیح پر انکار کریں اور اوسکی برائی بتائیں۔

ناصبیت بخاری جہاں انس بن مالک کی ایمانداری آپ نے ملاحظہ کی وہاں بخاری کی دیانتداری بھی دیکھئے کہ روایت انس مذکور میں لکھتے ہیں فقال فی حسنہ شیئا کہ ابن زیاد ملعون نے حضرت کے حسن و جمال کی نسبت کچھ کہا جسکا ظاہری مطلب تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اعتراض کیا حالانکہ علامہ عینی لکھتے ہیں و فی روایۃ الترمذی رحمہ اللہ ما رایت مثل ہذا حسنا لم یذکر فقال انس کان اشبہہم برسول اللہ صلعم ترمذی کہ روایت ترمذی میں ہے نہیں دیکھا ہے مثل اسکے حسن کیوں ذکر کیا جاتا ہے تو انس نے کہا وہ سب سے زیادہ شبیہ تھے رسول اللہ سے۔

اگر آخری فقرہ لم یذکر نکال دیا جائے تو معلوم ہو کہ ابن زیاد حضرت کے حسن کی تعریف کررہا ہے کہ ایسا حسین و جمیل نہیں دیکھا اگر لم یذکر ہو کیوں ذکر کیا جاتا ہے سے علماء اہل سنت نے یہ معنی نکالا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ آپ کچھ ایسے حسین نہ تھے یہ کیوں مشہور کیا جاتا ہے کہ آپ بڑے حسین تھے جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے بیان کیا ہے مگر فتح الباری صفحہ ۳۹۹ میں ترمذی کی حدیث میں اسیقدر عبارت ہے ما رایت مثل ہذا حسنا تو بہرحال اس میں نہ ابن زیاد کا کوئی اعتراض ہے نہ کلام کہ حضرت کے حسن و جمال میں اوس نے کوئی اعتراض کیا ہو پھر بخاری کا یہ جملہ مبہم فقال فی حسنہ شیئا اگر از راہ ناصبیت نہیں ہے تو کیا ہے چاہا لوگوں کو دہوکے میں ڈالیں کہ ابن زیاد نے حضرت کے حسن پر اعتراض کیا۔

بہرحال یہ انس بن مالک کوئی معمولی صحابی نہیں ہیں بلکہ بڑے پایہ کے صحابی ہیں اسد الغابہ مستیعاب اصابہ میں بہت کچھ ان کے فضائل و مناقب لکھے ہیں خادم رسول کہلانے جسم

نو برس کے تھے اوس وقت سے خدمت رسول مین حاضر رہے۔ بڑے مالدار تھے ایکسو سات یا ایک سو تین برس تک زندہ رہے وقت وفات آپ انکے ایکسو بیس لڑکے لڑکیان تھین سنہ ۹۰ھ مین وفات پائی۔ صحیح بخاری مین دو سو اٹھاسی روایتین انکی موجود ہین صفحہ ۵۹۵ مقدمہ فتح الباری۔ مگر یہ شخص ایسا ناصبی تھا کہ جناب امیر ؑ اور تمامی اہلبیت طاہرین سے اس کو عداوت تھی۔ چنانچہ کنز العمال مین ہے عن دینار عن انس قال کنت مع رسول اللہ فی بستان فاہدی لہ طائر مشوی فقال اللہم ائتنی باحب الخلق الیک فجاء علی ابن ابیطالب فقلت رسول اللہ مشغول فرجع ثم جاء بعد ساعۃ ودق الباب فرددتہ مثل ذلک ثم قال رسول اللہ ص یا انس افتح لہ فقال ما ردو تہ فقال یا رسول اللہ کنت الطمع ان یکون رجلا من الانصار فدخل علی ابن ابیطالب ؑ فاکل معہ من الطیر فقال رسول اللہ المرء یحب قومہ کرو ابن النجار۔ والیضا۔

یہ حدیث طیر مشہور و متواتر ہے جس مین رسول اللہ ص نے دعا کی تھی کہ خداوندا جو سب سے زیادہ تیرا محبوب ہو او سکو لا کہ ہمارے ساتھ اس کباب طائر کو کہائے جناب امیر آئے تو انس نے جو بیرون در تھے یہ کہکر واپس کر دیا کہ رسول اللہ مشغول ہین ایک ساعت کے بعد پھر تشریف لائے تو پھر انس نے وہی کہا تو حضرت نے کہا اے انس کہولدے دروازہ کہ بہت زیادہ ہوا کہ تو نے اونکو پہیرا۔ انس نے کہا ہم چاہتے تھے کہ کوئی شخص انصار سے ہو ناپس داخل ہوئے جناب امیر اور کہایا حضرت کے ساتھ آنحضرت ص نے فرمایا یہ شخص اپنی قوم کو دوست رکھتا ہے۔

روایت ریاض النضرہ مین ہے کہ حضرت نے ایک لقمہ کھایا تھا کہ دعا کی جناب امیر آئے اور دق الباب کیا۔ انس نے یہ کہکر کہ حضرت مشغول ہین جناب امیر ؑ کو نہ آنے دیا پھر حضرت نے ایک لقمہ کھایا اور دعا کی پھر جناب امیر ؑ آئے اور انس نے وہی فقرہ کہکر رخصت کیا تیسری دفعہ پھر حضرت نے ایک لقمہ کھایا اور دعا کی جناب امیر ؑ تشریف لائے اور انس نے وہی کہا تو جناب امیر ؑ نے انس کو مارا اور آواز بلند کیا جس پر حضرت نے حکم دیا اے انس دروازہ کہولدے۔ آ۔ قضاۃ صفحہ ۱۹۰۔

چونکہ کتاب مستطاب عبقات الانوار کی دو جلد خاص اسی حدیث کے تواتر و شہرت میں تصنیف ہوئی ہے لہذا زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں مگر یہ تو بالیقین معلوم ہوا کہ انس ایسے بزرگ تھے کہ صرف جناب امیرؑ سے عداوت ہی نہیں تھی بلکہ خود رسول اللہؐ پر حضرت کے سامنے افترا کرتے کہ حضرت تو دعا کرتے ہیں کہ احب الخلق کو لا اور جناب امیر آتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ مشغول ہیں اب اس سے بڑھ کر اور کیا افترا ہوسکتا ہے وہ بھی ایک دفعہ نہیں بلکہ دو بلکہ تین مرتبہ کہ جب جناب امیرؑ نے انکو مارا اور آواز بلند کیا تب اس نے اندر داخل ہونے دیا۔

روایت کنز العمال میں خود حضرت کی زبانی ان کی برأت ثابت کرنی چاہی کہ حضرت نے فرمایا ہر شخص اپنی قوم کو دوست رکھتا ہے مگر افسوس اس سے انس کو کیا فائدہ ملا کہ محبت اور چیز ہے اور خدا و رسول پر افترا اور چیز ہے رسول دعا کرتے ہیں کہ احب الخلق کو لا۔ خدا جناب امیرؑ کو بھیجتا ہے۔ انس جھوٹھ بولکر پھیر دیتے ہیں کیا یہ محبت قوم کہلا سکتی ہے؟

اب اربعین علامہ جلال الدین محدث ملاحظہ فرمائے کہ تواتر حدیث غدیر میں لکھتے ہیں کہ کچھ لوگ حضرت کے پاس آئے اور کہا السلام علیک یا امیر المومنین السلام علیک یا مولانا تو حضرت نے موجودین صحابہ سے کہا کہ جسنے رسول اللہؐ سے حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کو سنا ہو وہ گواہی دے۔ بارہ صحابی نے گواہی دی مگر انس بن مالک اور براء بن عازب نہ اوٹھے نہ گواہی دی فقال علی لانس بن مالک والبراء بن عازب ما منعکما ان تقوما فتشہدا فقد سمعتما کما سمع القوم فقال اللہم ان کانا کتما معاندة فابلہما فاما البراء فعمی فکان یسأل عن منزلہ فیقول کیف یرشد من ادرکتہ الدعوة واما انس فقد برصت قدماہ وقیل لما استشہدہ علی عؑ علی قول النبیؐ من کنت مولاہ فعلی مولاہ واعتذر بالنسیان فقال اللہم ان کان کاذبا فاضربہ ببیاض لا تواریہ العمامہ فبرص وجہہ فسدل بعد ذلک برقعا علی وجہہ۔

تو جناب امیرؑ نے انس اور براء بن عازب سے پوچھا کہ تم نے کیوں نہ گواہی دی حالانکہ تم دونوں نے بھی اوسیطرح سنا تھا جسطرح سب نے سنا تھا پھر فرمایا خداوندا اگر ان دونوں نے

ازراہ عناد کتمان کیا ہے تو ان دونوں کو مبتلائے مصیبت کر۔ براء بن عازب تو اسکے بعد اندھے ہوئے کہ اپنے گھر کی راہ لوگوں سے پوچھتے اور کہتے کیونکر راہ پا سکتا ہے وہ شخص جسپر بددعا پڑے اور انس کو عارضہ برص ہوا۔ دوسری روایت مین ہے کہ جب انس نے نسیان کا عذر کیا تو حضرت نے فرمایا کہ خداوندا اگر یہ جھوٹا ہے تو اسکو برص مین مبتلا کر جسے عمامہ نہ چھپا سکے اوس کے بعد انس کا چہرہ ایسا مبروص ہوا کہ اوسپر برقعہ ڈالے رہا کرتے۔

اس زمانہ کے مشہور مولوی عبد الشکور نے ترجمہ اسد الغابہ مین اسپر یون پردہ ڈالا ہے صفحہ ۹۰ جلد اول "اور اپنی دونوں کہنیون پر خلوق لگایا کرتے تھے اس سبب سے کہ انکی کہنیوں مین کچھ سپیدی تھی جسپر حاشیہ دیتے ہین خلوق ایک قسم کا ابٹن ہوتا ہے سپیدی کا عیب چھپانے کیلئے اوسکو لگاتے ہین"

مگر یہ لکھا کہ ان کو برص ہو گیا تھا نہ یہی لکھا کہ یہ نتیجہ بددعا کے جناب امیرؑ کا تھا جبکہ گواہی مین کتمان کیا تھا۔ اس سے اہل سنت سمجھ سکتے ہین کہ جب کہ حضرت کو خلا مل چکی ہے احکام آپکے نافذ ہو رہے ہین اوس وقت تو اسطرح چھپایا واے برحال اُس زمانہ کے کہ حضرت کے مخالفین سر پر آرا ہے مخالفت ہین کس طرح ادن لوگوں نے کتمان حق کیا ہوگا۔

اسپر طرہ سنئے کہ یہ انس بن مالک ایسے بزرگ ہین کہ ریشمی عمامہ اور جبہ خز و خز پہنا کرتے جیسا کہ طبقات ابن سعد مین ہے حالانکہ صحیح بخاری مین ہے کہ حضرت فرمایا جس نے دنیا مین ریشم پہنا وہ آخرت مین محروم رہیگا۔

انس کا عذر بھی "قابل دید ہے کہ لوگون نے پوچھا دوسروں کو تو آپ ریشمی کپڑ سے منع کرتے ہین پھر خود کیون پہنا کرتے ہین تو کہا ہمارے امراء ہمکو پہنا دیا کر ہین اور چاہتے ہین کہ اس لباس کو ہمپر دیکھین۔

پھر بتائیے ایسا شخص کس درجہ کا ایماندار ہوگا۔

کتاب الاوائل ابو ہلال عسکری مین ہے کہ انس بن مالک کو حجاج نے ساٹھ بور

مقرر کیا ہو جو زمین فارس مین ہو دو سال وہان رہے۔ مگر نماز کو قصر کرتے اور روزہ ماہ رمضان کا نہ رکھتے اور کہا کرتے کہ دیکھیے کب ہم یہان سے معزول ہوتے ہین۔

انھین وجہون سے تو امام ابو حنیفہ فرمایا کرتے ہین اترک قولی بجمیع اقوال الصحابہ الا ثلثہ منھم ابو ہریرہ وانس بن مالک وسمرہ بن جندب کما فی کتاب علام الاخیار للکفوی کہ ہم سب صحابہ کے قول کے مقابلہ مین اپنا قول چھوڑ دین گے مگر ابو ہریرہ۔ انس بن مالک۔ سمرہ بن جندب کہ ان کے قول کے مقابلہ مین ہم اپنا اجتہاد نہین چھوڑ سکتے اس سے زیادہ توضیح کی ضرورت ہو تو کتاب مستطاب استقصاء الافحام جلد ۲ صفحہ ۱۰۷ ملاحظہ ہو اس تحریر سے آپ کو معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ شخص کیسا ناصبی اور دشمن جناب امیرؑ تھا کہ حدیث طیر مین وہ کارروائی کی۔ حدیث غدیر مین یہ کارروائی۔ پھر اوس نے اگر نصرت جناب امام حسینؑ ترک کی تو کونسا تعجب ہے جب ابن زیاد ملعون کے اوس ظلم شدید پر بھی اسکو اسلامی جوش نہ آیا۔

خدا نے دنیا مین ہی اسکا عذاب چکھا دیا کہ جس حجاج کی طرف سے حاکم بنکر یہ سابور مین گیا تھا اوسی حجاج نے ان کی گردن پر مہر دی تھی چنانچہ مولوی عبد الشکور ترجمہ اسد الغابہ مین لکھتے ہین صفحہ ۱۸۰ جلد اول

مین نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا کہ ان کے گلے مین مہر دی ہوئی تھی حجاج نے تمام صحابہ کی گردنون پر مہر دے دی تھی۔ یہ مہر حجاج نے بغرض توہین دی تھی اس کا سبب ہم نے سہل بن ساعدی کے تذکرے مین بیان کیا ہے۔

پھر جلد ۲ صفحہ ۱۸۵ مین لکھتے ہین۔

سہل رسول خدا کی وفات کے دن پندرہ برس کے تھے اور سہل طویل العمر ہوئے یہان تک کہ انھون نے حجاج بن یوسف کے زمانہ کو پایا اور اسکے

وقت مین وفات پائی۔ حجاج نے سنہ ۷۴ھ مین سہل کو لکھا کہ تمکو امیر المومنین حضرت عثمان کی مدد کرنے سے کس چیز نے روکا تھا انھون نے جواب دیا مین نے مدد کی تھی حجاج نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو پھر حکم دیا کہ ان کی گردن مین مہر لگا دی جاے۔ اور انس بن مالک کی گردن مین بھی مہر لگائی تھی یہان تک کہ عبد الملک بن مروان کا حکم ان کے بارے مین حجاج کے پاس آگیا۔ اور جابر بن عبد اللہ کے بھی ہاتھ مین مہر لگائی گئی تھی مقصد اس مہر لگانے سے یہ تھا کہ ان لوگون کو ذلیل کرے اور تاکہ لوگ ان سے دور رہین اور ان لوگون سے سماعت حدیث نہ کرین صفحہ ۱۸۵

یعنی انس کے ساتھ سہل بن سعد ساعدی بھی مل گئے جنھون نے امام حسین کی نصرت نہین کی اور اپنی جان بچائی اور فرزند رسول کو ذبح ہونے دیا جس سے خدا نے دنیا مین انکو یہ عذاب دیا کہ جب تک زندہ رہے اس طرح کے عذاب مین مبتلا رہے۔ سہل بن سعد ساعدی کی روایت شیعون مین بہت مشہور ہے کہ جس وقت اسیران کربلا داخل دمشق ہوے ہین تو ان سے ملاقات ہوئی ہے اور بہت کچھ ان حالات پر گریہ وزاری کیا ہے۔ مگر یہ نہ ہو سکا کہ کچھ مدد کرتے اور کم سے کم فوج یزیدی سے لڑتے اور جام شہادت نوش کرتے اہل سنت ان صحابہ کے بارے مین یہ عذر کرتے ہین کہ ان لوگون مین طاقت مقابلہ نہ تھی کہ ان اشرار سے مقابلہ کرتے مگر یہ سب عذر صرف اہلبیت اطہار کی نصرت نہ کرنے مین چلتا ہے ورنہ اپنے ذاتی اغراض مین فوج کشی وغیرہ سب کرتے ہین چنانچہ سنہ ۷۵ہجری مین یعنی واقعہ کربلا کے پندرہ برس بعد جب کہ زمانہ حکومت حجاج تھا۔ تو اہل بصرہ نے حجاج پر خروج کیا ہے تو اوسمین انس کا بیٹا مارا گیا۔ جب یہ قصہ فرو ہوا تو انس حجاج کی ملاقات کو تشریف لائے تاریخ کامل مین ہے صفحہ ۱۴۹ جلد ۴

فحین دخل علیہ انس قال لا مرحبا و لا اھلا یا ابن خبیثۃ

شیخ ضلالة جوال فی الفتن مرة مع ابی تراب مرة مع ابن الزبیر
ومرة مع ابن الجارود لاجردنك جرد القضیب ولاعصبنك عصب
السلمة ولاقلعنك قلع الصمغة۔

یعنی جب انس بن مالک حجاج کے دربار مین گئے تو حجاج نے کہا نہ مرحبا ہو اے پسر خبیثہ شیخ ضلالہ جو ہر فتنہ مین گھومنے والا ہے گاہے ابو تراب کے ساتھ رہا ہے گاہے ابن الزبیر کے ساتھ۔ گاہے ابن الجارود کے ساتھ۔ قسم خدا کی ہم اس طرح کھال کھینچین گے جس طرح گوہ کی کھال پکانے کے بعد چھڑائی جاتی ہے۔ اور اسیطرح باندھین گے جس طرح درخت سلمہ باندھا جاتا ہے (ایک درخت ہے جب کاٹا جاتا ہے تو اسکے پتے باندھ دیے جاتے ہین) اور اس طرح تیرا قلع قمع کرین گے جس طرح گوند کسی درخت کا چھڑالیا جاتا ہے۔

مگر نہ معلوم اس ملعون حجاج نے جناب امیر کا نام کیون لیا مرة مع ابی تراب کیونکہ انس نے تو کسی زمانہ مین بھی حضرت کی نصرت نہین کی بلکہ ہمیشہ مخالف رہا عہد رسول اللہؐ مین بھی اور عہد خلفائے ثلثہ مین بھی۔ بلکہ خود عہد جناب امیرؑ مین کہ جب حضرت نے حدیث غدیر پر گواہی لی ہے تو انس نے گواہی نہ دی جسپر حضرت نے بددعا کی ہے اور حضرت کی بددعا سے وہ مبروص ہوئے پھر انھون نے جناب امیر کا کب ساتھ دیا جو حجاج اس طرح کہہ رہا ہے۔

بہرحال ہماری غرض انس بن مالک کے تذکرہ سے یہ ہے کہ اگر صحابہ سے صرف یہی ایک شخص بھی جناب امام حسینؑ کی نصرت پر آمادہ ہوتا تو حضرت اس غربت سے شہید نہ ہوتے کیونکہ خود انس کی اتنی اولاد تھی کہ اسد الغابہ مین ہے جس کا ترجمہ مولوی عبدالشکور صاحب نے چھپوایا ہے صد ۱۸۱ جلد اول۔

جب ان کی وفات ہوئی تو ان کے لڑکے اور لڑکون کے لڑکے اکیسو بیس (۱۲۰) تھے اور بعض لوگ کہتے ہین۔ قریب سو کے ان کی انگوٹھی مین بیٹھے ہوئے شیر کی تصویر تھی۔

یہ اپنے دانتوں کو سونے کے تاروں سے باندھتے تھے اور بڑے قادر تیر انداز تھے اپنے بیٹوں کو بھی حکم دیتے تھے کہ میرے سامنے تیر اندازی کرو کبھی خود بھی اُن کے ساتھ تیر اندازی کرتے تھے اور آپ کا تیر اکثر نشانہ پر لگتا تھا اسوجہ سے غالب آجاتے تھے ،،

تو کیا ایسا صحابی رسول اگر امام حسین کا ساتھ دیتا تو ممکن تھا حضرت اس بیکسی سے شہید ہوتے کیونکہ خود حضرت کے ۷۲ اصحاب نے فوج یزیدی کو تہ وبالا کیا تھا پس اگر انس اپنے انھیں لڑکوں کے ساتھ شریک ہو جاتے تو کتنی قوت بڑھ جاتی۔ مگر جس صحابی کے دل مین بت پرستی کا یہ ذائقہ پڑا ہو کہ وہ اپنی انگوٹھی مین شیر کی تصویر رکھے حالانکہ کسقدر حضرت کی تاکید اس بارے مین ہے اوس سے کیا اُمید ہو سکتی ہے۔

اڈیٹر انجم اسیر حاشیہ دیتے ہین وہ غالبًا یہ واقعہ اس سے پہلے کا کہ تصویر کی حرمت شرع مین وارد ہو۔

مگر یہ ایسی تحریر ہے کہ جہان تک مضحکہ کیا جائے کم ہے کہ آپ خود لکھتے ہین ،، انگوٹھی مین بیٹھے ہوئے شیر کی تصویر تھی ،، جس سے معلوم ہوا کہ وقت موت تک وہ انگوٹھی ان کے ہاتھ مین تھی پھر یہ تاویل کیسی لغو ہے۔ کیا جو کام لاعلمی مین یا ایک دفعہ کوئی لغزش ہو جائے اوس کا اس طرح بیان کیا جاتا ہے اور جو شخص روزہ نہ رکھے ریشمی لباس پہنے اوس سے اس تصویر دار انگوٹھی پر تعجب ہو سکتا ہے؟ اگر ان کی یہ حالت نہ ہوتی تو امام ابو حنیفہ ان کی تقلید سے کیون انکار کرتے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ابتداے خلافت ثلثہ سے یہ ایسے معزز تھے کہ تمامی خلفا ان کی عزت کرتے چنانچہ سب سے پہلے خلیفہ اول نے ان کو حاکم بحرین مقرر کرنا چاہا تو عمر سے مشورہ لیا اونھون نے بہت تعریف کی اور مقرر کر دیا ملاحظہ ہو استیعاب صفحہ ۳۲۔

اوس کے بعد سے ہر خلیفہ کے زمانہ مین ان کا وہ عروج رہا کہ ابن زیاد کے
دربار مین جب جناب امام حسین کا سر اقدس آیا ہے اور اس ملعون نے بے ادبی
کی ہے تو انس چپکے دیکھتے رہے جب اوس ملعون نے حضرت کے حسن وجمال
مین کچھ کلام کیا تو انھون نے کہا حضرت تو رسول اللہ سے بہت مشابہ تھے مگر
ابن زیاد کو اس کی جرأت نہین ہوئی کہ انس پر کچھ عتاب کرسکے ملاحظہ ہو
صفحہ ۲۹ الآل والاصحاب۔

پھر کیا ممکن تھا کہ اگر انس جناب امام حسین کے ساتھ ہوتے تو اوطرح شہید
کردیئے جاتے اور اونکے سعی وسفارش کا کچھ اثر نہین پڑتا۔

دیکھیے جب حجاج نے انس کے ساتھ اسطرح کلام کیا ہے تو انس نے
عبدالملک کو اسکی خبر دی جپر عبدالملک نے وہ تہدید امیر خط حجاج کو لکھا ہو
کہ جب وہ خط حجاج کے سامنے پڑھا جانے لگا (واتی الحجاج بالکتاب الیہ
فجعل یقرءہ ووجھہ یتغیر وتغیر وجبینہ یرشح عرقا) تو اسکے چہرے کا
رنگ متغیر ہوجاتا تھا۔ اور خاک اوڑتی جاتی تھی اور پیشانی سے پسینہ آرہا ہے
تو کیا ممکن تھا کہ یزید پر ان کے خط کا اثر نہ پڑتا۔ یا ابن زیاد ان کی سفارش
کو نہ سنتا یا ان کو ہمراہ جناب امام حسینؑ دیکھکر کوئی تلوار اوٹھاتا؟ ہرگز نہین
دیکھیے جب حجاج حسب التحریر عبدالملک ان کے پاس معذرت کرنے آیا ہے
تو انس نے ایک طولانی تقریر کی ہے جسکو آخری فقرات یہ ہین صفحہ ۱۵ کامل
نو اللہ لو ان النصاری علی کفرھم ادرکوا رجلا خدم عیسی ابن مریم
وما واحد العرفوا من حقہ مالم تعرف انت من حقی وقد خدمت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشر سنین وبعد فان رأینا
خیرا حمدنا اللہ علیہ واثنینا وان رأینا غیر ذلک صبرنا واللہ
المستعان ورد علیہ الحجاج ماکان اخذ منہ۔

قسم خدا کی اگر نصاری باوصف اس کفر کے کسی کو دیکھتے جسنے حضرت عیسی ابن مریم

کی ایک روز بھی خدمت کی ہے تو اوس کا وہ حق پہچانتے جسکو تونے نہ پہچانا
ہمارے حق سے حالانکہ ہم نے حضرت کی دس برس خدمت کی۔ اس کے بعد بھی
اگر خیر دیکھین گے تو شکر خدا بجالادین گے ورنہ صبر کرین گے۔ اسکے بعد حجاج
نے جو کچھ لیا تھا سب واپس کیا۔

مگر ہاے کون تھا جو انس سے پوچھتا کہ آپکو محض خدمت رسول پر یہ ناز تھا
حالانکہ خدمت تو خادمون کا کام ہی ہے۔ بخلاف جناب امیر و حسنین ع کے
کہ نفس رسول ص و خلیفۂ رسول و فرزند رسول ہین اون کی آپ نے کیا قدر و
منزلت کی۔

کیا وہ حضرات آپ کے اعمال وافعال پر نہ کہتے ہون گے کہ ایسے ایسے
صحابہ و خدام سے لاکھ درجہ بہتر وہ نصاریٰ ہین جو ایک سُم خر حضرت عیسیٰ کی
بے عزت کرتے ہین اور یہ صحابہ ایسے تھے کہ ان کے سامنے فرزند رسول ملا تقصیر
ذبح کر دیا گیا مگر ان کو جوش نہ آیا کیا خوب لکھا ہے سبط ابن الجوزی نے کہ کیا
رسول اللہ کا اتنا حق بھی انس پر نہ تھا کہ وہ ابن زیاد کے اس فعل پر جو دندان
امام حسین ع پر چھڑی لگاتا تھا اعتراض کرتے اور منع کرتے" ملاحظہ ہو عینی شرح
صحیح بخاری صفحہ ۶۵۷ جلد ۷۔

افسوس کہ انس اتنے دنون تک خدمت رسول کرتے رہے۔ مگر اون کا
نور ایمان سے ایسا خالی تھا کہ کبھی اسپر نہ غور کیا۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ ذلک
بان اللہ لم یک مغیرا نعمۃ انعمہا علی قوم حتی یغیروا ما
بانفسہم وان اللہ سمیع علیم۔

یہ اس لیے ہے کہ خدا انہین بدلتا اوس نعمت کو جو کسی قوم کو دیتا ہے جب تک وہ
خود نہ بدلین اور اللہ سمیع و علیم ہے۔

جس پر اگر وہ غور کرتے تو معلوم ہوتا کہ یہ نتیجہ اونھین بداعمالیون کا
ہے جو انھون نے حرمت رسول کو آل رسول کے بارے مین ضایع کیا۔

خدا فرماتا ہی ذلك بما قدمت ایدیکم وان الله لیس بظلام للعبید
یہ سزائین اون اعمال کے بدلے مین ملی ہین جو تمہارے ہاتھون نے آگے بھیجی ہین اور
خدا تو اپنے بندون پر ظلم نہین کرتا۔

اصابہ مین ہی عن انس قال قالت ام سلیم یا رسول الله ادع لانس فقال
اللهم اکثر ماله وولده و بارك له فیه قال انس فلقد دفنت من صلبی
سوی ولد ولدی مائة وخمسة وعشرون وان ارضی لتثمر فی السنة
مرتین صفحہ ۷۱ جلد اول

یعنی ام سلیم مادر انس نے حضرت سے عرض کیا کہ انس کے لیے دعا فرمائیے جس پر حضرت نے فرمایا
خدایا اُسکے مال اور اولاد کو زیادہ کر اوسمین برکت عطا فرما۔ انس کہتے ہین کہ
ایسی دعا کی برکت ہے کہ مین نے اپنے صلبی اولاد سے ایکسو پچیس لڑکون کو دفن کیا علاوہ
پوتا پوتی کے۔ اور ہماری زمین سال مین دو مرتبہ پھل لاتی ہی۔

مگر ہائے اونکو ان حقوق کا کچھ خیال ہوا جو فرزند رسول کی حمایت کرتے اور باغ
رسول کو اس پامالی سے بچاتے یا اوسمین کوشش کرتے۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ خداوند عالم
اسکا بدلہ دنیا مین بھی نہ دیتا۔

حالانکہ خداوند عالم فرما چکا ہے وان تتولوا یستبدل غیرکم ثم لا یکونوا
امثالکم سورۂ محمد ای صحابہ اگر تم منھ پھیروگے تو تمہارے بدلے دوسرے لوگون کو
لائیگا اور وہ تمہاری طرح نہونگے۔

غور کرو کسطرح خدا نے اپنے وعدہ کو پورا کیا انکے بداعمالیون کی بدولت کسطرح خدا نے
ان صحابیہ کے بدلے اون لوگون کو پیدا کیا جو ان پر تبرا کرتے ہین اور اسیطرح اُنکی تقلید
یا تتبع کو جائز نہین جانتے۔ کیونکہ صحابہ تو بالکل دنیا پرست تھے نہ دوستدار خدا
و رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

انس حضرت کی دعا پر بہت خوش تھے اور اہل سنت بھی بہت خوش ہین مگر اُن کو
نہین معلوم کہ حضرت نے یہ کیسی دعا دی تھی جس سے اور بھی اون کی بداعمالی ظاہر ہے

کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے فلا تعجبك اموالهم ولا اولادهم انما یرید الله لیعذبهم بها فی الحیوة الدنیا وتزهق انفسهم وهم کافرون کہ تم کو ان کا مال اور اولاد تعجب مین نہ ڈالے کہ اس سے اون پر عذاب کرنا چاہتا ہے زندگانی دنیا مین اور یہ کہ اون کی جان نکلنے لگے تو وہ کافر ہین۔ جس سے معلوم ہوا کہ درحقیقت یہ بددعا تھی۔

بہرحال جو واقعہ حجاج و عبد الملک کا ہم نے یہان انس کے بارے مین لکھا ہے اُس سے تو معلوم ہوتا ہی کہ اِس واقعہ مین انس کی براُت ہوئی۔ کیونکہ عبد الملک نے اِن کی بہت کچھ سفارش کی تھی۔ اور حجاج کو ان سے معذرت کرنے پر مجبور کیا تھا۔ مگر ان کے اعمال ایسے نہ تھے کہ وہ براُت قائم رہتی اور آخر ان کے گلے مین مہر لگا ہی دی۔ چنانچہ استیعاب مین ہی صفحہ ۲۴ ہ۔

عن اسحاق بن یزید قال رایت انس بن مالك مختوما فی عنقه ختم الحجاج اراد ان یذله بذلك۔

اسد الغابہ مین ہی صفحہ ۱۸۰ مین نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا کہ ان کے گلے مین مہر دی ہوئی تھی۔ یہ مہر حجاج نے بغرض توہین دی تھی جو حجاج نے تمام صحابہ کی گردنون پر مہر دے دی تھی جس سے معلوم ہوا کہ یہ کیسی دوسری شرارت کی بدولت ہوا۔

بہرحال ہم کو ان صحابہ کے تو کسی امر پر تعجب نہین آتا کیونکہ ان کا نصب العین دنیا تھا جس ذریعہ سے بھی دنیا اگر ملتی کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھتے کیونکہ انھین صحابہ مین وہ لوگ بھی تھے جنھون نے واقعہ عقبہ مین خود آن حضرت کو ہلاک کرنا چاہا۔ اور انھین صحابہ مین وہ لوگ بھی تھے جنھون نے حضرت کے جنازہ کو بے غسل وکفن چھوڑا اور سقیفہ مین جا کر اپنا کام پورا کیا۔

مگر تعجب ہی اس زمانہ کے مسلمانون سے جن کو نہ سلطنت مل سکتی ہو نہ کسی طرح کی حکومت۔ بلکہ جو کچھ ہو کمانا کھانا اور فکر عقبی کرنا۔ وہ کیون ان صحابہ کے پیچھے پڑے ہین اور چاہتے ہین ان کی بداعمالیون پر پردہ ڈالین اور مسلمانون کو دھوکا دین۔ حالانکہ

اب یہ پردہ ایسا فاش ہوچکا ہی کہ ابجد خوان بچے بھی اس سے مطلع ہین اگر آپ کو باور نہو تو لکھنؤ کا رسالہ النجم دیکھیے جو نمبر ۷ جلد ۹ مین لکھتا ہی۔

جب کوئی شخص واقعۂ شہادت بیان کرے تو خبری خرابی کے دفعیہ کے لیے اس پر لازم ہی کہ جو صحابۂ کرام اوس زمانہ مین موجود تھے اور اون کو سیدنا حسینؓ کے عزم کربلا کی اطلاع ہوئی مگر وہ شریک نہ ہو سکے مثل حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابو سعید خدری و حضرت ابو واقد لیثی اور حضرت عبد اللہ بن عمر و حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ان حضرات کے شریک نہ ہونے کے واقعی اعذار جو نہایت قوی و صحیح ہین بیان کیے جائین اور ان حضرات کو جو تعلق جناب ممدوح سے تھا اور جو صدمہ ان کو اس واقعہ سے پہونچا سب بیان کرنا چاہیے۔ افسوس کہ کوئی شہادت نامہ ایسا موجود نہین ہی جس مین یہ تمام باتین بیان کی گئی ہون ورنہ مین اس مقام پر اسکا نام ضرور لکھ دیتا۔

پھر حاشیہ مین لکھتے ہین ور حضرت ممدوح کی شہادت دفعۃً و بغتۃً واقع ہو گئی جس کا تمامتر سبب یہ تھا کہ وہ شیعیان کوفہ کے فریب مین آگئے۔

صحابۂ کرام مین جن حضرات کو آپ کا عزم سفر بجانب کوفہ معلوم ہوا۔ انھون نے آپ کو روکا اور بہت روکا۔ مگر ہونے والی بات کو کون روک سکتا ہے۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ ماثبت بالسنہ مین لکھتے ہین۔

فکان اہل الکوفۃ یکتبون الیہ یدعونہ الی الخروج الیہم زمن معاویۃ و ہو یابی فلما بویع یزید اقام علی ما ہو مہموما یجمع الاقامۃ مرۃ و یرید المسیر الیہم اخری فاشار الیہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ بالخروج وکان ابن عباسؓ یقول لہ لا تفعل وقال لہ ابن عمرؓ لا تخرج فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیرہ اللہ بین الدنیا والاخرۃ فاختار الاخرۃ وانت بضعۃ منہ ولا تنالہا یعنی الدنیا فاعتنقہ وبکی وودعہ فکان ابن عمرؓ یقول غلبنا حسین بالخروج ولعمری لقد رای فی ابیہ

واخیہ عبرۃ وکلمہ فی ذلک ایضا جابر بن عبد اللہ وابو سعید و
ابو واقد اللیثی وغیرھم فلم یطع احدا وصمم علی المسیر الی العراق
فقال لہ ابن عباس واللہ انی لاظنک تقتل بین نسائک وبناتک
کما قتل عثمان فلم یقبل منہ فبکی ابن عباس ،،

ترجمہ اہل کوفہ نے ان کو حضرت معاویہؓ کے زمانہ سے دعوت کے خطوط بھیجے شروع کر دیے تھے مگر وہ برابر انکار کرتے رہے (کیونکہ حضرت معاویہؓ کو امام واجب الاطاعۃ بعد بیعت حضرت حسنؓ کے نہ صرف وہ بلکہ تمام مسلمان تسلیم کر چکے تھے) مگر جب یزید کے ہاتھ پر بیعت ہوئی تو ان کو تردد پیدا ہوا کبھی ارادہ ہوتا تھا کہ مکہ یا مدینہ میں رہیں کبھی کوفہ جانیکا قصد کرتے تھے۔ حضرت ابن زبیر نے ان کو جانے کا مشورہ دیا اور حضرت ابن عباس ان سے کہتے رہے کہ تم یہ ارادہ نہ کرو اور حضرت ابن عمر نے ان سے کہا کہ دیکھو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے جب دنیا اور آخرت میں اختیار دیا تو انھوں نے آخرت کو ترجیح دی۔ تم انھیں کے ایک جزء ہو۔ تم کو بھی دنیا (کی خلافت) حاصل نہ ہو گی (جسکے لیے کوفہ کا عزم رکھتے ہو) یہ کہکر حضرت ابن عمرؓ کو جوش محبت نے بیچین کر دیا اور انھوں نے حضرت حسینؓ کو لپٹا لیا اور رو دیے اور رخصت کیا۔ بعد اسکے حضرت ابن عمر برابر کہا کرتے تھے کہ حسینؓ نے ہمارا کہنا نہ مانا اور چلے گئے حالانکہ ان کے باپ اور بھائی کے ساتھ اہل کوفہ نے جو معاملات کیے۔ لائق عبرت تھے۔ ایسی ہی گفتگو حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو واقد لیثی نے بھی کی مگر حضرت حسین نے نہ مانا اور چلنے کا ارادہ پختہ کر دیا تو حضرت ابن عباس نے کہا کہ قسم اللہ کی میں گمان کرتا ہوں کہ آپ اپنے بیٹوں اور عورتوں کے درمیان میں قتل کیے جائیں گے جیسے حضرت عثمانؓ قتل کیے گئے تھے ،،

پھر بعد واقعہ شہادت کے بعض صحابہ نے برملا ان ظالمین کے رد برو مذمت کر فرمایا جو ان کی مغلوبیت حب حسین پر روشن دلیل ہے۔ النجم صفحہ ۱۱ نمبر جلد ۹۔

الجواب اس عبارت سے یہ تو آپ کو یقیناً معلوم ہوا کہ ابن عمر۔ جابر

بن عبداللہ انصاری - ابوسعید خدری - ابو واقد لیثی ابن عباس - اسوقت موجود تھے - مگر کسی نے نصرت نہین کی - ابن عمر نے سب سے زیادہ مبالغہ کیا مانع ہوے معانقہ کرکے رو دیے مگر حضرت امام کے لیئے نہ نکلے - چونکہ ان لوگون کے حالات آیندہ مذکور ہونگے کہ ترک نصرت امام سے یہ لوگ کس عذاب مین مبتلا ہوے لہذا اُس سے ہم یہان تعرض نہین کرتے - مگر اسقدر تو یقینی معلوم ہوا کہ صحابہ کا اجماع حضرت کے خلاف تھا خواہ دربارہ مطلق خروج ہو یا دربارہ قیام خانہ کعبہ - اور ابن عمر کا قول تو پہلے ہی مذکور ہوچکا کہ وہ مطلق مخالفت یزید کے مانع تھے - بلکہ چاہتے تھے کہ جس طرح ہم یزید کے غلام بنے ہین اوسی طرح حضرت بھی غلامی قبول فرمائین - تو اب دو ہی صورت ہوسکتی ہی - یا یہ کہ حضرت کی راے غلطی پر ہو - یا صحابی کی - حضرت کی راے تو غلط ہو نہین سکتی کیونکہ واقعات ابعد نے بتادیا - جن لوگون نے حضرت کی راے کی مخالفت کی تھی آخر اون کو بھی یزید کی مخالفت کرنا پڑی - اور وہ لوگ بھی اسی طرح مارے گئے اگرچہ خانہ کعبہ ہی مین کیون نہ پناہ لی ہو لہذا راے اصوب وہی تھی جو امام نے اختیار کی تھی - کیونکہ اگرچہ حضرت بھی شہید ہوے مگر دین خدا کو قائم کرگئے بخلاف اون صحابہ کے کہ مارے بھی گئے اور کوئی کار دین بھی نہ کرگئے - لہذا معلوم ہوا کہ وہی سب غلطی پر تھے اور یہ الزام اُن پر بدستور قائم رہا کہ فرزند رسول کی کسی نے حمایت نہ کی - دین اسلام کے لیئے کوئی سینہ سپر نہوا کیونکہ جو صحابہ اسکے بعد مارے گئے وہ دین کی حمایت مین نہین مارے گئے بلکہ دوسرے دوسرے جرائم پر جو درحقیقت عذاب خدا تھا انپر بوجہ ترک نصرت امام علیہ السلام -

اور عمر صاحب نے جو حواشی جڑھائے ہین وہ تو بخوبی ان کی ناصبیت کو ظاہر کررہا ہی کیونکہ اگر جناب امام حسن نے معویہ کو اس صلح کے ذریعہ سے حقدار خلافت تسلیم کیا تھا تو لازم آتا ہی کہ رسول اللہ نے بھی کفار مکہ کو حقدار تصور کیا جن سے حضرت نے اسی طرح دیگر صلح کیا تھا کہ عمر صاحب کہا کرتے اگر ہمکو ستر آدمی بھی مل جاتے تو ہم اس صلح کو توڑ دیتے - پس اگر محض مصالحت سے تسلیم حقیقت ہوجاتی ہی تو سب سے پہلے یہ الزام

رسول پر آتا ہے کہ جن کفار سے حضرت تئیس برس لڑتے رہے اُن کی حقیقت کو تسلیم کر لیا
حالانکہ تمام اہل علم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ کو صلح حدیبیہ میں وہ مجبوری نہ تھی جو جناب
امام حسن کو صلح معاویہ میں تھی۔

نہین نہین بلکہ سب سے پہلے یہ الزام خدا پر آتا ہے جو رسول کو اس طرح کا حکم دیکر
رہا ہے وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوکل علی اللہ انه هو السمیع العلیم
اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہون تو تم بھی اُدھر مائل ہو جاؤ اور خدا پر توکل کرو
کہ وہ سمیع و علیم ہے۔

اس سے بھی بطلان اجماع اور حقیت نفس ظاہر ہوا کیونکہ خلیفہ دوم جو روح روان
اجماع ہین وہ اس صلح کے بالکل مخالف ہین۔ مگر عمل رسول بالکل اسکے خلاف ہے۔ کیونکہ
حکم خدا عموم صلح پر ہے کہ اگر وہ صلح پر مائل ہون تو تم بھی اُدھر میل کرو۔ پھر کیونکر ممکن تھا
کہ رسول اللہ اس حکم خدا کو چھوڑ کر اجماع باطل اہل ضلالت کو قبول کرے۔

یہی سیرت جناب امام حسنؑ تھی کہ جب دیکھا معویہ صلح پر آمادہ ہے تو حضرت نے صلح
فرما لیا کیونکہ خود قرآن میں ہے الصلح خیر صلح بہتر ہے

پس اگر نفس صلح کو خواہ کسی حال مین ہو تسلیم حقیقت لازم ہے تو سب سے پہلے خدا
پھر اوسکا رسول تسلیم کرنیوالا حقیت کفار کو ہوتا ہے جسپر شاید کسی طرح اڈیٹر صاحب ایمان
نہ لائین حالانکہ خود جناب امام حسین کا قول بعد اس صلح کے تاریخ کامل مین موجود ہے۔
وکتب الی معویه لو اثرت ان اقاتل احدا من اهل القبلة لبدءت بقتالك
فانی ترکتك لاصلاح الامة وحقن دمائها صفحہ ۱۶۲ جلد ۳۔
کہ جب معویہ نے قتال فروہ خارجی کی حضرت کو دعوت دی ہے تو جناب امام حسن نے لکھا
اگر ہم قتال کو کسی اہل قبلہ کے اختیار کرتے۔ تو سب سے پہلے تجھی سے قتال شروع کرتے
کیونکہ مینے تو تجھے اسی لیے چھوڑا ہے کہ امت کی اصلاح ہو اور خونریزی موقوف ہو۔
اگر آپ حضرت کے اس قول سے تسلیم حقیت معویہ سمجھتے ہین۔ تو پھر نہ معلوم عدم تسلیم
حقیت کن لفظون سے ظاہر ہو سکتا ہے۔

آپ لکھتے ہین "کہ معویہ کو جناب امام حسین اور تمامی مسلمان امام واجب الاطاعۃ تسلیم کر چکے تھے" مگر مناظرہ امجدیہ حصہ اول و دوم نے آپ کو بتا دیا ہی کہ امام و خلیفہ کیا کسی نے اون کو تو مسلمان بھی نہین سمجھا تھا۔ جبھی تو خدا و رسول کے علاوہ خود حضرت عائشہ اونپر لعنت کرتین۔ بلکہ عمر و عاص بسر بن ارطاہ وغیرہ صحابہ بھی جو اُن کے ریزہ خوار تھے اونپر لعنت کیا کرتے۔ امام شافعی تو اس قابل بھی نہین جانتے کہ اونکی شہادت قبول کرین تو کیا ایسا شخص مسلمان کہا جا سکتا ہی جسکو اتنے صحابہ واجب اللعن جانین آپنے کیا قول جناب امام حسینؑ اظن ان طاغیتھم قد ھلک تاریخ کامل صفحہ جلد ۳ مین نہین ملاحظہ فرمایا ہو تو کیا جس شخص کو کوئی طاغیہ کہے اوس کو امام بھی سمجھ سکتا ہے۔

اگر جناب امام حسینؑ معویہ کو امام واجب الاطاعۃ سمجھتے تو پھر اطاعت یزید سے کس طرح مخالفت فرماتے کیونکہ امام تو ہر امر مین واجب الاطاعۃ ہوتا ہے اور یزید کی خلافت پر تو اوسنے نص بھی کیا۔ تمام شہرون بلکہ تمام مسلمانون کا اجماع بھی ہوا اور خود جناب امام حسینؑ کی نسبت بھی معویہ نے منبر پر علی رؤس الاشہاد۔ یہی کہا کہ حضرت نے بھی یزید کی بیعت کر لی اور حضرت وہین موجود بھی تھے۔ تو اگر حضرت معاویہ کو خلیفہ بلکہ مسلمان بھی سمجھتے تو کیونکر مخالفت کرتے۔ کیا آپ کو خلیفہ دوم کا حال نہین معلوم کہ باوصفیکہ کل صحابہ ان کے خلافت کی ابتدا مین مخالف تھے مگر چونکہ ابوبکر نے ان کو بالنص خلیفہ کر دیا سب ساکت ہو گئے کہ ہم ان کو خلیفہ مان چکے ہین۔ پھر ان کے خلیفہ کو ماننا بھی ضروری ہے۔ پس اگر اسیطرح کسی نے معویہ کو خلیفہ مانا ہوتا تو یزید کی مخالفت نہ کی جاتی کیونکہ وہ تو مثل عمر خلیفہ منصوص ہو جاتا اور اوس کی مخالفت سے صحابہ پر وہی حکم جاری ہوتا ہے حالانکہ کوئی سنی اس کا قائل نہین ہے۔

(۲) شیخ صاحب جو فرماتے ہین "اہل کوفہ نے ان کو حضرت معویہ کے زمانہ سے دعوت کے خطوط بھیجنے شروع کر دیے تھے" اس سے بھی معلوم ہوا کہ جناب امام حسینؑ نے معویہ کو

خلیفہ مانا تھا نہ تمام مسلمانون نے کیونکہ اگر مسلمانون نے اونکو خلیفہ مانا ہوتا تو جناب امام حسین سے کیون استدعا کرتے پس اس سے بھی اڈیٹر صاحب کا وہ بیان غلط ہوا جو اسکے مدعی ہوے کہ حضرت نے معویہ کو خلیفہ مانا تھا۔

(۳) شیخ عبد الحق کا یہ قول کہ بعد بیعت یزید امام حسین کو تردد ہوا محض غلط ہے کیونکہ تردد تو وہان ہوتا ہی جہان انسان کو علم نہو اور یہان تو جناب امام حسین کو پورا علم ہے کہ کیا ہونے والا ہے کیا ہوگا۔ پھر کیونکر آپ کو تردد ہوتا۔

افسوس عبد الحق محدث دہلوی سا شخص ایک ایسا دعوی کرتا ہے کہ اگر وہ قبول کیا جاے تو لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ حضرت کے ایمان مین بھی کلام ہو کیونکہ جناب امام حسین کو اخبار رسول اللہ سے اس واقعہ کا ویسا ہی یقین تھا جیسا کہ خدا کا یا اپنے وجود کا یقین تھا۔ کیونکہ روز ولادت سے رسول اللہ اسکی خبر دیتے رہے تھے تو کیا کوئی شخص مسلمان ہوکر خبر رسول مین شک یا تردد کرسکتا ہے؟

اگر ہم اون احادیث کو لکھین جن مین خود آنحضرت نے اسکی خبر دی ہے تو ایک جلد مین طیار ہوسکتی مگر ہم مولوی بسین صاحب کی وسیلۃ النجاۃ کا حوالہ کافی سمجھتے ہین ملاحظہ ہو صفحہ ۱۶ مندرجہ صلاح نسلمہ جلد ۱۶

کیا آپنے تاریخ کامل صفحہ ۱۶ جلد ۴ مین یہ قول امام حسین نہین دیکھا ہے جو فرماتے ہین وایم اللہ لو کنت فی جحر ہامۃ من ہذہ الہوام لاستخرجونی حتی یقضوا بی حاجتہم واللہ لیعتدن علی کما اعتدت الیہود فی السبت

یعنی قسم خدا کی اگر ہم سوراخ مین بھی چھپین تو یہ ہمکو وہانسے نکالینگے اور اپنے مطلب کو پورا کرینگے قسم خدا کی جس طرح یہود نے روز سبت پر تعدی کی اسطرح ہمپر تعدی کرینگے۔

پھر اوسی کامل مین ہے وکان الحسین یقول واللہ لا یدعونی حتی یستخرجوا ہذہ العلقۃ من جوفی فاذا فعلوا سلط اللہ علیہم من یذلہم حتی یکونوا اذل من فرام الامۃ والفرام خرقۃ تجعلہا المرأۃ فی قبلہا اذا حاضت صفحہ ۱۶

یعنی امام حسین ؑ فرمایا کرتے تھے کہ قسم بخدا یہ ہمکو نہ چھوڑینگے جب تک اس علقہ (قلب) کو ہمارے سینہ سے نہ نکالیں جب ایسا کر چکینگے تو خدا ان پر ایسے لوگوں کو مسلط کریگا جو لتہ حیض سے بھی زیادہ ان کو ذلیل کرینگے۔

تو کیا ایسے شخص کی نسبت کوئی بھی یہ کہہ سکتا ہی کہ آپ کو تردد ہوا۔ حالانکہ خود شیخ صاحب اسماء الرجال مشکوۃ میں لکھتے ہیں فلما بویع یزید اراد المسیر الیہم فمنعہ ابن عباس و ابن عمر صفحہ ۱۲ ورق۔

جس سے معلوم ہوا کہ حضرت کو کسی طرح کا تردد نہیں ہوا بلکہ بمجرد سماعت بیعت یزید آپنے قصد سفر کیا اگرچہ حضرت ابن عباس و ابن عمر مانع رہے مگر آپنے نہ مانا۔

آپ ابن الزبیر کے مشورہ کو لکھتے ہیں کہ اوسنے خروج کا مشورہ دیا جس سے یہ شبہہ ہو سکتا ہے کہ حضرت نے اوسکے مشورہ پر عمل کیا تھا۔ حالانکہ حضرت اوسکے مشورہ سے بھی واقف تھے اوسکی بدنیتی سے بھی دیکھیے اوسی کا قول یہ ہی۔

فقال له ابن الزبیر اما لو کان لی بها مثل شیعتک ما عدلت عنها ثم خشی ان یتهمه فقال له اما انک لو اقمت بالحجاز ثم اردت هذا الامر ههنا ما خولف علیک وساعدناک وبایعناک ونصحنا لک فقال له الحسین ان ابی حدثنی ان لها کبشا به تستحل حرمتها فما احب ان اکون انا ذلک الکبش. قال فاقم ان شئت وتولینی انا الامر فتطاع ولا تعصی قال ولا ارید هذا ایضا ثم انهما اخفیا کلامهما فالتفت الحسین الی من هناک وقال اتدرون ما یقول قالوا لا ندری جعلنا الله فداک قال انه یقول اقم فی هذا المسجد اجمع لک الناس ثم قال له الحسین والله لان اقتل خارجا منها بشبر احب الی من ان اقتل خارجا منها بشبرین وایم الله لو کنت فی جحر هامة من هذه الهوام لاستخرجونی حتی یقضوا بی حاجتهم فوالله لیعتدن علی کما اعتدت الیهود فی السبت فقام ابن الزبیر فخرج من عنده فقال الحسین

ان هذا الاشی من الدنیا احب الیہ من اخرج من الحجاز وقد علم ان الناس لا یعدلوننی بہ۔

کہ ابن زبیر نے کہا جیسے آپ کے شیعہ ہین اگر ہمارے بھی ہوتے تو ہم تو ہرگز نہ چھوڑتے اسکے بعد خوف ہوا کہ کہین لوگ متہم نہ کرین۔ پھر کہا لیکن اگر آپ حجاز مین قیام کرین گے اور اس کام کا ارادہ کرینگے تو ہم ہر طرح مدد دین گے کسی طرح آپکے خلاف نہ کرین گے بیعت کرین گے خیر خواہی کرین گے جناب امام حسین نے فرمایا ہمارے پدر بزرگوار نے خبر دی ہے کہ خانہ کعبہ کے لیئے ایک مینڈھا ہے جس کی بدولت اس کی حرمت برباد کی جائے گی۔ ہم نہین چاہتے کہ وہ مینڈھا ہم ہون۔ ابن زبیر نے کہا تو اب یہان قیام فرماکر مجکو نائب بنا دیجیے حضرت نے فرمایا ہم اسکو بھی نہین چاہتے۔ پھر کچھ آہستہ باتین ہونے لگین جسکے بعد امام حسین نے اور لوگون سے فرمایا تم جانتے ہو یہ کیا کہتا ہے کہ آپ خانہ کعبہ مین قیام کرین ہم لوگون کو آپ کے لیئے جمع کرتے ہین قسم خدا کی اگر ہم سوراخ دغیرہ کے سوراخ مین بھی چھپ جائین تو یہ وہان سے نکال کر ہم کو قتل کرین گے اور مبتلائے عذاب ہونگے اسکے بعد ابن الزبیر وہان سے اٹھکر باہر چلا گیا اور حضرت نے فرمایا جارے ترک قیام مکہ سے بڑھکر اسکو کوئی شئے دنیا کی محبوب نہین۔ کیونکہ وہ جانتا ہے اگر ہم یہان رہینگے تو کوئی اسکو پوچھے گا بھی نہین اسلیے چاہتا ہے کہ ہم یہان سے نکل جائین۔

کسقدر افسوس کا مقام ہے کہ حضرت کو اپنے نتیجہ کا تو یہ علم یقینی ہو۔ اور مشورہ ابن الزبیر کو ایسا لغو سمجھتے ہون کہ اوسکو صیغہ راز مین بھی نہ رکھنا چاہین۔ اسپر یہ افترا کیا جاے کہ حضرت کو تردد ہوا یا مشورہ ابن الزبیر پر عمل کیا۔ حالانکہ ابن الزبیر کا کفر اور خاندانی عداوت آپکو کیسی کچھ معلوم تھی۔

اہلسنت مین جو لوگ مثل اڈیٹر النجم خارجی ہین اونکے نصب وخروج سے تو زمانہ واقف ہے۔ مگر جو لوگ ویسی خارجیت نہین رکھتے مثل شیخ عبد الحق دہلوی وہ بھی آہستہ سے ایسی باتین کہ جاتے ہین کہ بدن مین آگ لگ جاے۔ کہان جناب امام حسین اور آپکو کفر یزید یا ابن الزبیر مین شک ہو یا تردد ہو؟

اس سے بھی بطلان اجماع واضح طور پر ظاہر ہوا کہ ابن الزبیر - ابن عباس - ابن عمر - جابر بن عبداللہ - ابوسعید خدری - ابو واقد لیثی سب کا اجماع ہو کہ آپ مکہ میں قیام فرمائیں مگر حضرت امام حسینؑ اس نص رسول پر عمل کر رہے ہیں اور کہ خانہ کعبہ کے لیے ایک مینڈھا ہے جس سے اوسکی حرمت برباد ہو گی،،

اب اہل اسلام غور کریں فعل امام حسینؑ صحیح ہو جو اس نص کے مطابق ہو یا اجماع صحابہ جو چاہتے ہیں حدیث رسول کو غلط قرار دیں ؟

کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہو کہ آنحضرتؐ کی حدیث غلط تھی حضرت نے جو خبر دی تھی وہ خود تھی کہ آپ مکہ میں قیام کر کے حرمت خانہ کعبہ کو ضائع کرتے۔

ائمہ اطہار خواہ جناب امیرؑ ہوں یا امام حسنؑ یا امام حسینؑ اون کا نصب العین ہمیشہ یہی رہا کہ احکام خدا و رسول کی تعمیل کریں خواہ انکی جان رہے یا جائے۔ اسی مصلحت سے جناب امیرؑ نے عہد خلفائے ثلثہ میں جہاد بالسیف سے سکوت کیا کہ اس جہاد میں اسلام کی بربادی کا احتمال تھا۔ کیونکہ یہ دنیا پرست صحابہ اپنے اغراض فاسدہ کے حصول کیلیے یقیناً اسلام کو ذبح کر دیتے۔ اسی طرح جناب امام حسنؑ نے محض اسی لیے صلح کر لیا کہ نہیں تو اسلام تباہ ہوتا ہی۔

وہی نصب العین اسوقت جناب امام حسینؑ کے پیش نظر ہو کہ اگر آپ سکوت کرتے ہیں اور جہاد بالسیف نہیں کرتے تو یقیناً اسلام تباہ ہوتا ہے۔ کیونکہ جس طرح خلفائے ثلثہ کی خلافت جزو اسلام مان لی گئی ہو اوسی طرح یزید کی خلافت بھی جزو اسلام مان لیجاتی لہذا حضرت کے اس جہاد نے نہ صرف یزید کے بطلانت کو ظاہر کیا۔ بلکہ خلفائے ثلثہ کے ناحق ہونے کو بھی ظاہر کر دیا۔ کیونکہ وہ بھی تو بہ اجماع خلیفہ ہوئے تھے اور اجماع وہی ان کے یہان مسلم الثبوت ہوتا ہو جو بمخالفت حکم خدا و رسول ہوتا ہی۔

(۵) بے شک حضرت ابن عباس مانع رہے اکثر روایات میں یہ مضمون ہے۔ مگر وہ نہ معصوم تھے نہ امام تھے جو اس تکلیف کو سمجھتے بلکہ اون کی نظر ظاہر اسباب پر تھی کہ وہ جانتے تھے جو پیچ خلفائے ثلثہ بوگئے ہیں وہ ضرور بار آور ہوگا امام حسینؑ ضرور شہید ہو جائینگے اسلیئے

وہ مانع ہوے مگر جناب امام حسین سمجھتے تھے کہ یہ شہادت حیات ابدی ہے جس سے اسلام زندہ ہو گا پھر کیونکر ممکن تھا کہ حضرت حکم خدا و رسول کی مخالفت کرتے اور محض جان بچانے کے لیے وہ کام کرتے جس سے اسلام ضایع ہو۔ کیونکہ آپ کو یہ بھی معلوم تھا کہ اگر زندہ رہے بھی تو کیا نتیجہ ہو گا جیسا کہ معلوم ہو چکا جو صحابہ اسکے بعد زندہ رہے وہ کس ذلت و خواری مین مبتلا ہوے اور آیندہ بھی سب کے حالات مذکور ہونگے۔

(۶) ابن عمر نے جو مشورہ دیا وہ البتہ قابل غور ہے۔ کیونکہ وہ طلب خلافت کو طلب دنیا قرار دیتے ہین اور تمکو بھی دنیا کی خلافت حاصل نہ ہو گی جسکے لیے کوفہ کا عزم رکھتے ہو۔ جس سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے والد اور ابوبکر و عثمان کو بھی دنیا دار جانتے تھے جنھون نے طلب خلافت کے لیے جنازۂ رسولؐ کو بے غسل و کفن چھوڑا۔

ہمکو تعجب ہے اڈیٹر صاحب پر جو کیسے عاشق صادق خلفاے ثلثہ مین کہ کیونکر اس جملہ کو لکھدیا جس سے اونکے خلفاے ثلثہ دنیادار قرار پاے۔

اے کاش وہ اسپر غور کرتے کہ اگر تسلط و اقتدار جائز نہ ہوتا تو رسول اللہ نے کفار سے کیون جہاد کیا۔ کیونکہ اسکو تو کوئی کہہ نہین سکتا حضرت نے اسلیے جہاد کیا کہ اونکو قبول اسلام پر مجبور کرین کیونکہ لا اکراہ فی الدین قرآن مین آج تک موجود ہے۔ یہ ضرور ہے حضرت کا جہاد یا تو بطور دفاع ہو کہ مسلمانون پر ظلم نہ کر سکین یا اسلیے کہ اسلام کا تسلط و اقتدار قائم ہو جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے وقاتلوھم حتی لاتکون فتنہ ویکون الدین کلہ للہ فان انتھوا فان اللہ بما تعملون بصیرہ اور اون لوگون سے لڑو یہان تک کہ فتنہ و فساد پیدا ہو جاے اور دین سب خدا ہی کا ہو اور اگر باز آجائین تو خدا ون کے کامون کو دیکھ رہا ہے۔

پھر جب حکم خدا کی تعمیل نے رسول اللہ کو اسپر مجبور کیا تھا کہ وہ کفار سے جہاد کرتے یہانتک کہ دین خدا غالب ہو اوس سے جناب امام حسین کیونکر مستثنے ہو سکتے ہین۔

مگر ابن عمر وغیرہ ایسے ہی کربلا کے تھے جو سمجھے کہ رسول اللہ نے کیون جہاد کیا اور جناب مجبور

ابن عمر نے جو کچھ دیکھا تھا اپنے باپ کو اور اون کی ترکیبون کو یا ابوبکر و عثمان کو کہ کسطرح
وہ تحصیل دنیا کے لیے سرگردان تھے کیا کیا تدبیرین کر رہے تھے لہذا اونھون نے سمجھا کہ حضرت بھی
جو کوفہ تشریف لیے جا رہے ہین اوسی دنیائے دنی کے لیے حالانکہ خود جناب امام حسین ع اپنے
سفر کی ضرورتون کو واضح طور سے فرما رہے ہین جیسا کہ تاریخ کامل مین ہر صفحہ ۲۰ جلد ۳

ثم قال ایها الناس ان رسول اللہ ص قال من رای سلطاناً جائراً مستحلاً لحرم اللہ
ناکثاً لعهد اللہ مخالفاً لسنۃ رسول اللہ یعمل فی عباد اللہ بالاثم والعدوان
فلم یغیر ما علیہ بفعل ولا قول کان حقاً علی اللہ ان یدخلہ مدخلہ
الا وان ہؤلاء قد لزموا طاعۃ الشیطان وترکوا طاعۃ الرحمان واظہروا
الفساد وعطلوا الحدود واستاثروا بالفیء واحلوا حرام اللہ وحرموا حلالہ
وانا احق من غیری وقد اتتنی کتبکم ورسلکم ببیعتکم وانکم لا تسلمونی
ولا تخذلونی فان اقمتم علی بیعتکم تصیبوا رشدکم وانا الحسین بن علی
بن فاطمہ بنت رسول اللہ ص نفسی مع انفسکم واہلی مع اہلکم فلکم فی اسوۃ
وان لم تفعلوا ونقضتم عہدکم وخلعتم بیعتی فلعمری ما ہی لکم بنکیر
لقد فعلتموہا بابی واخی وابن عمی مسلم بن عقیل والمغرور من اغتر بکم
فحظکم اخطاتم ونصیبکم ضیعتم ومن نکث فانما ینکث علی نفسہ و
سیغنی اللہ عنکم والسلام صفحہ ۲۰ کامل

یعنی جب حر سے ملاقات ہوئی اور رد و بدل کے بعد حضرت نے دوسری راہ اختیار کی
جو نہ کوفہ کو جاتی تھی نہ مدینہ کو۔ تو حضرت نے یہ خطبہ فرمایا۔ بعد حمد و نعت فرماتے ہین۔
ایہا الناس رسول اللہ نے فرمایا ہی کہ جو شخص کسی سلطان جابر کو کہ وہ حرمات خدا کو ضایع
کرتا ہو۔ اور سنت رسول کی مخالفت کرتا ہو اور بندگان خدا سے بظلم و عداوت عمل کرتا ہو
دیکھے اگر وہ ساکت رہے اور اپنے فعل یا قول سے اوسکی مخالفت نکرے۔ تو خدا اوسکو اوسکی جگہ
مین (جہنم) داخل کرے گا۔

خبردار ہو جاو کہ اس قوم (یزیدی) نے اطاعت شیطان کو لازم پکڑا اور طاعت رحمن کو

چھوڑ دیا تمام فساد کو پھیلا دیا۔ اور حدود خدا کو معطل کیا۔ حرام خدا کو حلال کیا۔ اور حلال کو حرام
اور ہم غیروں سے زیادہ مستحق ہیں۔ تمہارے خطوط اور پیغام بر آئے کہ تمنے ہماری بیعت کی ہے اور
ہمکو بھی زندہ دوگے۔ مخذول نہ کروگے۔ پس اگر تم بیعت پر اپنے قائم ہو تو اپنا لطف پاؤگے اور
ہم ہین حسین بن علی بن فاطمہ بنت رسول اللہ کہ ہمارے نفس کے ساتھ ہیں اور ہمارے اہل تمہارے
اہل کے ساتھ تمکو ہماری پیروی لازم ہے۔ اور اگر ایسا نہ کرو اور اپنے عہد کو توڑ دو اور بیعت کو
کو ہماری خدمت کرد تو تمسے کوئی عجب نہین کیونکہ ایسا ہمارے باپ در بھائی اور ابن عم مسلم بن
عقیل کے ساتھ کر چکے ہو اور فریب خوردہ ہے وہ شخص جو تمپر مغرور ہو۔ پس اپنا نصیب کھوگے
اور اپنا حصہ ضایع کروگے ترجمہ آیہ اور جو شخص بیعت توڑتا ہے تو اسکا وبال اوسپر ہے اور
قریب ہے کہ خدا تمکو تم لوگون سے بے پروا کردے والسلام

اس خطبہ کو دیکھکر کوئی بھی کہہ سکتا ہے کہ حضرت خلافت دنیا کے طالب تھے جو ابن عمر
نے یہ کہا ہے تمکو بھی دنیا کی خلافت حاصل نہوگی؟

کیا رسول اللہ کی تشریف آوری مکہ سے کسی دوسری غرض سے ہوئی تھی اور جناب
امام حسین کی دوسری غرض سے کیا اگر رسول اللہ کی اہل مدینہ مدد نہ کرتے اور آپ شہید
ہو جاتے تو ابن عمر یہی کہتے؟

کیا امید ہے عمر نے جنگ احد میں فرار کیا۔ جبکہ ما محمد الا رسول قد خلت من
قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم نازل ہوا

جناب امام حسین ع حدیث رسول سنا رہے تھے کہ جو شخص ایسی حالت مین سکوت کرے گا وہ
جہنم مین جائیگا۔ اور ابن عمر صاحب کہتے ہین کہ کہ طلب دنیا ہے۔ تو اب مسلمانون کو اختیار ہے
یا حدیث رسول کی تکذیب کرین یا ابن عمر کی غلط بیانی کا اعتراف؟

بیشک جناب امام حسین ع جزو رسول تھے اور اوسی خلافت کے طالب تھے جو خلافت رسول
تھی نہ اوس خلافت کے جو خلافت ابوبکر و عمر کو ملی کہ حدود و احکام خدا معطل کرکے حلال خدا
حرام کیا گیا حرام خدا حلال۔ اگر جناب امام حسین ع اوس خلافت کے طالب ہوتے تو سب سے پہلے
لوگ انکا ساتھ دیتے۔ گر آپ تو چاہتے تھے کہ شریعت رسول پھر زندہ ہو احکام خدا جاری ہوں

پھر کیونکر وہ لوگ ساتھ دیتے جو اسکے خلاف چل رہے تھے اور چلے یہان تک کہ امید جیسے امام حسین ع کو شہید کیا۔

ابن عمر استقدر آرام طلب تھے اور استقدر عیش پسند کہ محض اپنی آرام طلبی کیلیے انھون نے حدیث رسول بنی الاسلام علی خمس سے جہاد کو نکالدیا جو صریح افترا ہے رسول پر دیکھو تنقید بخاری حصہ اول مگر اسکا نتیجہ وہ ملا کہ جب تک زندہ رہے غلامی کی زندگی بسر کی جیسا کہ انکے حالات مین مذکور ہو گا۔

(۷) ہم اسکو مانتے ہین کہ روایات اہلسنت مین یہ ضرور آیا ہے کہ ابن عمر نے معانقہ کیا اور رو دئے مگر کیا اسی کا نام نصرت امام ہو گیا حضرت کی مصیبت پر عمر بن سعد نہین رویا ہے۔ یزید نہین رویا ہے۔ تو اس طرح کے رونے سے کیا سارے گناہون کی تلافی ہو جائیگی یہان تو رونے کی ضرورت نہ تھی جان دینے کا موقع تھا کہ حضرت کی معیت مین اپنی جان کو نثار کرتے اور ایک ساتھ معرکہ کربلا مین تشریف لے جاتے مدعیان اسلام دیکھتے خلیفہ دوم کے فرزند ارجمند ساتھ ہین۔ پھر کسکو اتنی جرأت ہوتی کہ حضرت پر ہاتھ اٹھاتا۔

ابن عمر کا یہ جوش محبت اس سے کم نہ تھا جو انکے باپ عمر صاحب رسول اللہ کے ساتھ دکھایا کرتے کہ یون تو ہر وقت اپنے ماں باپ کو فدا کرتے۔ مگر جب وقت مصیبت آتا تو ٹل جاتے جیسا کہ قصہ جنگ احد سبکو معلوم ہے۔ نہین نہین ابن عمر نے تو وہ جوش بھی نہ دکھایا کیونکہ عمر کم سے کم ساتھ جہاد مین جایا تو کرتے۔ انھون نے اتنا بھی نہ کیا کہ امام حسین کے ساتھ کربلا تک چلے جاتے اور مخالفین کو اپنی صورت دکھاتے۔ اگرچہ بھاگ ہی جاتے

غرض اگر آپ اس کو محبت سمجھتے ہین کہ انھون نے حضرت حسین کو لپٹا لیا اور رو دئے اور رخصت کیا، تو اس سے بدرجہا زیادہ یزید پلید محب امام حسین علیہ السلام تھا جس نے بوقت رخصت جناب امام زین العابدین سے کہا۔ جیسا کہ تاریخ کامل مین ہے ص ۲۶ جلد ۴

ولما اراد ان يسيرهم الى المدينة امر يزيد النعمان بن بشير ان يجهزهم بما يصلحهم ويسير معهم رجلا امينا من اهل الشام ومعه خيل يسير بهم الى المدينة ودعا عليا ليودعه وقال لعن الله ابن مرجانة اما والله لو انی

... ابداً الا اعطیتہ ایاھا ولدفعت الحتف عنہ بکل
ما استطعت ولو بھلاک بعض ولدی ولکن قضی اللہ ما رایت

کہ جب یزید نے چاہا کہ ان حضرات کو رخصت کرے تو یزید نے نعمان بن بشیر کو حکم دیا سامان سفر کرے اور جناب امام زین العابدینؑ کو بلا کر رخصت کرنا چاہا۔ تو کہا خدا لعنت کرے ابن مرجانہ پر قسم خدا کی اگر مجھ سے حضرت سے مقابلہ ہوتا تو آپکی کوئی خواہش ایسی نہ ہوتی جسکو ہم نہ قبول کرتے اور ہر طرح اس مصیبت کو ان سے دفع کرتے اگرچہ اسمین بعض اولاد بھی ہماری ہلاک ہوتی۔ مگر قضائے الٰہی یہی تھی جو تمنے دیکھا۔

اب اڈیٹر صاحب انصاف فرمائین کہ محبت ابن عمر زیادہ ہے یا محبت یزید کیونکہ ابن عمر تو خالی معانقہ کر کے علیحدہ ہو جاتے ہین۔ اور یزید قسم کھا کر کہتا ہے کہ ہم ہر طرح امام حسینؑ کی مدد کرتے اگرچہ اسمین ہماری بعض اولاد بھی ہلاک ہو جاتی۔ پھر فرمائیے درجہ محبت کس کا زیادہ ہے۔ ابن عمر کا یا یزید کا (۲) یہ قول ابن عمر بھی اوسی کم معرفتی سے تھا جو اپنی راے کو صائب سمجھتے اور راے جناب امام حسینؑ کو غلط۔ کیونکہ اونکے نزدیک تو جو کچھ تھا دنیا اور اسکی زندگی جسکے مقابلہ مین سب کو ہیچ سمجھتے۔ ورنہ یہ تو وہ واقعہ تھا کہ اگر بد قسمتی سے نہ شریک ہوے تھے تو مدۃ العمر اسپر رویا کرتے کہ کیسی مصیبت آئی جیسا کہ عدم شرکت قتال بغاۃ مین انکو ہمیشہ افسوس رہا استیعاب ابن عمر البر کی مین ہی صفحہ ۱۰۴ جلد اول۔

عن عبد اللہ بن عمر قال ما اسی علی شی الا انی لم اقاتل مع علی الفئۃ الباغیۃ
کہ ہمکو کسی امر پر افسوس نہین ہی بجز اسکے کہ ہمنے حضرت علی کے ساتھ فئہ باغیہ سے قتال نہ کیا اس روایت کو بہت طریق سے لکھا ہے۔

مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ ندامت اونکی سچے دل سے تھی۔ حاشا و کلا ہرگز نہین۔ بلکہ ایک دنیا داری کا کلمہ تھا جو کہدیا۔ اوسی قسم سے یہ کلمہ بھی کہا۔ فرق ہے تو اسقدر کہ جنگ معاویہ کے ترک مین اپنا قصور ظاہر کرتے ہین اور یہان پر بھی جناب امام حسینؑ پر الزام ہے کہ آپنے ہماری راے کی مخالفت کی۔

اس قسم کی ندامت عائشہ ابو بکر۔ عمر سے منقول ہو مگر کیا فائدہ کہ خداوند عالم فرماتا ہے

واسروا الندامة لما رأوا العذاب وقضی بینهم بالقسط وهم لا یظلمون کہ پوشیدہ کیا اونھون نے ندامت کو جب دیکھا عذاب۔ اور فیصلہ کیا گیا اونمین عدل سے اور کسی طرح کا اونپر ظلم نہوگا۔

واسروا الندامة لما راوا العذاب وجعلنا الاغلال فی اعناق الذین کفروا ھل یجزون الا ما کانوا یعملون یعنی پوشیدہ کیا اونھون نے ندامت کو جب دیکھا عذاب۔ اور ہمنے ڈال دیا کافرون کے گلے مین طوق۔ جزا اونکو تو اوسیکی دی جائیگی جو عمل کرتے ہین۔ پھر ابن عمر کو اس سے کیا نفع ہوا کہ اونھون نے ندامت ظاہر کی۔ جزا تو اونکو عمل ہی کی دیجائیگی۔

(۹) جب کے صحابہ خود رسول اللہ سے اس قسم کا مجادلہ کرتے اور حضرت کے احکام پر ایمان نہلاتی تو اگر جناب امام حسین ؑ کے ساتھ اونھون نے یہ سلوک کیا تو کیا تعجب ہے۔

چونکہ ان لوگون کے حالات اسکے بعد کچھ تفصیل سے لکھے جائینگے اسلیے ہم ان لوگون مین کوئی تفریق نہین کرتے کہ کون درحقیقت معذور تھا اور کون غیر معذور۔ کیونکہ یہ تو بدیہی بات ہے اگر کوئی شخص کسی نبی کا ساتھ نہین دیگا تو نتیجہ بجز قتل کیا ہوگا جیسا کہ ہزارہا انبیا اسیطرح شہید ہوے تو سمجھنا چاہیے الزام نبی پر ہے یا امت پر۔

(۱۰) تو کیا آپ چاہتے تھے یہ بھی ہوتا اور بجز ابو برزہ اسلمی و زید بن ارقم کسنے اس طرح نہی عن المنکر کیا کیونکہ آپکے ابن عمر تو برعکس اسکے خود ایسی شخص سے لڑنے کو طیار ہوے تھے جسنے یزید کو خلافت سے معزول کرنا چاہا جسمین صدہا صحابہ شریک تھے۔

غرض چونکہ موضوع رسالہ یہی ہے کہ دکھایا جاے صحابہ کا برتاؤ آل رسول کے ساتھ کیا تھا اور اڈیٹر النجم نے اسکی فرمایش کی ہے ور کہ ان حضرات کے شریک نہونے کے واقعی اعذار جو نہایت قوی و صحیح تھے بیان کیے جائین۔ لہذا ہم بھی کچھ تفصیل سے ان صحابہ کے حالات کو لکھتے ہین کہ معلوم ہو اونکی شرکت ازراہ معذوری تھی۔ یا ازراہ شرارت نفس۔

عبداللہ ابن عمر کے حالات مین ایک تحریر مولوی شبلی صاحب کی الندوہ مین شائع ہوئی ہے جسکو اڈیٹر اہلحدیث اور بدر قادیانی نے بھی بڑے فخر و مباہات سے نقل کیا ہے۔

اس تحریر مین جہانتک سبجھ پڑا ہے انکی مدح سرائی کی گئی ہے لہذا اسکے اقتباس سے کچھ جملے

حالات بھی انکے ظاہر کرتے ہین کہ یہ کیسے بزرگ تھے۔ کیونکہ جو فضائل بیان کیے گئے ہین انھین سے انکا اصل جوہر کھلتا ہی۔

الندوہ لکھتا ہی "عام روایت تو یہ ہی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر حضرت عمر سے پیشتر شرف حاصل کر چکے تھے لیکن صحیح روایت یہ ہی کہ وہ بھی حضرت عمر کے ساتھ اسلام لائے۔

مگر لطف تو اسی روایت مین ہے کہ عبد اللہ کا اسلام مقدم ہوتا کیونکہ عمر کی بہن اور بہنوئی بھی پہلے اسلام لا چکے تھے چنانچہ جب بہن کا خون بہتے دیکھا تو شرمندہ ہوے اور حضرت کے پاس گئے تو آپنے ایک ایسا جھٹکا دیا کہ مجبوراً اسلام قبول کرنا پڑا۔

الندوہ بہر حال سنہ بلوغ کا زمانہ نجاست کی کدورت سے پاک رہا اور بالکل بچپن ہی کے زمانہ مین انکو گنجینۂ مراد ملا"

مگر افسوس کہ جب جناب امیر کا حال بیان کیا جاتا ہی کہ ان کے خاندان مین کہین کفر نے وجود ہی نہین پایا حضرت نے متولد ہوتے ہی آغوش رسول مین تربیت پائی۔ تو مسرور نہین ہوتے بلکہ کہتے ہین طفلی کے زمانہ کے اسلام کا کیا اعتبار۔ بہر حال اس فضیلت مین وہ عمر سے افضل نکلے۔

الندوہ "لیکن چونکہ اُنھون نے عمر سے پیشتر ہجرت کر دی تھی اس بنا پر بعض راویون نے اس تقدم کی نسبت خود ان کے اسلام کی طرف کر دی۔ مگر تقدم فی الہجرت بھی ایک بہت بڑی فضیلت ہے"

تو اس سے لازم آتا ہی کہ عمر صاحب ابو بکر سے افضل ہون کیونکہ عمر نے بھی تقدم فی الہجرت کی ہی جو بڑی فضیلت ہے اور اگر اسیوجہ سے راوی تقدم اسلام کے قائل ہوے تو پھر عمر کے اسلام کو ابو بکر پر کیون نہ مقدم کیا کیونکہ عمر نے ہجرت مین ابو بکر پر تقدم کیا تھا۔ اصل یہ ہے کہ عبد اللہ بن عمر کے تقدم اسلام سے ایک بڑا الزام عمر پر آتا تھا کہ بیٹا انکا مسلمان ہو گیا اور وہ کافر ہی رہے۔ اسلیے اس روایت کی اس طرح تاویل کرنے لگے حالانکہ عمر صاحب کی سختی بھی معلوم ہی کہ وہ کسقدر مسلمانون کی دشمنی مین سخت تھے۔

الندوہ "جب بدر کی لڑائی پیش آئی تو انکا سن ۱۳ برس کا تھا لیکن انھون نے اسی سن مین شریک جنگ ہونے کے لیے آمادگی ظاہر کی لیکن جناب رسالت پناہ نے انکار کر دیا"

مگر انس بن مالک کے حال مین لکھا ہی "حضرت انس بدر مین رسول اللہ کے ہمراہ گئے تھے یہ اوس زمانہ مین بچے تھے" اسد الغابہ صفحہ ۱۸۰

جس سے معلوم ہوا حضرت کو کسدرجہ انصار پر اعتماد تھا کہ انس کو ساتھ لیا جو دس برس کے تھے غالباً اور عبد اللہ بن عمر کو ساتھ نہ لیا جو تیرہ برس کے تھے۔ یا یہ وجہ ہو کہ آپکو انکے باپ کی شجاعت معلوم تھی کہ فوجی آدمیون کے خوف سے اونکی کیا حالت ہوئی تو اون کا حال بدرجہ اولی معلوم ہوگا اسیوجہ سے ساتھ نہ لیا۔

النٰدوہ البتہ غزوہ خندق مین جب آپکا سن ۱۵ سال کا تھا جناب رسالت پناہ نے انکو اجازت جنگ دی" مگر آج تک کسی نے یہ نہین لکھا کہ انھون نے کسی جنگ مین کسی کافر کو بھی مارا ہو۔ کیونکہ لڑائی مین شریک تو نوکر چاکر چارہ کٹ وغیرہ سب ہی ہوتے ہین کیا اس سے کوئی بہادر بھی بن جاتا ہی۔

النٰدوہ۔ فتح مکہ کے زمانہ مین انکی عمر ۲۰ سال کی تھی وہ ایک سرکش گھوڑے پر سوار تھے اونکے ساتھ ایک بڑا نیزہ تھا اور ایک چادر اوڑھے ہوے تھے اور اپنے گھوڑے کے لیے گھاس کاٹ رہے تھے ایسی حالت مین جناب رسالتمآب نے اُن کو دیکھا اور مدح وثنا کے لہجہ مین فرمایا یہ عبد اللہ ہے عبد اللہ ہے۔ حضرت عبد اللہ فتح مکہ کے شرف کو اپنا سب سے بڑا شرف اور فخر سمجھتے تھے"

اس سے بھی بہت اچھی طرح معلوم ہوا کہ اصلی کام انکا یہی تھا کہ گھوڑے کے لیے گھاس کاٹین۔ حالانکہ بہادرون کی شان یہ ہوتی ہے کہ دشمنون کو مثل گھاس کاٹتے ہین۔

بہر حال انکی شجاعت وجوانمردی کا فسانہ یہین آکر ختم ہوا کہ جنگ فتح مکہ مین یہ گھاس کاٹ رہے تھے اور حضرت نے فرمایا یہ عبد اللہ ہے یہ عبد اللہ۔

فتح مکہ مین اگرچہ عام طور پر حکم جہاد نہین تھا۔ مگر پھر بھی جو بہادر تھے وہ اپنی بہادری دکھا گئے مگر ان کا کام یہی رہا کہ گھاس کاٹین۔ کیونکہ اگر کسی جنگ مین انھون نے کافر کو مارا ہوتا تو ضرور اسپر فخر ومباہات کرتے۔

انکار از خلافت النٰدوہ حضرت عبد اللہ بن عمر ہمیشہ خلافت سے انکار کرتے رہے

جس کا ذکر اُن کے فضائل مین آئیگا۔ لیکن اُن کا بیان ہی کہ جب امیر معویہ اور حضرت
علی مین دومۃ الجندل مین لڑائی کی ٹھیری تو معویہ ایک قوی ہیکل اونٹ پر نکلے او
کہا کہ وہ کون ہی جو خلافت کی خواہش کرتا ہی یا اوسکی طرف گردن بلند کرتا ہی تو میرے دین
آج کے سوا مین دنیا کا خیال نہین آیا تھا کیونکہ مین نے اوسوقت ارادہ کیا کہ کہون خلافت
کی خواہش وہ شخص کرتا ہی جسنے تم کو اور تمہارے باپ کو مار پیٹ کر اسلام کے حلقہ مین داخل
کیا لیکن بہشت اور اسکی نعمتین یاد آگئین۔ اس لیئے مین رک گیا۔ یہ استحقاق اور دعوی
حضرت عبد اللہ بن عمر کو فتح مکہ ہی کی وجہ سے پیدا ہوا تھا کیونکہ فتح مکہ کے زمانہ مین امیر
معاویہ اور ابو سفیان کافر تھے اور کفار کے ساتھ شریک جنگ تھے چنانچہ وہ اسی لڑائی
مین مشرف باسلام ہوے۔ ان مناقب مین اور صحابہ بھی اگرچہ شریک ہین لیکن متعدد فضائل
ایسے ہین جن مین حضرت عبد اللہ بن عمر تمام صحابہ سے ممتاز ہین ہم ان مناقب کو الگ الگ
عنوان قائم کرکے تفصیل لکھتے ہین۔ ۱۲

اگرچہ تحقیق اسکی آیندہ آئیگی جہان تفصیل اسکو لکھین گے مگر یہ دعوی بالکل غلط
کہ وہ خلافت سے منکر تھے بلکہ بات یہ ہی کہ اون لوگون کے رہتے ہوے کسیکو خلافت
ہی نہین سکتی تھی جنھون نے بمخالفت نص رسول معاہدہ کیا تھا کہ جناب امیر کو خلیفہ
ہونے دین گے اُن لوگون سے طلحہ زبیر عبد الرحمان بن عوف سعد بن ابی وقاص
تھے پھر انکو خلافت کیونکر ملتی۔

عمر نے جب جناب امیر کی محرومی کے لیے شوری قائم کیا ہی تو مغیرہ بن شعبہ نے کہا
بیٹے کو خلیفہ کیجیے تو عمر نے کہا تو منافق ہی جس کی یہی وجہ تھی کہ پھر نہ ہم
نہ ابن عمر۔ اور وجہ یہ بیان کی کہ جو شخص اپنی زوجہ کو طلاق دینا ہی نہ جانے وہ کی
خلیفہ ہو سکتا ہے حالانکہ خود عمر بھی احکام طلاق سے ناواقف تھے۔

جو واقعہ جناب امیر اور معویہ کی جنگ کا لکھا ہے وہ بھی غلط ہے کیونکہ عبد
بن عمر اوس جنگ مین شریک نہین تھے۔ یہ واقعہ اس کے بعد کا ہے جیسا کہ آ
مذکور ہوگا۔

ان کا نام خلافت مین ابو موسیٰ اشعری نے البتہ لیا تھا کہ جناب امیر کو معزول کر کے ان کو خلیفہ بنا دو مگر عمرو عاص تو معاویہ کا ایجنٹ تھا اسنے یہ کہکر اڑا دیا کہ وہ خواہان خلافت نہین ہین۔

اتباع سنت حضرت عبداللہ بن عمر کی زندگی کا مقصد صرف اتباع سنت تھا وہ اس کا اس شدت کے ساتھ التزام کرتے تھے کہ رسول اللہ نے جن درختون کے سایہ مین کبھی آرام فرمایا تھا وہ ان کو پانی دیتے رہتے تھے تاکہ خشک نہونے پائین رسول اللہ نے جہان کہین نماز پڑھی تھی اس مقام پر ضرور نماز پڑھتے۔ اور جہان کہین قیام فرمایا تھا وہان ضرور قیام کرتے عام طور علم ہے کہ وہ مناسک حج کے سب بڑے عالم تھے اس کی وجہ یہی ہی کہ وہ مناسک حج مین رسول اللہ کے تمام سنن کا لحاظ رکھتے تھے۔ یہان تک کہ آپنے جہان جہان قضاے حاجت کی تھی وہان وہ بھی ضرور قضاے حاجت کرتے یہی وجہ ہے کہ مقامات حج۔ میقات رمی۔ جمار۔ استہلال وغیرہ کے مقامات کی تعین و تحدید کے متعلق اکثر حدیثین حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہین۔ رجب مین چونکہ جناب رسالت پناہ عمرہ لائے تھے اس لیے وہ بھی ہر سال رجب مین عمرہ لاتے تھے وہ سخت خطرہ کی حالت مین بھی اتباع سنت سے باز نہین آتے تھے چنانچہ جب حجاج اور عبداللہ بن زبیر کے مقابلہ کا زمانہ تھا اور عبدالملک بن مروان نے لوگون کو حج سے اس بنا پر روکنا چاہا تھا کہ مین مبادا عبداللہ بن زبیر کی بیعت نہ کرلین تو حضرت عبداللہ بن عمر نے حسب معمول حج اور عمرہ کا سامان کیا لیکن ان کی ولادنے روکا کہ یہ فتنہ و فساد کا زمانہ ہے ایسا نہو کہ لوگ آپ کو حج سے روکدین انھون نے فرمایا کہ حدیبیہ کا واقعہ ہمارے لیے کافی ہے رسول اللہ حج کو نکلے تو کفار نے روکدیا۔ آپ رک گئے اسی طرح اگر ہم بھی روک دیے جائینگے رک جاینگے حضرت عبداللہ بن عمر کو رسول اللہ کے اقوال و افعال کا اس شدت کے ساتھ التزام تھا کہ خود جناب رسالت پناہ کو منع کرنا پڑا۔ صحابہ کا عام قاعدہ یہ تھا کہ اپنے خواب رسول اللہ کی حضور مین بیان کرتے اور آپ ان کی تفسیر بیان فرماتے حضرت عبداللہ ابن عمر کو بھی شوق پیدا ہوا کہ مین بھی کوئی خواب دیکھون تو حضور کی

خدمت مین بیان کردن چنانچہ وہ رسول اللہ کے مبارک زمانے مین مسجد مین سوتے تھے انھون نے خواب مین دیکھا کہ دو فرشتے مجھے پکڑ کر دوزخ کی طرف لیگئے مین نے دیکھا کہ وہ کنوئین کیطرح تہ بتہ ہے اسکے دو کنارے ہین اور اس مین کچھ لوگ ہین جنکو مین پہچانتا ہون یہ حالت دیکھکر مین نے خدا سے پناہ مانگی اور اعوذ باللہ کہنے لگا اسی حالت مین مجھے دوسرا فرشتہ ملا اُسنے کہا گھبراؤ نہین - اس خواب کو انھون نے حضرت حفصہؓ سے کہا اور انھون نے اسکو رسول اللہ سے بیان کیا حضور نے فرمایا عبداللہ تو اچھا آدمی تھا کاش وہ رات کو نماز پڑھتا چنانچہ انھون نے بالالتزام شب بیداری کرنی شروع کی یہان تک کہ جب جناب رسالت پناہ کو اسکی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ مجکو یہ نہین معلوم ہوا کہ تم رات کو قیام کرتے ہو دن کو روزہ رکھتے ہو انھون نے کہا کہ ہان مین ایسا کرتا ہون آپ نے فرمایا اگر ایسا کروگے تو تمھاری آنکھین کمزور ہو جائینگی نفس تھک جائیگا تمپر تمھارے نفس کا حق ہے بی بی کا حق ہو اسلیے روزہ بھی رکھو افطار بھی کرو رات کو قیام بھی کرو اور سوؤ بھی -

الجواب - نہ معلوم یہ جملہ ان کے مدح مین لکھا ہو یا ذم مین کیونکہ اگر اتباع سنت رسول فعل ممدوح ہو تو عمر پر شیعون کی موافقت مین وہی کہنا چاہیے جو اُن کا حق ہو - کیونکہ خود مولوی شبلی صاحب **الفاروق** مین لکھتے ہین -

ایک دفعہ آنحضرت نے ایک درخت کے نیچے لوگون سے جہاد پر بیعت لی تھی اس بنا پر یہ درخت متبرک سمجھا جانے لگا اور لوگ اسکی زیارت کو آتے تھے - حضرت عمر نے یہ دیکھکر اوسکو جڑ سے کٹوادیا -

ایک دفعہ سفر حج سے واپس آرہے تھے - راستہ مین ایک مسجد تھی جسمین ایک دفعہ آنحضرت نے نماز پڑھی تھی اس خیال سے لوگ اسطرف دوڑے حضرت عمر نے لوگون کو مخاطب کرکے فرمایا کہ **اہل کتاب** انہین باتون کی بدولت تباہ ہوئے کہ انھون نے اپنے پیغمبرون کی یادگارون کو عبادتگاہ بنالیا صفحہ ۲۰۸ حصہ دوم -

اب کون اسنے پوچھے کہ یہ لائف تو آپ ہی کی لکھی ہوئی ہے عمر کی لائف **الفاروق**

مین لکھی- ابن عمر کی النذ و لا مین ہمیر بتایئے کسکا فعل حق اور صواب تھا کیونکہ انکی تحریر سے معلوم ہوا ابن عمر کی زندگی کا مقصد اگر صرف اتباع سنت تھا- تو عمر کی زندگی کا مقصد محض مخالفت سنت- ابن عمر اگر ان درختون کو پانی دیتے جسکے سایہ مین حضرت بیٹھے تھے تو عمر اوس درخت کو جس کے نیچے حضرت نے جہاد پر بیعت لی تھی کٹوا دیتے۔ ابن عمر اگر اُس جگہ نماز پڑھتے جہان حضرت نے نماز پڑھی تھی تو عمر اُس مسجد مین جانے سے بھی روکتے اور صحابہ کو کافر بتاتے-

ابن عمر اگر حج مین رسول اللہ کے تمام سنن کا لحاظ رکھتے تو عمر کو اسدرجہ مخالفت رسول پر اصرار تھا کہ متعہ الحج کو موقوف کیا مقام حضرت ابراہیم کو بدل دیا جو عہد حضرت ابراہیم سے تا عہد رسول ملکہ تا عہد ابوبکر اپنے اصلی مقام پر تھا- اور اب دوسری جگہ ہے-

مولوی شبلی صاحب الفاروق مین لکھتے ہین-

اسلام کا ایک اصول شعائر اللہ کی تعظیم ہے- اسی بنا پر کعبہ اور حجر اسود وغیرہ کے احترام کا حکم ہے لیکن اسکی صورت صنم پرستی سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ تمام مذہب مین اسی اصول سے رفتہ رفتہ صنم پرستی قائم ہو گئی- حضرت عمر نے مختلف موقعون پر لوگون کو اس غلطی مین پڑنے سے باز رکھا ایکبار حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر علانیہ کہا انی اعلم انک حجر و انک لا تضر و لا تنفع مین جانتا ہون کہ تو ایک پتھر ہے نہ فائدہ پہونچا سکتا ہے نہ نقصان-

حضرت عمر کا یہ فعل مذاق عام سے جسقدر الگ تھا اسکا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ بہت سے محدثین نے جہان حضرت کا عمر کا یہ قول نقل کیا ہے وہان یہ روایت بھی اضافہ کی ہے کہ اسیوقت حضرت علی نے ان کو ٹوکا اور ثابت کیا کہ حجر اسود فائدہ اور نقصان دونون پہونچا سکتا ہے کیونکہ وہ قیامت مین لوگون کی نسبت شہادت دے گا- لیکن یہ اضافہ محض غلط اور بناوٹ ہے چنانچہ منقدین فن نے اس کی تصریح کی ہے-

صفحہ ۲۰۸ الفاروق-

ہمنے جو ابتدا مین لکھا تھا کہ اتباع سنت مین جو ابن عمر کا نام لکھا گیا اسکی غرض یہ تھی
ہے اور مذمت اسکی تعریف اس سے بخوبی ہوگئی کہ یہان مخالفت سنت رسول مین عمر کی
اسود حجر تعریف کی گئی ہے کہ انھون نے اسود حجر مین مبالغہ کیا جس سے یہ بھی معلوم ہوا
کہ مولوی شبلی صاحب ابھی تک بوسہ حجر اسود کو بت پرستی سمجھتے ہین اور رواج صنم پرستی
کا یہی سبب ہے اور جو لوگ ایسا کرتے ہین وہ غلطی مین ہین۔

تو ابن عمر کا یہ فعل کہ وہ اسود حجر اتباع رسول مین منہمک رہتے ضرور قابل مذمت فعل
ہے۔ مولوی شبلی صاحب کو اس روایت سے انکار ہے جو جناب امیر نے بمخاطبہ عمر فرمایا تھا مگر
افسوس تمامی علماے اہلسنت نے اسکی روایت کی ہے اور جہل عمر کی بہت کامل دلیل ہے کیونکہ
حضرت نے اپنے دعوی کو قرآن مجید سے ثابت کیا ہے جب عمر نے کہا یا ابا الحسن لقد جعل
بین ظہرانکم من العلم غیر قلیل

اور بروایت سبل الہدی والرشاد عمر نے کہا اعوذ باللہ ان اعیش فی قوم لیست فیھم
یا ابا الحسن یعنی ہم خدا سے پناہ مانگتے ہین اس سے کہ ہم اس قوم مین زندہ رہین جسمین
آپ نہون ملاحظہ ہو تشیید المطاعن صـ ۵۵۵

عمر صاحب کو بخصوص احکام حج مین حضرت کی مخالفت مین اسقدر کد رہی کہ حضرت
نے آخر رسالت مین بتاکید تمام حکم دیا تھا کہ عمرہ اور حج ایک ساتھ بجا لاؤ مگر عمر کا حکم
تھا جیسا کہ ازالۃ الخفا مین ہے۔

قال عمر افصلوا بین حجکم و عمرتکم فانہ اتم لحج احدکم واتم لعمرتہ ان
یعتمر فی غیر اشہر الحج صـ ۱۴۳

کہ عمر کا حکم تھا کہ حج و عمرے مین فصل کرو کہ حج و عمرہ تمام ہو اور عمرہ غیر ماہ حج مین
ہونا چاہیے کہ عمرہ تمام ہو۔

پھر کہتے ہین احمد بن حنبل عن جابر بن عبداللہ تمتعنا مع رسول اللہ و مع
ابی بکر فلما ولی عمر بن الخطاب خطب الناس فقال ان القرآن ھو القرآن
وان رسول اللہ ھو الرسول کانتا متعتان علی عہد رسول اللہ احدھما

متعة الحج والاخری متعة النساء معناه لیستا بعده قلت وهذا اشد المواضع التی اختلف فیها علی عمر والاوجه عندی ان کل کلام له محمل وکان عمر یختار الافراد ویرخص فی التمتع والقران اما قول ابن عباس تمتع رسول الله وابو بکر وعمر فمعناه تقدیم طواف القدوم قبل طواف الافاضة وجعل السعی عقیب طواف القدوم واما قوله رخص لنبیه ماشاء فهو فسخ الحج بالعمرة فذلک خاص بزمان النبوة اراد بذلک النبی صلعم هدم مذهب الجاهلیة من توهم العمرة فی اشهر الحج من افجر الفجور واما الافراد الذی نهی عنه فهو ترک طواف القدوم صـ ۲۶۳

یہ وہی طعن ممانعت عمر ہے حج تمتع سے کہ عمر نے کہا قرآن وہی قرآن ہے رسول اللہ وہی رسول اللہ ہیں۔ مگر دو متعہ عہد رسول اللہ میں جاری تھا ایک متعۃ النساء دوسرا متعۃ الحج جواب نہیں ہے۔ اسی ذیل میں شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ مذہب کفار جاہلیت یہ تھا کہ زمانہ حج میں عمرہ کرنا اعلیٰ درجہ کا فجور ہے حضرت نے متعۃ الحج کر کے اس مذہب کو باطل کیا کہ ماہ ذیحجہ میں پہلے عمرہ کیا بعدہ حج عمر نے اس حکم رسول کو موقوف کر کے حکم دیا کہ زمانہ حج میں عمرہ نہ کیا کرو اب اس سے بڑھ کر کیا مخالفت رسول ہو سکتی ہے کہ جس حکم کو حضرت نے اس اہتمام سے جاری کیا۔ عمر نے اوسکو موقوف کر دیا۔

اس طعن کی تفصیل تشیید المطاعن میں دیکھو یا جلد رابع ذوالفقار حیدری میں۔

ابن عمر کی نسبت مولوی شبلی صاحب نے دعوی کیا ہے کہ وہ مناسک حج کے سب سے بڑے عالم تھے مگر عمر و اسد رضہ اس سے بے علم تھے کہ ازالۃ الخفا میں ہے سئل عن العمرة وهو بمکة من ای موضع اعتمر قال ایت علی بن ابی طالب فسئله فقال علی حیث ابتدأت یعنی من میقات ارضه قال فاتی عمر فاخبره فقال ما اجد لک الا ما قال علی بن ابی طالب صـ ۲۶۳

یعنی عمر سے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص مکہ میں ہو اور عمرہ کرنا چاہے تو کہاں سے شروع کرے۔ عمر نے کہا کہ حضرت علی کے پاس جاؤ حضرت نے فرمایا جہاں سے شروع کیا ہو

یعنی جو میقات اوسکے اصلی وطن کا ہو وہان سے احرام باندھنا چاہیے اُسنے اگر عمر سے بیان کیا کہا ہم بھی تو وہی پاتے ہین جو حضرت علی نے کہا۔

عمر نے چاہا تھا کہ خزائن و دفائن خانۂ کعبہ کو جہاد مین صرف کرین۔ مگر جناب امیر نے روکا ص ۳۳۶

عمر سے سوال کیا گیا کہ شتر مرغ کے انڈون کو اگر حالت احرام مین کوئی کھا جاے تو اوسکا کیا حکم ہے عمر نے اسکو جناب امیر سے دریافت کیا۔ ص ۳۴۴

عمر کو یہ مسئلہ حج معلوم نہ تھا کہ طواف خانۂ کعبہ کے پہلے عطر لگانا جائز و مباح ہے لہذا عمر نے حرمت کا حکم دیا۔

چنانچہ ازالۃ الخفا مین ہے۔ ان عمر خطب الناس بعرفہ وعلمہم امر الحج فقال لہم فیما قال اذا جئتم منی فمن رمی الجمرہ فقد حل لہ ما حرم علی الحاج الا النساء والطیب لا یمس احد نساء ولا طیبا حتی یطوف بالبیت قلت ترک الفقہاء قولہ والطیب لما صح عندہم من حدیث عایشہ وغیرہا ان النبی ص تطیب قبل طواف الافاضہ ص ۱۰۵

یعنی عمر نے عرفہ مین خطبہ دیا بغرض تعلیم حج تو کہا کہ جو شخص رمی الجمرہ کرے اسپر سب چیزین حلال ہو جاتی ہین مگر عورت اور خوشبو لگانا۔ وہ نہ عورتون کے پاس جاے نہ خوشبو لگاے جب تک طواف نہ کرے شاہ صاحب کہتے ہین کہ تمام فقہا نے اس حکم عمر کو ترک کر دیا کیونکہ اون کے نزدیک حدیث عائشہ وغیرہ سے ثابت ہے کہ حضرت نے قبل طواف خوشبو لگایا تھا۔

کہان ابن عمر کی وہ حالت کہ مناسک حج کے وہ بڑے عالم مانے جاتے۔ اور کہان عمر کی یہ حالت کہ خلیفہ بنکر تعلیم احکام حج کر رہے ہین مگر اسطرح کہ خلاف سنت رسول۔

اوسی ازالۃ الخفا مین ہے البغوی روی ان عمر اذن ازواج النبی ص فی اخر حجۃ حجہا فبعث معہن عثمان بن عفان و عبد الرحمن قلت اختلفوا فی المرءۃ تخرج من غیر محرم فاحتج الشافعی بہذا علی انہ یجوز خروجہا من غیر محرم

اذا كان معهن نسوة ثقات وسفاة ان يقربوا في لاثر انه جعل معهن عثمان وعبد الرحمان بمعنى محافظتهن وتوقيرهن وان كان معهن محارمهن والله اعلم۔

یعنی عمر نے اجازت دی ازواج نبی کو حج کرین اور اُن کے ساتھ عثمانؓ عبدالرحمانؓ کو کردیا شاہ صاحب کہتے ہین کہ اسمین اختلاف ہے عورتون کو بغیر محرم جانا جائز ہے یا نہین شافعی نے اسی فعل عمر سے استدلال کیا ہے جواز پر مگر جو لوگ منکر ہین وہ کہہ سکتے ہین کہ ممکن ہو عمر نے بغرض محافظت وتوقیر ساتھ کیا ہو۔

جن لوگون نے کتب سیر وتواریخ کا مطالعہ کیا ہے اُن کو معلوم ہو کہ آنحضرتؐ نے حجۃ الوداع مین اپنے ازواج کو حکم دیا تھا کہ یہ آخری حج تمھارا ہے اب اس کے بعد نہ کوئی حج کرے نہ گھر سے باہر نکلے مگر عمر نے حکم رسول کے خلاف اونکو اجازت حج دی اور نامحرمون کو انکے ساتھ کیا۔ اس سے بڑھکر کیا مخالفت سنت ہوسکتی ہے پھر ادسی ازالۃ الخفا مین ہو۔ عن ابی عمرو وجد عمر ابن الخطاب ریحا عند الاحرام فتوعد صاحبها فرجه معويه فالقى ملحفه كانت عليه مطيبة قلت لم ياخذ بهذا اهل الفقه لما صح عندهم من حديث عايشة كانى انظر الى وبيص الطيب من مفرق رسول الله بعد ثلاث من احرامه اخرجه الشيخان

یعنی عمر نے احرام کے وقت خوشبو سونگھی تو اُس شخص پر بہت غصہ ہوے معویہ نے وہ لحاف جو خوشبودار اوڑھے تھے اُتار دیا شاہ صاحب فرماتے ہین تمام فقہانے اس قول عمر کو نہین مانا کیونکہ حدیث عائشہ سے رسول اللہ کا خوشبو لگانا ثابت ہو۔

اب کہیے اس سے بڑھکر کیا مخالفت رسول ہوسکتی ہو۔ چونکہ اہل جاہلیت زمانہ حج مین خوشبو نہین لگاتے تھے اسلیئے عمر صاحب نے اپنے زمانہ مین اوسکی ترویج چاہی۔

ابوبكر عن القاسم بن محمد قال ان عمر رة زارت البيت يوم النحر ثم حاضت قبل النفر قال يرحم الله عمر كان اصحاب رسول الله يقولون قد فرغت الا عمر فانه كان يقول يكون اخرها عهدها بالبيت قلت ترك اهل العلم قول عمر هنا

وا ثبت عندهم من قصة صفية وغيرها

یعنی تمامی صحابہ اسکے قائل تھے کہ اگر بروز قربانی عورت طواف کرے اسکے بعد حیض آ جائے تو حج اوسکا پورا ہو گیا۔ مگر عمر کہتے ہین کہ نہین اسکو پھر طواف کرنا چاہیے۔ شاہ صاحب کہتے ہین کہ تمامی اہل علم نے قول عمر کو ترک کر دیا کیونکہ قصہ صفیہ وغیرہ سے اسکے خلاف ثابت ہی۔

عمر نے نکاح کو باطل کیا جو حالت احرام مین واقع ہو۔ حالانکہ خود حضرت نے حالت احرام مین نکاح کیا ہی۔

یہ چند مسائل ہین جن سے معلوم ہو سکتا ہی کہ عمر صاحب کو کسقدر جد کی مخالفت تھی سنت رسول سے کہ جہان تک بن پڑا اسکے خلاف کیا۔ پھر مولوی شبلی صاحب کا یہ کہنا کہ ابن عمر صاحب کو اسقدر اتباع سنت کا خیال تھا کہ جہان جہان حضرت نے قضاے حاجت کی تھی وہان ابن عمر ضرور قضاے حاجت کرتے کسقدر عبرتناک ہی کہ باپ کا وہ خیال بیٹے کا یہ خیال کہ باپ تو اسدرجہ مخالفت رسول پر تلے رہتے۔ اور بیٹا یہ اثر دکھاتا۔

مگر ابن عمر کے اس حال پر وہ واقعہ یاد پڑا جو اکثر علما و دولت آبادی هدایة السعدا الجلوة الاخیر لا تنفع الرجل الصلوة وسائر العباد مع ایذاء اهل البیت من الهدایة الثانیة عشر جسمین اسکا بیان ہی کہ ایذاء اہلبیت طاہرین کے ساتھ نہ نماز فائدہ دیتی ہے نہ دوسری کوئی عبادت۔ مین لکھتے ہین۔

در دستور میگوید امام شعبی را بر سید ند کہ یزیدیان اہل قبلہ اند و در درود بر مصطفے میگویند و می آرند کہ از بنی امیہ کسی شنید بوی محاسن مصطفے شخصے می اردان مردانی چند کردہ یا برہنہ پیادہ رفتہ آن صندوق کہ دران شعر مبارک بود بر سر خود نہادہ در شہر در آمد ہفت روز طبل زدو و شادی نمود حکم ایمان آن چیست گفت مردی کفش مصطفے بر سر گرفتہ و کفش از صحف ساختہ و سم خر عیسے را در زر و جواہر کردہ در گردن بندد و مادر عیسی را بزنا نسبت کند ہر چہ حکم این مرداست ہمان حکم آن مردانی ست میش مصطفے بر بان بہماری آمدند و جان در نعلش می داشتند این چنین نماز نماز نیست وما کان صلوتهم عند البیت الا مکاء و تصدیة کما فی العبقات صـ ۵۵۷

ابن عمر

کیونکہ عبداللہ بن عمر کا ایسے ایسے جزئیات مین اتباع سنت کرنا جہان حضرت نے قضاء حاجت کی وہان یہ بھی قضاے حاجت کرین جہان حضرت کسی درخت کے نیچے بیٹھے وہان یہ بھی بیٹھتے تھے بالکل مشابہ اُسی مردانی کے ہے کہ آنحضرت کے موے شریف کے پیشوائی کو کئی کوس تک برہنہ پا گیا اور صندوق کو اپنے سر پر رکھکر لایا اور سات روز تک طبل بجواتا رہا کیونکہ اگر درحقیقت ابن عمر پیرو سنت رسول ہوتے تو جناب امام حسینؑ کی جان نثاری مین حاضر ہوتے اور اپنی جان آپ پر نثار کرتے۔ نہ یہ کہ دکھانے کے لیے تو اسطرح اتباع سنت کرتے اور باطن مین ایسے مخالف رہے کہ نہ جناب امیر کی بیعت کی نہ جناب امام حسنؑ کی۔ نہ جناب امام حسین کی اسیطرح حمایت کی۔ بلکہ جب اہل مدینہ نے یزید کو خلافت سے خلع کرنے لگے تو یہ مخالف بن گئے اور تلوار نکالکر فیصلہ کرنے چلے کہ جو یزید سے لڑے گا اُس سے ہم جنگ کرینگے

علامہ دولت ابادی اسی جلوہ سابعہ مین لکھتے ہین۔ در خزانہ جلالی میگوید نقلست از غرر السیر امام ثعلبی روزی وزیر عبد الملک مروان کہ از بادشاہان بزرگ و شرفاء مروانیان بود از امام شعبی کہ از جملہ علماء تابعین بود پرسید کہ شما این مسئلہ کہ میان امت مشکل شدہ چرا حل نمیکنید کہ خلفاے بنی اُمیہ چنانچہ یزید و دیگران باوجود اینان احکام شرع و تعظیم داشت مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم فرزندان و جگر گوشگان را اہانت میکنند و ایذا میرسانند و اہلبیت رسول کہ در جزئیت و بعضیت ایشان با مصطفے کسی را خلاف نیست عداوت جانی افتادہ چنانکہ بعضے را از ایشان زہر دادہ و بعضی را بہ تیغ کشانیدہ و بعضی را اسیر گردانیدہ تعزیر میکنند و دوستان و ہواخواہان ایشان را میرنجانند و می کشانند و ہر کہ نام ایشان بہ دوستی میگیرد بر می اندازند و بر منابر لعن بر اہلبیت میکنند مسلمان میمانند یا نی بعضے از یاران مصطفے صلعم کہ امروز در صدد حیات اند این مسئلہ چرا حل نمیکنند امام شعبی ہم در پیش وزیر عبد الملک کرد و در آن مجمع گفت کہ من و جماہیر تابعین حیران و متحیریم و نمیدانیم کہ خلفا و بنی امیہ را کہ معاویہ و عبد الملک از ایشانند بدین چیزہا کہ معظم و اشت پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم می کنند و بد انچہ ایشان اعیاد و جمعات و حج بر پاے میدارند و ظاہر نماز میگذارند بجہت خلفاء بنی امیہ را دشمن میگیریم و ایشان را مسلمان ندانیم و از منافقان شماریم و بر ایشان لعنت

زیرا تعظیم ایشان برای مصلحت روان شدن مملکت و صلاح دولت احکام شرع بجای میدارند پس
امام شعبی گفت که از نقل مصطفی صلعم پنجاه سال برآمده چند نفر پیر معمور مانده اند و از ان تاریخ که
در کربلا با حسین علی و دیگر فرزندانش یزیدیان آن چنان حادثه کردند و زار زار کشتند و آنانکه
از اهلبیت زنده مانده بودند ایشان را طریق اسیران و بندیان در دمشق آوردند و یاران پیغامبر
صلی الله علیه وسلم که زنده بودند چون این واقعه شنیدند از ان تاریخ باز زدی خود. هیچ
مسلمانی نه نمودند و ترک جمعه و جماعت و عبادت کردند و بعضی درون خانه منزوی گشتند
و بعضی ترک خانه و زن و فرزندان کرده در کوههای دور دست رفتند و در مصیبت اهلبیت
مشغول شدند و ترک مخالطه و سخن گفتن با مردمان دادند منکه شعبی ام از بعضی ایشان پرسیدم
که شما جمعه و اعیاد و حج چرا ترک داده اید و انزوا و بکلی اختیار کرده اید ایشان گفتند ما روی آنچنین
امت که ظاهر کلمه گویند و نماز گزارند و جگر گوشگان رسول را بکشتند و بواسطهٔ دنیا کفر و
نفاق خود مستور دارند نتوانیم دید از گاه آدم الی یومنا هذا آنچه ازین امت آمد از هیچ
امتی نیامده اگر امتان پیشین انبیا را کشتند اما بر دین ایشان مقر نماندند اما کسی در جهان
یاد ندارد قومی که خود را مسلمان خوانند بظاهر کلمه و عمل بر شریعت جد ایشان کنند و جگر گوشگان
پیغامبر را زار زار بکشتند و سری که در کنار مصطفی بوده پرورده شده آنرا بریده و بر نیزه
بسته و دختران و اطفال ایشان را طریق بندیان بردند اگر محمد رسول الله رحمة للعلمین
نبودی ازین حادثه هیچ یکی از امت زنده نماندی و جمله مسخ و نسخ شدندی و چنان
قهر نازل شدی که هیچ جنبنده در ربع مسکون زنده نماندی پس صحابه گفتند بعد از ماجرای
مذکور هیچ گونه باشد که ما روی این امت به بینیم ما یاران رسولیم و مصطفی را در صد جای
خدمت کرده ایم عزیز من اگر از قومی یک نفر عاصی باشد همه قوم شرمنده گردد و از زنان
یک زن اگر زنا کند همه زنان شرمنده گردند زیرا چه اگر یک دانه دیگ با نمک و بی نمک پخته
و عام ست بر تمام دیگ امتحان حکم کنند وزیر عبد الملک و معتبران دیگر چون این قصه از
امام شعبی شنیدند اندیشه کردند و دریافتند که متغلبان بنی امیه را با وجود ایذا و جفا و قتل
سگ و محبت اهلبیت مصطفی دعوای ایمان نفاق است و هر که ایشان را دوست دارد

بالیشان پیوند داد گمراہ محض باشد پس وزیر و حاضران مجلس از سر کلمہ بگفتند و مسلمان شدند و وزیر دست از وزارت بداشت و از توبہ و انابت گرا بید عزیز من یکے قیاس کن اگر این چنین حادثہ کہ بر شاہ حسین رفت غلام بر خداوندگار زادہ و مرید بر پیر زادہ و شاگرد بر استاد زادہ کند با وجود دعوی شاگردی و مریدی دعوی این را نفاق باشد یا نی رحم اللہ من انصف انتہی۔

اس عبارت کو پڑھیے اور ابن عمر کے حالات سے ملائیے کہ اونکا اتباع سنت مین اسقدر اہتمام اسی قسم کا ہی یا نہین کہ بظاہر تو یہ اہتمام ہی مگر باطن مین ایسے منافق ہین کہ شہادت فرزند رسول نے اونپر کوئی اثر نہ کیا اور اسیطرح یزید کے طرفدار بنے رہے۔

غضب خدا حضرت نے ماہ رجب مین جو ایک دفعہ عمرہ کیا تھا تو اسکی ان کو یہ پابندی ہوئی کہ ہر سال یہ عمرہ کرتے تھے مگر تیس ۲۳ برس تک جو ان حضرت کو دیکھا کہ شب و روز اہلبیت طاہرین سے محبت کرتے ہین اونکا لب و دندان چوستے ہین اونکے فضائل و مناقب مین ہزارون نہین لاکھون حدیثین بیان کرتے ہین اوس کا ان پر کوئی اثر نہوا۔

اس واقعہ کو الندوہ نے بڑے فخر و مباہات سے بیان کیا ہو کہ زمانہ جنگ ابن الزبیر مین جبکہ خاص کعبہ مین جنگ ہو رہی تھی یہ حج کو نکلے اور کسیکا کہنا نہ مانا۔

مگر اس سے تو اور بھی ہمارا دعوی قوی ہو گیا۔ کیونکہ دو ہی صورت ہو سکتی ہی۔ یا یہ کہ ایسے شجاع اور بہادر تھے کہ انپر اوس شر و جنگ کا کوئی اثر نہوتا جس سے وہ اسطرح بیخوف و خطر چلے گئے تو اگر جناب امام حسین ع کے ساتھ یہ ہوتے تو کیسی فتح عظیم ہوتی۔

یا یہ کہ انکا اثر ایسا غالب تھا کہ انکو دیکھ کر سب دب کرتے اور جنگ موقوف کرتے تو اس صورت مین اور بھی ضرورت تھی کہ یہ جناب امام حسین کے ساتھ ہوتے کہ حضرت اس بیکسی سے شہادت نہ پاتے کیونکہ یہ یقینی ہے۔ یزید یا ابن زیاد حجاج سے زیادہ ظالم نہ تھا۔ جب حجاج نے انکا اسقدر ادب کیا کہ جنگ مین انکو تکلیف نہ پہونچے۔ تو اگر یہ جناب امام حسین ع کے ساتھ ہوتے تو یقیناً ابن زیاد اور یزید اون کا زیادہ ادب کرتے اور جناب سید الشہدا اسطرح پر شہید نہوتے

الندوہ نے اس واقعہ پر بڑا فخر کیا ہی۔ مگر اون کو معلوم نہین کہ حجاج کو

تو عبد الملک کا حکم تھا کہ ان کی پیروی کیا کرو چنانچہ اسد الغابہ مین جو ترجمہ مولوی عبد الشکور ریسٹ جلد ۶

"عبد الملک بن مروان نے اسی حجاج کو حکم دیا تھا کہ تو ابن عمر کی اقتدا کر۔ پس حضرت ابن عمر تمام مقامات مین یعنی عرفہ وغیرہ مین حجاج سے آگے رہتے تھے۔"

پھر جو ایسا شخص مخدوم و مطاع خلیفہ ہو تو کسکی مجال تھی کہ اُن کو اس جنگ مین مار لیتا۔ کیونکہ فریق مخالف اس جنگ مین ابن الزبیر تھا جو کیسا کچھ انکا دوست تھا اور لشکر سب اہل مکہ و اہل مدینہ والے صحابہ تھے پھر وہ کیونکر انکو صدمہ پہونچاتے۔

ہم جو بار بار صحابہ کی عدم شرکت پر رو رہے ہین تو اسی بنیاد پر کہ ان کی محض شرکت حضرت کے لیے ایک بڑے بھاری سپر کا کام دیتی۔ کیونکہ معاویہ نے اپنے زمانہ حکومت و خلافت سے جو چالیس برس تھی سبکو یہ سمجھا رکھا تھا کہ جناب امیر اور حسنین خلفاے ثلثہ اور صحابہ کے دشمن ہین۔ اسلیے اور بھی صحابہ پرست ہم میں ان حضرات کے دشمن تھے۔ اگر دو چار صحابی جو مشاہیر زمانہ سے تھے حضرت کے شریک ہوتے تو سب جان جاتے ان کا قتل جائز نہین چنانچہ جنگ جمل و صفین مین چونکہ اہل بدر و دیگر صحابہ جناب امیر کے شریک ہے۔ اسلیے وہ غلبہ معویہ کو ہو سکا۔ حالانکہ عائشہ و طلحہ و زبیر بڑے با اثر اشخاص تھے۔ مگر چونکہ بہت سے صحابہ جناب امیر کے ساتھ تھے خصوصاً وہ صحابہ جنکو ہر کس و ناکس جانتا تھا کہ یہ اعلی درجہ کے صحابی ہین مثل حضرت عمار یاسر وغیرہ بزرگان دین کے اس لیے حضرت ہی کو کامیابی ہوئی۔

اسیطرح ابن عمر اگر جناب امام حسین کے ساتھ ہوتے تو پھر کسیکو شاید ہی اسکی جرأت ہوتی کہ حضرت پر ہاتھ اٹھاتا۔

مگر وہ عداوت جو موروثی تھی۔ اور وہ برتاو جو اپنے باپ خلیفہ دوم کا دیکھ چکے تھے اسنے ابن عمر کو نہ نکلنے دیا اور انکے نہ نکلنے نے حضرت کو اس طرح شہید کرایا۔

الغرض وہ لکھتا ہے کہ ابن عمر کو نہایت درجہ اقوال و افعال رسول کا احترام تھا مگر افسوس ہے مولوی شبلی الفاروق مین لکھتے ہین "کتب سیر اور احادیث مین تمنے اکثر پڑھا ہوگا

کہ بہت سے ایسے موقع ہیں آئے کہ جناب رسول اللہؐ نے کوئی کام کرنا چاہا کوئی بات ارشاد فرمائی تو حضرت عمر نے اسکے خلاف رائے ظاہر کی ص ۲۳۶

پھر یہ لکھتے ہیں واقلوا الروایۃ عن رسول اللہ وانا شریککم یعنی عمر نے حکم دیا کہ جہانتک ہو سکے رسول اللہؐ سے روایت کم کی جائے اور میں تمہارا شریک ہوں ص ۲۲۳

ان عمر حبس ثلثۃ۔ ابن مسعود وابا الدرداء وابا مسعود الانصاری فقال قد اکثرتم الحدیث عن رسول اللہ حضرت عمر نے عبداللہ بن مسعود۔ ابو درداء اور ابو مسعود کو محبوس کیا اور کہا کہ تم لوگوں نے آن حضرت سے بہت حدیثیں روایت کرنی شروع کیں ص ۲۲۴ الفاروق۔

اس حبس بیجا کا اثر جو ابن مسعود پر پڑا اسکو خود مولوی شبلی صاحب ان الفاظ سے لکھتے ہیں عبداللہ بن مسعود جو مقامات علمی میں حضرت عمر کے تربیت یافتہ خاص تھے انکی نسبت محدثین نے لکھا ہی۔ وہ روایت میں سختی کرتے تھے اور اپنی شاگردون کو ڈانٹتے رہتے تھے کہ الفاظ حدیث کے محفوظ رکھنے میں بے پروائی نہ کریں۔ محدثین نے یہ بھی لکھا ہی کہ وہ کم حدیثیں روایت کرتے تھے یہان تک کہ سال بھر قال رسول اللہ نہیں کہتے تھے۔ صفحہ ۲۲۵ الفاروق۔

عمر اور ابن عمر کا جب موازنہ کرتے ہیں تو ہمکو سخت تعجب ہوتا ہی کہ عمر کے نطفہ سے کیونکر ایسا شخص پیدا ہوا جسکے حالات اور جسکے خیالات بالکل ضد میں واقع ہوے ہیں اپنے باپ کے کیونکہ عمر کی تو یہ تاکید تھی کہ حضرت کی حدیثیں جہانتک کم بیان کی جائیں۔ اور ابن عمر کا یہ حال کہ اقوال افعال رسول میں انکو اس شدت کا التزام تھا۔

یہ التزام ابن عمر پر اسی زمانہ میں قائم ہوا تھا کہ وہ خلاف فتواے عمر۔ فتوی دیتے ہیں جیسا ابن عمر نے کہا صحیح ترمذی میں ہی عن ابن شہاب ان سالم بن عبداللہ حدثہ انہ سمع رجلا من اہل الشام وہو یسال عبداللہ بن عمر عن التمتع بالعمرۃ الی الحج فقال عبداللہ بن عمر ہی حلال فقال الشامی ان اباک قد نہی عنہا فقال عبداللہ بن عمر ارایت ان کان ابی نہی عنہا وصنعہا رسول اللہ صلعم

امر ابی یتبع ام امر رسول الله فقال الرجل بل امر رسول الله فقال لقد صنعها رسول الله ٭ هذا حدیث حسن صحیح۔

یعنی کسی شخص نے عبد اللہ بن عمر سے پوچھا حج تمتع جائز ہے (یعنی عمرہ و حج ایک ساتھ) تو عبد اللہ بن عمر نے کہا حلال ہی شامی نے کہا مگر تمھارے باپ تو منع کرتے تھے۔ ابن عمر نے کہا اگر ہمارے باپ منع کرین اور رسول اللہ اجازت دین۔ تو کس کا حکم مانا جاے شامی نے کہا حکم رسول کا پھر ابن عمر نے کہا تو رسول اللہ نے ایسا کیا ہی۔

جس سے معلوم ہوا کہ خود ابن عمر پر یہ اعتراض کیا گیا تم اپنے باپ کے خلاف فتوی دیتے ہو جسکو ابن عمر نے تسلیم کیا اور جواب یا مگر یہ تو بتاؤ باپ کا حکم زیادہ قابل قبول ہی یا حکم رسول طرفہ تو یہ ہی کہ سنن نسائی مین ہی باب التمتع من کتاب مناسک الحج

عن ابن عباس قال سمعت عمر بن الخطاب یقول واللہ انی لانہاکم عن المتعة وانها لفی کتاب الله ولقد فعلها رسول الله یعنی العمرة بالحج

ابن عباس کہتے تھے قسم خدا کی ہم منع کرتے ہین حج تمتع سے حالانکہ وہ کتاب خدا مین ہی اور رسول اللہ نے کیا ہی۔

اس سے کمال درجہ کی جراءت عمر ظاہر ہے کہ باوصفیکہ اسکا اقرار کرتے ہین کہ حکم خدا و فعل رسول سے ثابت ہی مگر ہم اوس سے منع کرتے ہین۔ مگر ابن عمر حکم خدا و رسول کو حجت مانتے ہین اور حکم پدر کو رد کرتے ہین مگر افسوس تو یہ کہ یہان تو ابن عمر نے اس دلیل کو پیش کیا مگر دوسری جگہ اسکو بھول گئے چنانچہ کنز العمال مین ہی عن نافع ان رجلا سال ابن عمر فی متعة النساء فقال هی حرام فقال ابن عباس یفتی بها فقال ابن عمر افلا تهم بها ابن عباس فی زمن عمر لو اخذ فیها احد بر جمه ابن جریر۔

یعنی کسی نے ابن عمر سے پوچھا کہ عورتون سے متعہ جائز ہے یا نہین تو ابن عمر نے کہا وہ حرام ہی۔ اوس نے کہا کہ ابن عباس تو اسکا فتوی دیتے ہین۔ ابن عمر نے کہا تو عمر کے زمانہ مین کیون نہ بولے اگر عمر کے زمانہ مین کوئی متعہ کرتا تو ضرور سنگسار کرتے۔

یہان عقل انسانی حیران ہی کہ ابن عمر متعہ حج مین تو راے ظاہر کرتے ہین کہ حکم رسول

ماننے کے لائق ہی نہ حکم عمر - اور یہان بالکل لٹ گئے کہ متعۃ النسا مین یہ کہا عمر کے زمانہ
مین کیون نہ بولے - اگر عمر کے زمانہ مین کوئی کرتا تو سنگسار ہی کیا جاتا -

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس تقیہ کرتے تھے کہ زمانہ عمر مین اس کا
فتوی نہ دیا - تو کیا اب بھی جواز تقیہ مین کسی کو عذر ہو سکتا ہے ؛

الند وہ لکھتا ہے کہ ابن عمر کو خواب دیکھنے کا شوق پیدا ہوا تو ایک روز دیکھا
کہ دو فرشتے مجھے پکڑ کر دوزخ کی طرف لیگئے - مین نے دیکھا کہ وہ کنوئین کی طرح تہ بتہ ہے
اسکے دو کنارے ہین اور اسمین کچھ لوگ ہین جنکو مین پہچانتا ہون -

اقول مگر افسوس اڈیٹر الندوہ نے ترجمہ اسد الغابہ مین اسکو الٹ دیا کہ ابن عمر نے یہ خواب
دیکھا میرے ہاتھ مین ایک ٹکڑا استبرق کا ہے مین جنت کے جس مقام کی طرف اشارہ کرتا ہون
وہ ٹکڑا مجھے وہین اڑا لیجاتا ہے - انتہی

اس فترا کا کیا جواب دیا جائے کہ اصل روایت کیا ہے اور انھون نے کیا بنا دیا کیونکہ
جواب رسول اللہ دونو روایت مین ایک ہی ہے جس سے معلوم ہوا اصل خواب ایک ہی
ہے - حضور نے فرمایا عبد اللہ کیا اچھا آدمی تھا کاش وہ رات کو نماز پڑھتا " م

الند وہ صحابہ مین رسول اللہ کے اقوال اور اوامر کے بلا کم و کاست بجا لانے
مین عبد اللہ بن عمر سے زیادہ کوئی محتاط نہ تھا ؛

اقول مگر افسوس آپ ہین وہ بالکل مخالف کے تھے کیونکہ عمر صاحب کا حال معلوم ہو چکا
ہے انھون نے کوئی دقیقہ مخالفت سنت رسول مین اٹھا نہ رکھا - پس اگر فعل ابن عمر
ممدوح تھا تو عمر کے حق مین وہی کہنا چاہیے جو مخالف رسول اللہ کے لیے حکم ہے -

الند وہ اسی بنا پر عبد الملک بن مروان نے حجاج کو لکھا تھا کہ حج مین حضرت
عبد اللہ بن عمر کی اقتدا کرو -

اقول ابتدا اسکی یہ ہوئی کہ ۷۳ھ مین جب حجاج نے ابن الزبیر کا محاصرہ کیا ہے اور خانہ کعبہ
پر منجنیق سے پتھر برسانا شروع کیا تو عبد اللہ بن عمر نے از خود حج کی ابتدا کی اور حجاج
کو کہلا بھیجا اتق اللہ واکفف ھٰذہ الحجارۃ عن الناس ۱۳ تاریخ کامل جلد ۴ -

[illegible]

کہ خدا سے ڈر اور سنت پر رہ مرقوم ہے جس سے معلوم ہوا کہ دربار خلافت میں اُن کو
کیسا رسوخ تھا کہ حجاج ایسے ظالم سفاک کے مقابلہ میں یہ اسطرح حجت کرتے ہیں اب آپ ہی
انصاف فرمائیے کہ اگر یہ ہمراہی جناب امام حسین سفر عراق کرتے تو مخالفین پر کیسا اثر
پڑتا اور حضرت کیوں اس بیکسی سے شہید ہوتے۔

مگر یہ عجیب فقرہ لکھا ہے وہ موقع ریا سے ہمیشہ اجتناب کرتے تھے اور اپنی اقتدا
اُسی حد تک جائز رکھتے تھے جہاں تک اتباع سنت سے تعلق تھا اور اپنے ذاتی افعال کی تقلید
وہ کبھی پسند نہ کرتے چنانچہ ایک دفعہ حج میں سر کے ساتھ سینہ کا بال بھی منڈوا دیا
تو کہدیا یہ سنت نہیں ہے بلکہ میرے بال مجھے تکلیف دیتے تھے اسلیے میں نے منڈوا ڈالے
اقول مگر اس تقریر کو مسئلہ ریا سے کیا تعلق کیونکہ اسکا اظہار تو اُنپر واجب تھا
ہاں یہ معلوم ہوا کہ اُس زمانہ کے صحابہ اور تابعین ایسے جاہل تھے کہ اُنکو شریعت
کے احکام کچھ نہ معلوم تھے جس صحابی کو کوئی فعل کرتے دیکھتے اُسکو سنت سمجھ لیتے۔
جس سے مذاہب اربعہ کی بنیاد پڑی مولوی عبد الحی صاحب فرنگی محلی اپنی کتاب
امام الکلام میں لکھتے ہیں وکان الصحابۃ رض یختلفون فی الامور الشرعیۃ و
یقیمون علی ما ذہبوا الیہ دلائل ظنیۃ او نصوصا صریحۃ ۔ش

یعنی خود صحابہ امور شرعیہ میں اختلاف کرتے اور اپنی اپنی رائے پر دلائل ظنی
یا نصوص صریحہ قائم کیا کرتے پھر بتائیے اختلاف نہ پیدا ہو تو کیا یہانتک کہ
حدیث ہی اس بارے میں بنا ڈالا اختلاف اصحابی لکم رحمۃ جسپر اسحاق موصلی و عمر
بن بحر جاحظ فرماتے ہیں لو کان الاختلاف رحمۃ لکان الاتفاق نقمۃ
امام الکلام ص کہ اگر اختلاف رحمت ہو تو چاہیے اتفاق نقمت ہو یعنی غضب خدا
التنبیہ وکہ ابن عمر نے اپنی تمام زندگی زہد اور اعراض عن الدنیا میں بسر کی۔
اقول مگر تواریخ کہتی ہیں کہ وہ ایسے طماع تھے کہ دین کو دنیا کے ہاتھ بیچ ڈالا تاریخ کامل
میں ہے فلما مات زیاد عزم معاویۃ علی البیعۃ لابنہ یزید فارسل الی
عبد اللہ بن عمر مائۃ الف درہم فقبلہا فلما ذکر البیعۃ لیزید

قال ابن عمر ہذا الاذان دینی عندی اذاً لرخیص وامتنع ص ۱۹۹

یعنی موت زیاد کے بعد معویہ نے یزید کی بیعت لینی چاہی تو عبد اللہ بن عمر کو لاکھ درہم بھیجا جسکو انھون نے قبول کیا اُسکے بعد بیعت یزید کا تذکرہ کیا گیا تو کہا اگر یہ روپیہ بھیجا تھا تو ہمارا دین بہت سستا ہی اُسکے بعد بیعت سے انکار کیا جسکی غرض تھی کہ اور ملے چنانچہ وہی ہوا اور پھر ایسے یزید کے طرفدار رہے کہ جو اُسکی مخالفت کرتا اُس سے لڑنے کو تیار رہتے۔

الندوہ زہد و اعراض عن الدنیا کا صحیح اندازہ صرف جاہ پرستی کے موقع پر ہوتا ہی حضرت عبد اللہ بن عمر کے زمانہ مین خلافت سلطنت سے بدل کر جاہ پرستی اور غرض پسندی کا سب سے بڑا ذریعہ ہو گئی تھی اس بنا پر مدعیان خلافت مین باہم جنگ و جدل رہتی تھی حضرت عبد اللہ بن عمر اگر چاہتے تو تمام لوگ اُن کی خلافت پر آمادہ ہو جاتے لیکن اُنھون نے اسکی خواہش نہین کی۔

اقول یہ سچ ہے کہ عبد اللہ بن عمر کی طبیعت بالکل خلاف طبیعت حضرت عمر پیدا ہوئی تھی عمر صاحب کو اگر محبت شریعت رسول کا شوق تھا۔ تو اُن کو بقول آپکے اتباع سنت کا شوق تھا۔ عمر اگر درختون کو کٹوا دیتے تھے۔ جہان رسول اللہ نے کوئی کام کیا تھا تو بقول آپکے یہ پانی دیا کرتے اسلیے ممکن ہو کہ انکو بخلاف عمر خلافت کی خواہش نہو۔

مگر بات یہ تھی کہ ایک موقع پر عمر صاحب نے ان کی نا اہلی خلافت کے لیے بیان کی تھی۔ اس سے پھر اُن کو کبھی جرأت نہوئی اور سمجھتے تھے کسی طرح خلافت انکو مل ہی نہین سکتی تھی کتاب الامامۃ والسیاسۃ مین ہی۔

وجعل ابنی عبد اللہ مستشارا ولیس من الامر شیئ قالوا یا امیر المومنین ان للخلافۃ فیہ موضعا فاستخلفہ فانا راضون بہ فقال حسب آل الخطاب تحمل رجل منہم الخلافۃ لیس لہ من الامر شیئ ثم قال یا عبد اللہ ایاک ثم ایاک لا تتلبس بہا

یعنی عمر صاحب نے قصہ شوریٰ مین جمع جناب امیر عثمان طلحہ زبیر سعد بن ابی وقاص

عبد الرحمان کو نامزد کیا ہے کہ انہیں چھ آدمیوں سے کوئی خلیفہ ہو تو کہا ہمارے بیچ عبد اللہ
کو شریک مشورہ کرنا مگر اسکو استحقاق نہیں ہے ایہر لوگوں نے کہا یا امیر المومنین وہ تو
لائق خلافت ہیں انکو خلیفہ بنایئے ہم سب راضی ہیں عمر نے کہا کافی ہے آل خطاب کو
کہ ایک شخص ان میں سے خلیفہ ہو۔ اسکو کوئی حق خلافت نہیں ہے۔ پھر کہا اے عبد اللہ
بن عمر تم ہرگز ہرگز خلافت کا جامہ نہ پہننا۔

اس سے معلوم ہوا کہ خود عمر صاحب کی خوشامد میں لوگوں نے اسیوقت کہا تھا کہ
ان کو خلیفہ بنایئے مگر عمر صاحب انکی قابلیت جانتے تھے اور سمجھتے تھے کسی طرح انکو خلافت
نہیں مل سکتی۔ پھر وہ کیونکر اسکی جرأت کرتے جسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ خود عمر صاحب کی دو چار
گھنٹہ کی زندگانی بھی معرض خطر میں پڑ جاتی چنانچہ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید
معتزلی میں ہے۔

فدخلوا علیه وهو ملقی علی فراشه یجود بنفسه فنظر الیهم فقال اکلکم
یطمع فی الخلافة بعدی فوجموا فقال لهم ثانیة فاجابه الزبیر
وقال وما الذی یبعدنا منها ولیتها انت فقمت بها ولسنا دونک فی
قریش ولا فی السابقة ولا فی القرابة قال الشیخ ابو عثمان الجاحظ والله
لولا علمه ان عمر یموت فی مجلسه لم یقدم علی ان یقول من هذا الکلام
بکلمة ولا ان یتنفس منه بلفظة۔

یعنی جب عمر نے سب کو بلا بھیجا اور وہ آئے تو عمر نے کہا تم سب کو اسکی طمع ہے کہ
ہمارے بعد خلافت کرو۔ کسی نے جواب نہ دیا دوبارہ پھر یہی کلمہ کہا تو زبیر نے
جواب دیا کس چیز نے ہم کو دور کر دیا ہے خلافت سے حالانکہ تم خلیفہ بنے اور ہم لوگ
قریش میں تم سے کسی بات میں کم نہیں نہ سابقہ میں نہ قرابت میں شیخ ابو عثمان جاحظ
کہتے ہیں۔ اگر اسکو اسکا یقین نہ ہوتا کہ عمر گھنٹہ دو گھنٹہ میں مرا چاہتے ہیں تو ایسی جرأت
کسی میں نہ تھی کہ ایک کلمہ بھی منہ سے نکالتے یا کوئی سانس لیتا اس سے معلوم ہوا کہ
یہ لوگ ایسے جرأت و ہمت والے تھے کہ عمر کے روبرو ایسی تقریر کرتے تھے پھر بھلا

کب ممکن تھا کہ وہ عبداللہ بن عمر کو خلیفہ بنا دیتے۔

عبداللہ بن عمر کا یہاں نام لینا محض خوشامد عمر میں ایسا ہی کہ خود عمر صاحب نے بھی اسکی تصریح کر دی چنانچہ تاریخ الخلفا سیوطی میں ہی واخرج ابن سعد عن النخعی ان رجلا قال لعمر الا تستخلف عبد اللہ بن عمر فقال قاتلک اللہ واللہ ما اردت اللہ بہذا استخلف رجلا لم یحسن ان یطلق امرءتہ

صواعق محرقہ ابن حجر مکی میں ہی وقال لہ ای لعمر رجل الا تستخلف عبد اللہ بن عمر فقال لہ قاتلک اللہ واللہ ما اردت اللہ بہذا استخلف رجلا لم یحسن ان یطلق امرءتہ ای لانہ فی زمان رسول اللہ م طلقہا فی الحیض فقال م لعمر مرہ فلیراجعہا ۱۲

یعنی کسی نے عمر سے کہا کہ ابن عمر کو خلیفہ بناؤ تو عمر نے کہا خدا تجھے قتل کرے یا تجھ پر لعنت کرے تو نے یہ کلمہ رضائے خدا کیلیے نہیں کہا بلکہ رضائے عمر کے لیے کیونکہ ہم اُس شخص کو خلیفہ بنائیں جو اسکو بھی نہ جانتا ہو کہ اپنی زوجہ کو کیونکر طلاق دیتے ہیں کیونکہ عہد رسول اللہ میں اپنی زوجہ کو حالت حیض میں طلاق دیا تھا جسپر حضرت نے عمر سے کہا کہ اپنے بیٹے کو کہو کہ رجوع کرے

بلکہ ازالۃ الخفا میں ہی قاتلک اللہ واللہ ما اردت اللہ بہا لا انا باللہ لا استعمل علیہا ولا علی غیرہا وانت خصم فاخرج فقال لا اسمیک الا المنافق فقام الرجل فخرج ص ۱۹۳ مقصد دوم

یعنی عمر نے کہا تو نے خدا کے لیے یہ کلمہ نہیں کہا ہی نہ ہم اُسکو کسی طرح حکومت دینگے اور تو فوراً نکل جا کہ آج کے روز سے ہم تجھے منافق کہیں گے

پھر کیونکر ممکن تھا کہ عبداللہ بن عمر کو یہ خلافت ملتی اور وہ خلیفہ ہوتے کیونکہ سب کو اُن کی نااہلی معلوم تھی صرف دو چار خوشامدی اسطرح کی باتیں کرتے جسکو آپ اسکی دلیل بناتے ہیں کہ اُن کو طمع خلافت نہ تھی حالانکہ وہ ایسے عیش پسند اور آرام طلب ہوگئے تھے کہ حدیث بنی الاسلام علی خمس سے لفظ جہاد کو

بھی اُنھون نے نکال دیا تھا۔

اگر میر المرائی کو خلافت کیلیے ناجائز سمجھتے تو سب سے پہلے انپر فرض تھا کہ ابوبکر صاحب کے زمانہ مین خلافت بکری سے علیحدہ ہو جاتے کیونکہ انھون نے صدہا نہین ہزار ہا صحابہ کو صرف اس جرم پر قتل کیا تھا کہ وہ اُن کی خلافت کو نہین مانتے تھے جبرًا مرتد بنا کر قتل کیے گئے۔

پھر عمر صاحب کی بیعت نہ کرتے جنکو صحابہ اہل شام نے خلافت سے خارج کیا تھا مگر وہ سب خلافتین اُن کو بسر و چشم منظور رہوئین اور خلافت جناب امیر کسی طرح نہ منظور ہوئی حالانکہ احادیث رسول اللہ کے علاوہ جو ہزارون مین خود اپنے باپ سے صدہا مرتبہ سن چکے تھے کہ جناب امیر سے کوئی بڑھکر مستحق خلافت نہین ہی چنانچہ کتاب احکام سلطانیہ ابوالحسن ماوردی مین ہی کما فی التمسکیہ صـ ۱۵۲۲

حکی ابن اسحق ان عمر لما دخل منزله مجروحا سمع هدة فقال ما شان الناس فقالوا یریدون الدخول علیک فاذن لهم فقالوا اعهد یا امیر المومنین استخلف علینا عثمان بن عفان فقال کیف یحب المال والجنة فخرجوا من عنده ثم سمع هدة فقال ما شان الناس فقالوا یریدون الدخول علیک فاذن لهم فقالوا استخلف علینا علی ابن ابی طالب قال اذا یحملکم علی طریق هی الحق قال عبد اللہ بن عمر فاکببت علیه عند ذلک فقلت یا امیر المومنین ما یمنعک منه فقال ای نبی اتحمل اعباء الناس حیا و میتا۔

یعنی ابن اسحق روایت کرتے ہین کہ جب عمر زخمی ہو کر گھر مین داخل ہوے تو کوئی آواز سنائی دی۔ پوچھا یہ کیا ہے۔ لوگون نے کہا آپکے پاس آنا چاہتے ہین اجازت دی تو اُنھون نے کہا یا امیر المومنین عثمان بن عفان کو خلیفہ بناؤ۔ عمر نے کہا کیونکر عثمان دوست رکھ سکتا ہی مال اور جنت کو۔ یہ سنکر وہ چلے گئے تو دوسرا گروہ آیا اُسنے کہا حضرت علی ابن ابی طالب کو خلیفہ کر جائیے کہا البتہ وہ تم لوگون کو ایسی راہ پر

لے چلیگا جو حق ہے۔ ابن عمر کہتے ہین یہ سنکر ہم اُنکے پیرونپر گر پڑے اور کہا کہ اے امیر المؤمنین پھر کیا مانع ہے جو آپ اُنکو خلیفہ نہین کرتے۔ عمر نے کہا اے بیٹے کیا زندگی اور موت دونون مین ہم اسکے متحمل ہون۔

اس روایت مین جو عمر صاحب نے عثمان کو محب آل کہا ہی اس سے تو ہم کو یہان بحث نہین۔ مگر دیکھنا یہ ہی کہ ابن عمر صاحب خود اپنے باپ کی زبانی اِسکو سن چکے تھے کہ جناب امیر اگر خلیفہ ہون تو سبکو راہ حق پر لے چلین گے مگر اسپر بھی جناب امیر کی بیعت اُس زمانہ مین بھی نہ کی جبکہ سب نے بیعت کی تھی

دیکھیے اسوقت تو عمر صاحب کی خوشامد کرتے ہین اور پیرون پڑتے ہین کہ حضرت کو خلیفہ کر جاو۔ مگر آگے چلکر وہ ایسے مخالف بنجاتے ہین کہ پناہ بخدا۔

ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ مین ہی قال ثم اقبل علی بعد ان سکت ھنیئۃ وقال ان اللہ تعالی علیہا ان یجملھم علی کتاب ربھم وسنۃ نبیھم بصاحبک اما انھم ان ولوہ امرھم حملھم علی المحجۃ البیضا والصراط المستقیم ص ۱۹۵

ابن عباس سے روایت ہی کہ کچھ دیر تک عمر ساکت رہے پھر کہا خدا اوس کا ولی ہی۔ اگر وہ چاہے کتاب خدا اور سنت رسول پر تمھارے صاحب کے ذریعے سے چلاے (تو وہ چلا سکتا ہی) مگر یہ جان رکھو کہ اگر وہ لوگ جناب امیر کو خلیفہ بنائین تو ضرور حجت بیضا اور صراط مستقیم پر اُن کو لیچلین گے۔

استیعاب ابن عبد البر کی مین ہے عن عبد اللہ بن عمر قال قال عمر لاھل الشوری للہ درھم لو ولوھا الاصلع کیف یحملھم علی الحق و لو کان السیف علی عنقہ فقلت اتعلم ذلک منہ ولو تولیہ قال ان لم استخلف واترکھم فقد ترکھم من ھو خیر منی ص ۴۸۵ جلد ۲

یعنی عبد اللہ بن عمر کہتے ہین کہ عمر نے اہل شوری سے کہا کسقدر بہتر ہوتا اگر یہ لوگ اصلع (جناب امیر) کو خلیفہ کرتے کہ کس طرح وہ ان کو حق پر لیچلین گے اگرچہ

تلوار آپکی گردن پر ہوتی۔ عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ ہمنے کہا آپ اسکو جانتے ہین اور پھر خلیفہ نہین کرتے تو عمر نے کہا اگر ہم نے خلیفہ کرین تو اسے بھی نہین خلیفہ کیا جو ہمسے بہتر تھا یہ روایت ابن عمر مستدرک امام حاکم۔ کنز العمال۔ ریاض النضرۃ۔ طبقات ابن سعد فتح الباری سب مین موجود ہے کہ ابن عمر نے اپنے باپ عمر سے اس قسم کے کلمات سے جب سے بعلم الیقین معلوم تھا کہ ہدایت اور حق منحصر ہے خلافت جناب امیر مین۔ مگر نہ عمر نے آپکو خلیفہ بنایا اور نہ ابن عمر نے آپکی بیعت کی۔ بلکہ برعکس اسکے یزید کی اور عبدالملک کی نہایت خوشی سے بیعت کی چنانچہ خود مولوی شبلی صاحب اسی مضمون مین لکھتے ہین۔

عبدالملک بن مروان کی بیعت جب لوگون نے کی تو انھون نے ایک خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا کہ مسلمانون نے تمہاری بیعت پر اتفاق عام کیا ہے۔ مین بھی اس خبر مین داخل ہوتا ہون جسمین مسلمان داخل ہوے ہین۔ یزید بن معویہ کے بیعت کی خبر جب انکو پہونچی تو انھون نے کہا کہ اگر یہ خیر ہے تو ہم اسپر راضی ہین اور اگر بلا ہے تو ہم صابر ہین۔ الحدیث

صفحہ ۲۹ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۳ھ

اب کون انسے پوچھے کہ عبدالملک اور یزید کی بیعت آپنے اس خوشی سے کی اور جناب امیر و امام حسین کی بیعت کسی طرح نہ کی حالانکہ وہان بھی ایسا ہی اتفاق مسلمانونکا ہوچکا تھا۔ اسکا باعث بجز عداوت جناب امیر کیا تھا جیسے علامہ سبط ابن الجوزی کتاب تذکرہ خواص الامہ مین لکھتے ہین کما فی المجلد الثانی من الاستقصاء الافحام۔

قال الزهری والعجب ان عبد الله بن عمر وسعد ابن ابی وقاص لم یبایعا علیا وبایعا یزید بن معاویه۔

یعنی کہا امام زہری نے تعجب ہے کہ عبداللہ بن عمر اور سعد بن ابی وقاص نے جناب امیر کی بیعت تو نہ کی اور یزید بن معویہ کی بیعت کی۔

کتاب ندیم الفرید ابن مسکویہ مین ہے کما فی الاستقصا صفحہ ۲۰۹

کہ عبداللہ بن حطوش نے ابن عمر سے کہا اتبیت علی بن ابی طالب وله قرابة وسابقة وفضائل بعدیده فبایعته طالعا غیر مکره فاصلالیه ثم

جثتہ فقلت اقلنی اقالک اللہ ثم تدق الباب علی اصحاب الحجاج تقول خذوا
بیعتی فانی سمعت النبی صلعم یقول من بات لیلۃ و لیس فی عنقہ بیعۃ امام
مات میتۃ جاہلیۃ ثم اضطرب الحبل بالناس فزعمت انک لا تعرف حقا
تنصرہ و لا باطلا فتقاتل اہلہ فقال عبد اللہ بن عمر حسبک یا ابا محمد فما
اردت الا الخیر و کلمۃ الجماعۃ ان یکف کہ تم نے پہلے جناب امیر کی بیعت کی بلا جبر و
اکراہ پھر اُس کا اقالہ کیا اور کہا کہ ہمکو معاف رکھیے اُس کے بعد حجاج کا دروازہ
کھٹکھٹاتے ہو اور کہتے ہو ہمسے بیعت لے لو کہ ہمنے رسول اللہ سے سنا ہے کہ جو شخص ایک
رات بھی بلا بیعت کسی امام کے رہے تو اُس کی موت جاہلیت ہوگی پھر جب
اضطراب پیدا ہوا تو تمنے یہ گمان کیا کہ نہ ہم حق کو پہچانتے ہیں کہ اُس کی نصرت کریں
اور نہ باطل کو کہ اہل باطل سے جنگ کریں عبد اللہ بن عمر نے کہا بس کر و اے
ابو محمد کہ ہمنے اس سے خیر کا ارادہ کیا تھا اور لوگوں نے بھی مجھا کہ جانے دو
غرض مولوی شبلی صاحب اس ذریعہ سے چاہتے ہیں کہ ابن عمر کو ایک اعلے درجہ کا
متقی اور زاہد قرار دیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اُن میں اس درجہ کی عشرت پسندی تھی
کہ اکثر روزہ جو افطار کرتے تو مجامعت زنان سے جیسا کہ مجمع بحار الانوار میں
ہو صفحہ ۲۹۵ جلد ۳
و عن ابن عمر فقد کان یفطر بالجماع و انہ جامع ثلثۃ جواری فی رمضان قبل العشاء
یعنی ابن عمر روزہ کا افطار جماع سے کرتے تھے اور اونھوں نے تین جاریہ کے
ساتھ مجامعت کی قبل عشا۔ پھر جو شخص ایسا عیش پسند ہو وہ کب خلافت کر سکتا
ہے اسیوجہ سے عمر صاحب نے اوس شخص کو جس نے اون کے خلافت کی
رائے دی تھی منافق کا خطاب دیا کیونکہ باپ سے بڑھکر مزاج بیٹے کا کون
پہچان سکتا ہے۔
ازالۃ الخفا میں ہے فقال لہ الرجل انا ادلک علی الرجل التقوی الرضی قال
من ھو قال عبد اللہ بن عمر قال قاتلک اللہ و اللہ ما اردت اللہ بہا

لا ھا اللہ لا استعملہ علیہا ولا علی غیرھا وانت فقم فاخرج فمن الآن
لا اسمیک الا المنافق فقام الرجل فخرج ازالۃ الخفاء ص۱۹۳
یعنی اُس شخص نے کہا ہم تم کو قوی امین کا پتہ بتا دیتے ہیں عمر نے کہا وہ کون ہے کہا
عبد اللہ بن عمر تو عمر نے کہا خدا کی لعنت ہو تجھپر قسم خدا کی تو نے اس کلمہ سے رضائے
خدا نہیں ارادہ کیا قسم خدا کی نہ ہم اوس کو خلافت کا والی بنائیں گے اور نہ
کسی امر کا تو یہاں سے اوٹھ اور نکلجا اور اب سے ہم تجھے منافق کہا کریں گے
اس کے بعد وہ اُٹھ کر چلا گیا
آپ نے ازالۃ الخفا میں دیکھا ہوگا لما ولی عمر الخلافۃ کانت لہ زوجۃ یعنی فطلقہا
خیفۃ ان تشیر علیہ بشفاعۃ فی باطل فیطیعہا فی یطلب منہا ص۲۴ مقصد۲
یعنی عمر جب خلیفہ ہوئے تو اپنے اوس زوجہ کو طلاق دیدیا جسپر عاشق تھے اس خیال
سے کہ کہیں بیجا سفارش کرے اور یہ اوس کی اطاعت کریں اگرچہ شاہ صاحب نے
اس کو عدل و انصاف خلیفہ دوم لکھا ہے مگر اہل فہم سمجھتے ہیں کہ یہ طلاق کیوں ہوا اوسی
خیال سے کہ خلافت اور عیش و عشرت جمع نہیں ہو سکتی ورنہ رسول اللہ سے
بڑھ کر کون ہو سکتا ہے کہ نو نو بی بیاں رکھتے اور مہمات رسالت کو انجام دیتے تو
اگر یہ بھی خلیفہ تھے تو عورتوں کا چلیا چلتر ان پر کیا چلتا کیا وہ عورت عائشہ سے
زیادہ حسینہ تھی یا جس درجہ رسول اللہ عاشق عائشہ بنائے جاتے ہیں معاذ اللہ
کیا اوس سے بڑھ کر عمر عاشق تھے ؟
عمر کے حالات دربارہ نسوان نہایت عجیب و غریب ہیں کیونکہ خود صحیح بخاری میں ہے،
فطلق عمر یومئذ امراتین کانتا لہ فی الشرک ص۱۲
فتح الباری جلد۳ کہ عمر نے بروز صلح حدیبیہ دو عورتوں کو طلاق دیا جو اون کے
زوجیت میں تھیں اور مشرکہ تھیں۔ کہاں تو عمر صاحب کا وہ دبدبہ بیان کیا جاتا
ہے کہ ان کے سامنے آنے سے عورتوں کا اسقاط ہو جاتا ہے اور یہاں یہ حالت ہے کہ
دو عورتیں اونکی مشرکہ ہیں اور اونکو مسلمان نہ کر سکے اور مجبور ہو کر طلاق

دیتے ہیں ابن حجر نے یہ چالاکی ضرور کی کہ بجائے عمر عمرو عاص کا نام لکھدیا دوسری غلطی
یہ نکالی کہ بخاری اس کو واقعہ حدیبیہ میں لکھتے ہیں حالانکہ یہ وہانکا واقعہ نہیں ہو بلکہ
اس کے بعد کا ہو ظاہرہ انہن جئن الیہ و ھو بالحدیبیۃ ولیس کذلک وانما
جئن الیہ بعد فی اثناء المدۃ یعنی ظاہر عبارت کہتی ہو کہ یہ واقعہ اوسی وقت کا
ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ جو مدت معاہدہ مقرر ہوا تھا اوس میں یہ واقعہ پیش آیا
بعد اس کے۔ مگر ہم کو اس سے بحث نہیں کیونکہ یہ سب حصہ تنقید بخاری کا ہی ہم تو
صرف اون حالات کو دکھاتے ہیں جن سے ان کے تعلقات نسوانی کا حال
معلوم ہو کیونکہ تاریخ کامل میں ہے۔ انہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں چند عورتوں
سے عقد کا قصد کیا مگر یہ کہکر انہوں نے انکار کردیا یغلق بابہ و یمنع خیرہ و
یدخل عابسا و یخرج عابسا صـ۲۱ جلد ۳
یعنی ہم ایسے شخص کو نہیں پسند کرتے جو دروازہ بند کرتا ہو اور مال روکتا ہے
تیوری چڑھائے آتا ہو اور تیوری چڑھائے جاتا ہو غرض حضرت عمر اور ابن عمر کے
مزاج اور فطرت میں کچھ ایسا تباین واقع ہوا تھا کہ جو بات عمر کو پسند تھی وہ انکو ناپسند
مولوی شبلی صاحب بار بار اُن کے خلافت کا تذکرہ کرتے ہیں کہ لوگوں نے مشورہ
دیا مگر اونہوں نے قبول نہ کیا حالانکہ ازالۃ الخفا میں ہو فقد اخرج البخاری من
طریق معمر عن الزہری عن سالم عن ابیہ حدیثا فیہ فلما تفرق الناس خطب
معاویہ قال من کان یرید ان یتکلم فلیطلع لنا قرنہ فلنحن احق بہ منہ
و من ابیہ قال حبیب بن مسلمۃ فلا اجبتہ قال عبداللہ فحللت حبوتی
و ھممت ان اقول احق بھذا الامر منکم من قاتلک و اباک علی الاسلام
فخشیت ان اقول کلمۃ یفرق بین الجمع و یسفک الدم فیحمل عنی غیر ذلک
فذکرت ما اعد اللہ فی الجنان قال حبیب حفظت و عصمت صـ۲۶
کہ معاویہ نے ایک روز دربار میں کہا جو چاہے کہ کلام کرے وہ اپنے سینگ نکالے
کہ ہم اس خلافت کے ساتھ بہ نسبت اوس کے زیادہ مستحق ہیں اور نیز اوسکے باپ سے۔

حبیب بن مسلمہ نے کہا کہ تم نے کیوں نہ جواب دیا تو عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ ہم نے چاہا تھا کہ جواب دیں مجھسے زیادہ وہ شخص مستحق خلافت ہو جس نے تجھے اور تیرے باپ سے جہاد کیا مگر اس خیال سے چپ رہے کہ کہیں اس کے وجہ سے خونریزی نہ ہو (یعنی خود بدولت قتل نہ کیے جائیں) اور ہمارے قول کا دوسرا مطلب نکالا جائے لہذا خدا نے جو وعدہ جنت کیا ہو اوس کو یاد کرکے چپ ہو رہے حبیب نے کہا تو خوب کیا اپنی حفاظت کی اور جان بچائی

اب اس سے بڑھ کر کیا بے غنی ہو سکتی ہے کہ معاویہ اس طرح ڈنکے کی چوٹ کہتا ہے کہ ہم عمر سے بھی زیادہ مستحق خلافت ہیں اور عبد اللہ بن عمر صرف اس خیال سے کہ جان بچ جائے سکوت کرتے ہیں کیا ایسا شخص خلیفہ ہو سکتا ہے

معاویہ کا کلام بتا رہا ہے کہ وہ عمر کو ظالم غاصب کہہ رہے ہیں کیونکہ جب اپنے کو وہ زیادہ مستحق خلافت جانتے ہیں تو پھر عمر کو غاصب وظالم جاننے میں کیا عذر ہے کیونکہ مستحق کو محروم کرکے خود خلیفہ بننا اس سے بڑھکر کیا ظلم ہو سکتا ہے۔

اس واقعہ کو مولوی شبلی صاحب نے بھی لکھا ہے چنانچہ لکھتے ہیں "بنو امیہ کی تعدی اون کو بھی ناگوار تھی لیکن آخرت کے خوف سے رک جاتے تھے چنانچہ امیر معاویہ نے ایک دفعہ کہا ہم سے زیادہ خلافت کا کون مستحق ہو سکتا ہے حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ کہوں وہ لوگ جنہوں نے تمکو اور تمہارے باپ کو اسلام کے لیے مارا تھا (فتح مکہ) میں۔ فتنہ وفساد کے خوف سے رک گیا

مگر افسوس اس جملہ کو حذف کر دیا جس میں معاویہ عمر پر بھی اپنی فضیلت ثابت کرتا ہے حالانکہ کوئی غیور بیٹا اسکو گوارا نہیں کر سکتا

مولوی شبلی صاحب کہتے ہیں حضرت عبد اللہ بن عمر اگر چاہتے تو تمام لوگ اون کی بیعت پر آمادہ ہو جاتے" مگر یہ ایسا کلمہ ہے کہ اس کی حقیقت کو وہ خوب جانتے ہیں کیونکہ طلحہ زبیر سعد ابن ابی وقاص تین مدعی خلافت موجود تھے جن کے استحقاق کو عمر بیان کر چکے ہیں اور عمر کا یہ قسم کہنا کہ یہ کسی طرح خلافت کے قابل

نہیں ہیں سب کو یاد تھا پھر کیونکر وہ خلیفہ ہو سکتے تھے اور اگر دو چار انکی بیعت بھی کرتے تو وہ سب ہلاک کر دیے جاتے۔

دیکھیے تاریخ طبری میں ہے ص۱۵۵ جلد ۵ ثم انھم اتی ابن عمر عبداللہ فقالوا انت ابن عمر فقم بھذا الامر فقال ان لھذا الامر انتقاما واللہ لا اتعرض لہ فابتغوا غیری یعنی اس پر عبداللہ بن عمر کے پاس آئے تو انہوں نے جواب دیا کہ اس امر کا ضرور انتقام لیا جائیگا لہذا ہم اس کے متعرض نہیں ہوتے دوسرے کی تلاش کرو جس سے معلوم ہوا کہ وہ ان وجوہ سے خلافت نہیں لیتے ہیں نہ از راہ زہد و قناعت۔

اس رسالہ کا موضوع بحث یہی ہے کہ صحابہ کا برتاؤ اہلبیت اطہار کے ساتھ کیسا تھا جس کو آپنے ابن عمر کے حالات میں اچھی طرح ملاحظہ فرمایا کہ عبداللہ اس تقدس اور احتیاط کے ساتھ کہ بقول اہلسنت سنت رسول کو نہیں چھوڑتے اس معاملہ میں کیسا سخت ہے کہ یزید کی بیعت کی۔ عبدالملک کی بیعت کی۔ حجاج کے پیچھے نماز پڑھی اور نہ معلوم کتنے فاسقوں اور فاجروں کو اپنا مقتدا بنایا۔ مگر نہ جناب امیر کی بیعت کی نہ امام حسن ع کی نہ امام حسین ع کی حالانکہ جس قسم کا اتفاق یا اجماع یزید و عبدالملک پر ہوا اوس سے بڑھ کر جناب امیر اور امام حسن پر ہوا تھا۔ مگر اس نیک نفس نے اس کو نہ گوارا کیا کہ جناب امیر کی بیعت کریں۔

جناب امیر کے بیعت کے وقت جو حالت ہوئی وہ اس سے ظاہر ہے کہ تاریخ کامل میں ہے ص۸۷ جلد ۳

وجاؤا بابن عمر فقالوا بایع قال لا حتی یبایع الناس قال ائتنی بکفیل قال لا اری کفیلا قال الاشتر دعنی اضرب عنقہ قال علی دعوہ انا کفیلہ انک ما علمت لسیئ الخلق صغیرا و کبیرا۔

یہی عبارت تاریخ طبری میں بھی انک ما علمت لسیئ الخلق صغیرا و کبیرا ص۱۵۳ جلد ۵۔ یعنی جب ابن عمر کو بیعت کے لیے لائے ہیں تو کہا جب تک سب

بیعت نہ کریں گے ہم بیعت نہ کریں گے۔ حضرت نے کہا اچھا کوئی ضامن لا۔ اوس نے کہا کوئی کفیل بھی ہمارا نہیں ہے مالک اشتر نے کہا اگر حکم دیجیے تو گردن اوڑا دیں جناب امیر نے فرمایا چھوڑ دو اوس کے ہم ضامن ہیں کیونکہ ہم اوسکو جانتے ہیں بچپنے سے اسوقت تک یہ بدخلق رہا ہے

یہاں آپ کو واقعہ بیعت خلیفہ اول یاد آیا ہوگا کہ جب جناب امیر نے اُن کے بیعت سے انکار کیا تھا تو خلیفہ دوم آگ لکڑی لیکر گھر جلانے گئے تھے اور یہاں جناب امیرؑ خود ابن عمر کی ضمانت اور کفالت کرتے ہیں؟

اس واقعہ نے کہ ابن عمر نے جناب امیرؑ کی بیعت نہ کی اور حضرت سے منحرف رہے حضرات اہلسنت کو بہت بیچین کیا ہے جس کے لیے یہ روایت نکالی جیسا کہ اسد الغابہ میں ہے صفحہ جلد ۶

حضرت علی کے ساتھ بھی انکے کسی لڑائی میں شریک نہیں ہوئے مگر بعد میں حضرت علی کے ساتھ ہو کر نہ لڑنے پر نادم ہوئے

عبد اللہ بن حبیب نے بیان کیا وہ کہتے ہیں مجھے میرے والد نے خبر دی ہے کہ جب حضرت ابن عمر کے وفات کا وقت آیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں اپنے دل میں کسی بات کی آرزو نہیں پاتا ہوں اس کا مجھے افسوس ہے کہ میں نے گروہ باغی سے قتال کیوں نہ کیا اس حدیث کو ابو عمر نے بھی لکھا ہے اور اونہوں نے اتنی بات زیادہ روایت کی ہے کہ علی کے ساتھ ہو کر میں نے گروہ باغی سے قتال کیوں نہ کیا"

مگر افسوس ابن حجر نے اس پردہ کو فاش کر دیا اور بتا دیا کہ وہ کس کو باغی جانتے تھے فتح الباری میں ہے ان ابن عمر قال ماوجدت فی نفسی شیئ من امر ھذہ الآیۃ ما وجدت فی نفسی انی لم اقاتل ھذہ الفئۃ الباغیۃ کما امرنی اللہ زاد یعقوب بن سفیان فی تاریخہ من وجہ اخر عن الزہری قال حمزہ فقلنا لہ ومن تری الفئۃ الباغیۃ قال ابن الزبیر بغی علی ھولاء القوم یعنی بنی امیہ فاخرجہم من دیارہم ونکث عہدہم صفحہ ۵۶ جلد ۶

یعنی جب اونھوں نے کہا کہ ہم کو صرف اسی کی حسرت رہ گئی کہ اس فئتہ باغیہ سے قتال نہیں کیا جس کا حکم خدا نے دیا تھا تو حمزہ نے کہا تم کس کو فئتہ باغیہ قرار دیتے ہو کیا یہی ابن الزبیر جس نے بغاوت کی اس قوم بنی امیہ پر کہ اونکو اون کے دیار سے خارج کیا اور اون کے عہد کو توڑا

جس سے معلوم ہوا کہ وہ کیسے طرفدار بنی امیہ تھے کہ عبداللہ بن زبیر کو باغی قرار دیا جس نے فوج یزیدی سے خانہ کعبہ میں جنگ کیا تھا۔ پھر بھلا وہ بنی امیہ کب باغی قرار دیسکتے ہیں۔

عداوت جناب امیر ان میں اس درجہ پر تھی کہ حضرت سے حدیث کی روایت بھی نہیں کرتے تھے جیسا کہ اصابہ میں ہے و هو من المکثرین عن النبی ص و روی ایضا عن ابی بکر و عمر و عثمان و ابی ذر و معاذ و عائشہ و غیرهم ص ۱۰۱ جلد ۴ کہ آنحضرت سے بہت روایت کرتے تھے اور نیز ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ ابوذر۔ معاذ۔ عائشہ وغیرہ سے روایت کرتے تھے مگر جناب امیر کا نام نہ لیا جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جناب امیر سے انکو کیسی عداوت تھی۔

اب یہاں دوسری مصیبت سنیئے کہ انہیں ابن عمر نے یہ روایت کردی جس سے عجب طرحکی پریشانی اہلسنت میں پیدا ہوئی چنانچہ قرۃ العین شاہ ولی اللہ میں ہے۔ عن ابن عمر قال کنا نقول علی عهد رسول اللہ ابو بکر۔ ثم عمر ثم عثمان ثم نسکت ص ۲۴۷

یعنی ابن عمر کی حدیث ہو کہ ہم عہد رسول اللہ ص میں کہا کرتے تھے ابوبکر۔ پھر عمر پھر عمر۔ پھر عثمان اس کے بعد سکوت کر جاتے جس سے معلوم ہوا کہ جناب امیر کو وہ چوتھے درجہ میں بھی قابل فضیلت نہیں جانتے بلکہ کل صحابہ کو ایک بہاؤ بتاتے۔ اس پر اہلسنت کے یہاں عجب شورش ہے چنانچہ ابو عمر ابن عبدالبر مکی صاحب استیعاب میں لکھتے ہیں جیسا کہ قرۃ العین میں ہے ص ۲۴۷

قال ابو عمر من قال بحدیث ابن عمر کنا نقول علی عهد رسول اللہ ابو بکر

ثم عمر ثم عثمان ثم سکت یعنی فلا نفاضل و هو الذی انکرہ یحیی بن معین و تکلم فیہ بکلام غلیظ لان القایل بذلک قد قال بخلاف ما اجمع علیہ اھل السنۃ من السلف والخلف من اھل الفقہ والاثر ان علیا افضل الناس بعد عثمان ھذا مما لم یختلفوا فیہ وانما اختلفوا فی تفضیل علی و عثمان واختلف السلف ایضا فی تفضیل علی وابی بکر و فی اجماع الجمع الذی وصفنا دلیل علی ان حدیث ابن عمر وھم غلط وانہ لا یصح معنا وان کان اسنادہ صحیحا۔

ابو عمر کہتے ہیں کہ جو شخص اس کا قائل ہے کہ ابن عمر کہتے ہیں بعد عثمان ہم سکوت کرتے تھے کسی کو فضیلت نہ دیتے تھے تو یہ ایسا امر ہے کہ یحیی بن معین نے اس پر سخت انکار کیا اور کلام غلیظ کہا کیونکہ اس کا قائل اجماع اہل سنت کا سلف سے خلف تک مخالف ہے کیونکہ تمامی اہل فقہ واثر کا اس پر اتفاق ہے کہ جناب امیر بعد عثمان سب سے افضل ہیں جس میں کسی طرح کا اختلاف نہیں اگر اختلاف ہے تو اس میں کہ جناب امیر افضل ہیں یا عثمان بلکہ سلف میں تو یہ بھی اختلاف ہے کہ جناب امیر افضل ہیں یا ابو بکر مگر بعد عثمان حضرت کے افضلیت میں تو کسیطرح اختلاف ہی نہیں لہذا یہ حدیث ابن عمر وہم اور غلط ہے۔ اور کسی طرح سے اوسکے صحیح نہیں ہیں اگرچہ اسناد اوس کے صحیح ہوں۔

ہمکو یہاں اس حدیث سے صرف اسی قدر سروکار ہے کہ ابن عمر کے متعلق یہ حدیث بڑی معرکہ آرا ہے لہذا یہ بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ ابن عمر کو جناب امیر سے ایسی عداوت تھی کہ درجہ چہارم میں بھی حضرت کے خلافت یا فضیلت کے روادار نہیں ہیں کہ بعد عثمان بھی کسی طرح کی فضیلت ثابت ہو بلکہ تمام صحابہ کو یک حکم میں مانتے ہیں۔

نہیں نہیں ابن عمر نے اس پر نہیں قناعت کیا کہ جناب امیر کو کسی طرح درجہ چہارم خلافت پر رہنے دیں بلکہ عام خلافت سے بھی نکالدیا جیسا کہ تاریخ الخلفا میں ہے ص ۱۴۳

واخرج ابن عساکر عن عبداللہ بن عمر قال ابو بکر الصدیق اصبتم اسمہ عمر الفاروق
قرن من حدید اصبتم اسمہ ابن عفان ذوالنورین قتل مظلوما یوتی کفلین
من الرحمۃ معاویہ وابنہ ملکا الارض المقدسہ والسفاح وسلام منصور
وجابر والمھدی والامین وامیر الغضب کلہم من بنی کعب بن لوی کلہم
صالح لا یوجد مثلہ قال الذھبی لطرق عن ابن عمر ولم یرفعہ احد۔

یعنی ابن عمر سے بارہ خلیفہ کے بارے میں یہ روایت ہو کہ ابوبکرؓ صدیق کا نام تمنے
پالیا۔ عمرؓ فاروق قرن حدید جنکا نام پالیا عثمانؓ بن عفان جو مظلوم قتل ہوئے
دو حصہ رحمت کا دیا جائیگا۔ معاویہؓ اور اوس کا بیٹا۔ یزیدؒ جو مالک ارض مقدس
(شام) ہوئے۔ سفاحؒ۔ منصورؒ۔ جابرؒ۔ مہدیؒ۔ امینؒ۔ امیر غضبؒ جو بنی کعب
سے ہیں اور سب صالح ہیں جنکا مثل و نظیر نہیں پایا جاتا کہا ذہبی نے یہ روایت
چند طریق سے ابن عمر سے منقول ہو مگر کسی نے اسکی نسبت رسول کیطرف نہیں دی۔
اس روایت کو بغور ملاحظہ فرمایئے اور پھر ابن عمر کے ایمانداری کی داد دیجیے
کہ اس قدر بھی اون کو گوارا نہ ہوا کہ جناب امیر کا اسم مقدس کسی طرح اون ستائیس میں
ٹیس جوانہوں نے بارہ خلیفہ کی بنائی تھی معٰویہ یزید کو جو صالح اور بے مثل و نظیر بتاتے
ہیں اوس سے ہمکو بحث نہیں کیونکہ اگر ابوبکر و عمر صالح تھے تو یہ اون سے زیادہ اصلح تھے۔
اب آیئے اوس زمانہ کو دیکھیے جب کہ جناب امام حسینؑ شہید ہو چکے اور لوگوں نے
یزید کے افعال قبیحہ سے تنگ آکر اوس کو معزول کرنا چاہا ہو تو ان کو کیسی غیرت
اور حمیت آئی ہے چنانچہ صحیح بخاری میں ہے ص۵۵۵ حاشیہ فتح الباری جلد ۶

عن نافع قال لما خلع اھل المدینۃ یزید بن معاویہ جمع ابن عمر حشمہ
و ولدہ فقال انی سمعت النبی صلعم یقول ینصب لکل غادر لواء یوم القیامۃ
و انا قد بایعنا ھذا الرجل علی بیع اللہ و رسولہ و انی لا اعلم غدرا اعظم من
ان یبایع رجل علی بیع اللہ و رسولہ ثم ینصب لہ القتال و انی لا اعلم احدا
منکم خلعہ ولا تابع فی ھذا الامر الا کانت الفیصل بینی و بینہ

یعنی جب اہل مدینہ نے یزید کو خلافت سے خلع کیا تو ابن عمر نے اپنے اولاد و خدم و حشم کو جمع کیا اور کہا کہ ہمنے رسول اللہ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے ہر عذر کرنیوالے کے لیے بروز قیامت ایک جھنڈا کھڑا کیا جائیگا (کہ فضیحت ہو) اور ہمنے اس شخص کی بیعت کی ہے اور بیعت خدا و رسول کے لہذا ہم جہاں تک جانتے ہیں اس سے بڑھ کر کوئی عذر نہیں ہو سکتا کہ بیعت کرنے پر اس سے قتال کیا جائے تو اب جو شخص اس سے قتال کریگا یا اوس کو خلع کرے گا تو ہمارے اوس کے درمیاں جدائی ہو جائیگی۔

اب اس سے بڑھ کر کونسی طرفداری ہو سکتی ہے کہ یزید تو اونکا امام اور مقتدا بنا اور جو اوس کو خلع کرنا چاہے اوس سے آمادہ مخالفت ہوں پھر امام حسینؑ کی وہ کیا حمایت کرتے۔

چونکہ دنیا کو یزید اور معاویہ کے فسق و فجور کی خبر ہے لہذا ہمکو زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں مگر یہ تو آپنے دیکھ لیا کہ یزید کو جب لوگوں نے خلع کرنا چاہا تو اونکو یہ جوش آیا مگر امام حسینؑ کا خون ناحق انکے نزدیک اس قابل نہ تھا کہ اوس پر جوش و خروش دکھایا جائے۔

حضرات اہلسنت یہاں آکر صحابہ کی بے بسی اور بیکسی دکھاتے ہیں کہ وہ کیا کر سکتے تھے اون کے پاس نہ فوج تھی نہ لشکر نہ کوئی اختیار تھا مگر یہ سب اوصاف اوسی وقت پیدا ہوتے ہیں جب کہ اہلبیت اطہار کے حقوق دکھائے جاتے ہیں ورنہ دشمنان اہلبیت کے تائید اور امداد میں انکو ہر طرح کی قوت و قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔

اس واقعہ بیعت عبد اللہ بن عمر نے جو یزید کی کی تھی اہلسنت کو اسدرجہ منفعل و نادم کیا ہے کہ ہم اوس کی تفصیل نہیں لکھ سکتے ہیں نہ ضرورت ہے کیونکہ ثمرۃ الخلافہ اور تشیید المبانی میں بشرح و بسط مذکور ہے اور مولوی حیدر علی نے ازالۃ الغین میں اس کا جواب دیا ہے جس کی ظرافت قابل دید ہے لہذا ہم اوس سے بحث نہیں کرتے صرف یہی دکھاتے ہیں کہ ابن عمر جو ایسے زاہد اور عابد کہے جاتے ہیں

محبت اہلبیت طاہرین سے اونکا دل کس قدر خالی تھا جس کا باعث بجز حب دنیا اور محبت اہل دنیا کیا ہو سکتا ہی چنانچہ خود مولوی شبلی صاحب اسی مضمون میں لکھتے ہیں "شافعی کا بیان ہی کہ میں نے اون کو پانچ سو تک کی چادر اوڑھے ہوئے دیکھا ہے" الندوہ ص۱۶ ۱۳۲۵ھ۔

پھر تماشے تو اگر یہ جناب امیرؑ کے طرفدار ہوتے یا جناب امام حسینؑ کے مددگار تو یہ چادر اون کو پانچ سو کی کہاں سے ملتی اس حالت کے ساتھ مولوی شبلی صاحب کا یہ فقرہ کیا دلچسپ ہی "باوجود اس فقر و فاقہ کے حضرت عبداللہ بن عمر ہمیشہ مستغنی اور قانع رہی"۔

کیونکہ جو شخص پانچ پانچ سو کی چادر اوڑھے اوس کو کوئی فقیر کب جان سکتا ہی حالانکہ اسی نافع کی روایت فتح الباری میں ہی

ان نافعا انکر من ان یکون علی عمر دین و قد باع من ورثتہ میراثہ بمائۃ الف ص۲۸۳ جلد۷۔

کہ عمر کے ایک وارث نے اپنی میراث کو ایک لاکھ پر فروخت کیا۔ تو اونہیں ورثہ سے ابن عمر بھی تھے اونکو کہاں سے فقر آکر گھیر سکتا ہی حالانکہ خود لکھتے ہیں۔ "ایک دفعہ عبدالعزیز بن مروان نے زمانہ فتنہ میں اون کے پاس کچھ مال بھیجا تو اونہوں نے بخوشی قبول کیا۔

پھر خود ہی لکھتے ہیں ایک مرتبہ امیر معاویہ نے ایک لاکھ درہم یا دینار (طبقات ابن سعد میں تعین نہیں ہے) بھیجے اور چاہا کہ اس لالچ سے یزید کی بیعت کر لیں حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ کیا میرا دین اسقدر سستا ہی"

اس سے اور بھی اوس کی تصدیق ہوگئی کہ بیعت یزید اسی لالچ میں کی تھی کیونکہ بیعت کرنا یقیناً صحیح بخاری سے ثابت ہی اور پھر اس قسم کا جوش و خروش دکھانا اوس کے حمایت میں تو اب اس میں کیا عذر ہو سکتا ہی کہ اسی لالچ میں اونھوں نے یہ بیعت کی وہ اگر اس بیعت کو جائز نہ جانتے تو اوس مال کو واپس کرتے

اور مردانہ وار اوس کے مخالفت پر آمادہ ہو جاتے مگر ہائے حب دنیا نے انکے باپ کو اس پر آمادہ کیا کہ مخالفت خدا و رسول کر کے خود خلیفہ بنیں وہی دنیا ان کو اس پر آمادہ کر رہی ہے کہ معاویہ و یزید کے طرفدار ہوں۔ ورنہ دنیا میں کونسا عقلمند ایسے شخص کو اپنا امام اور مقتدا بنا سکتا ہے جس پر سارے جہاں کی لعنت برس رہی ہے۔

اس بحث کو اس وجہ سے طول ہو گیا کہ مولوی شبلی صاحب نے ابن عمر کے تعریف میں بڑا طومار باندھا تھا اور اس مضمون کو اہلحدیث بلکہ مرزائیوں نے بھی اپنے اخبار میں شایع کیا تھا لہذا حقیقت حال واضح کرنا پڑا کہ یہ کیسے دیندار تھے جس کا نتیجہ بھی ان کو خود اس دنیا میں مل گیا کہ جن لوگوں کے خاطر انہوں نے اپنے دین و ایمان کو دنیا کے ہاتھ بیچا تھا اونہیں نے قتل بھی کیا چنانچہ اسد الغابہ میں ہے کہ بحکم عبد الملک بن مروان حجاج حاکم مدینہ حج میں ان کی اقتدا کرتا تھا یہ اوس پر بہت شاق تھا اوس نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ زہر کا بجھایا ہوا حربہ ابن عمر کے سر پر مار دے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ چند روز اوس کے اثر سے بیمار رہے اور آخر مر گئے حجاج نے انکے جنازہ کی نماز پڑھی ص ۲ جلد ۳ دفن میں بھی وہی حجاج مزاحم ہوا استیعاب میں ہے وکان اوصی ان یدفن فی الحل فلم یقدر علی ذلک من اجل الحجاج و دفن بذی طوی فی مقبرۃ المہاجرین ص ۳۸ یعنی ابن عمر نے وصیت کی تھی کہ (حل) میں دفن کیے جائیں مگر حجاج کی وجہ سے نہ ممکن ہوا لہذا ذی طوے میں دفن کیے گئے جہاں مقبرہ مہاجرین تھا۔

دیکھیے جو حالت عثمان کی ہوئی تھی کہ روضہ رسول کے قریب نہ دفن ہو سکے۔ بلکہ یہودیوں کے باغ میں دفن ہوئے جہاں یہودی پاخانہ پھرا کرتے وہی حالت ابن عمر کی ہوئی اور نیز ابن زبیر کی جسکو حجاج نے سولی دلوایا تھا اور بے نماز پڑھے دفن کیا گیا۔

اب اس کے مقابلہ میں جناب امام حسین علیہ السلام کے مزار اقدس کو دیکھیے کہ خود حضرت پر کیسے کیسے ظلم ہوئے مگر آج آپ کا مزار اقدس کس عظمت و شان کا ہے کہ سب اوسکی عظمت کرتے ہیں بلکہ حضرت مسلم و ہانی کے مزار اقدس کو دیکھیے کہ اوسی کو ذیب

پشت مسجد کوفہ پر دفن ہیں جہاں اونکی کیسی بعزتی کی گئی تھی۔ یہ ہے نتیجہ اوس اخلاص کا جو ان حضرات کو خداوند عالم کے ساتھ تھا کہ دنیا بھر کے مخالفت کے ساتھ انکو یہ عظمت ملی۔

ابن عمر کے حال میں یہ بھی لکھا ہے ماذکر ابن عمر رسول اللہ الا بکی ولا مر بعھم الا غمض عینیہ ص۱۰۱ اصابہ جلد ۴

یعنی رسول اللہ کا جب تذکرہ آتا تو یہ رو دیتے اور جب حضرت کے مکانات وغیرہ کیطرف گذر ہوتا تو آنکھ بچکایا کرتے جس سے معلوم ہوا کہ وہ اس طرح اپنی محبت کا اظہار کرتے۔ مگر حقیقت یہ تھی کہ اولاد رسول کی ایسی محبت بھی نہ تھی کہ انکے ساتھ کسی طرح اظہار عقیدت کرتے کیا خوب لکھا ہے ملک العلماء دولت آبادی نے ہدایۃ السعداء میں لکھا ہے کما فی العبقات ص۵۵۵

در دستور می گوید امام شعبی را پرسید ند کہ زیدیان اہل قبلہ اند و درود بر مصطفےٰ میگویند و می آرند کہ از بنی امیہ کسے شنید موئے محاسن مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم شخصی می آرد آں مروانی چند گروہ پا برہنہ پیادہ رفتہ آں صندوق کہ دراں شعر مبارک بود بسر خود نہادہ در شہر درآمد ہفت روز طبل زد و شادی نمود حکم ایمان ایشاں چیست گفت مردے کفش مصطفےٰ بر سر گرفتہ و کفش از مصحف ساختہ و سم خر عیسےٰ علیہ السلام در زر و جواہر کردہ در گردن بندد و مادر عیسےٰ را بزنا نسبت کند ہر چہ حکم ایں مردست ہماں حکم آن مروانی ست پیش مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مردماں بہ نماز می آمدند و بتاں در بغل می داشتند ایں چنیں نماز نماز نیست و ما کان صلوتھم عند البیت الا مکاء و تصدیۃ انتھی

پھر ہدایۃ السعداء میں مسطور ہے در خزانہ جلالی میگوید نقل است از غرر السیر امام ثعلبی روزے وزیر عبد الملک مرواں کہ از بادشاہان بزرگ و شرف مروانیاں بود از امام شعبی کہ از اجلاء علماء تابعیں بود پرسید کہ شما ایں مسئلہ کہ میان امت مشکل شدہ چرا حل نمی کنید کہ خلفاء بنی امیہ چنانچہ یزید و دیگران باوجود اتیان احکام

شرع و تعظیم داشت مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم فرزندان و جگر گوشگانرا اہانت میکنند
و ایذا میرسانند و با اہل بیت رسول کہ در جزئیت و بعضیت ایشان با مصطفے کسیرا
خلاف نیست عداوت جانی افتادہ چنانکہ بعضے را از ایشان زہر دادہ و بعضے را بہ
تیغ کشانیدہ و بعضے را اسیر گردانیدہ تعزیر می کنند و دوستان و ہواخواہان ایشانرا
میرنجانند و میکشانند و ہر کہ نام ایشان بہ دوستی میگیرد بر می اندازند و بر منابر لعن بر
اہلبیت می کنند مسلمان میمانند یا نی بعضے را از یاران مصطفے صلعم کہ امروز در صدر
حیات اند این مسئلہ چرا حل نمی کنند امام شعبی روی بوزیر عبد الملک کرد و دران مجمع
گفت کہ من و جماہیر تابعین حیران و متحیریم و نمیدانیم کہ خلفا بنی امیہ را کہ معاویہ
و عبد الملک از ایشانند بدین چیزہا کہ معظم داشت پیغامبر صلے اللہ علیہ وسلم می کنند و
بدانچہ ایشان اعیاد و جمعات و حج بر پای میدارند و ظاہر نماز می گذارند بدین جہت
خلفاے بنی امیہ را دشمن می گیریم و ایشانرا مسلمان ندانیم و از منافقان شماریم
و بر ایشان لعنت فرستیم ایشان براے مصلحت رواں شدن مملکت و صلاح دولت
احکام شرع بپاے میدارند پس امام شعبی گفت کہ از نقل مصطفے صلعم پنجاہ سال
برآمدہ چند نفس پیر معمور ماندہ اند و ازاں تاریخ کہ در کربلا با حسین علی و دیگر
فرزندانش یزیدیان آنچناں حادثہ کردند و زار زار کشتند و آنانکہ از اہل بیت
زندہ ماندہ بودند ایشانرا بطریق اسیریان و بندیان در دمشق آوردند یاران پیغامبر
صلے اللہ علیہ وسلم کہ زندہ بودند چوں ایں واقعہ شنیدند ازاں تاریخ باز روی
خود بہیچ مسلمانی نہ نمودند و ترک جمعہ و جماعت و اعیاد کردند و بعضے در درون
خانہ منزوی گشتند و بعضے ترک خانہ و زن و فرزندان کردہ در کوہہاے دور
دست رفتند و در مصیبت اہل بیت مشغول شدند و ترک مخالطہ و سخن گفتن
با مردمان دادند منکہ شعبی ام از بعضے ایشان پرسیدم کہ شما جمعہ و اعیاد و حج چرا
ترک دادید و انزوا و جدائی اختیار کردید ایشان گفتند ما روے این چنین امت
کہ ظاہر کلمہ گویند و نماز گذارند و جگر گوشگان رسول را بکشتند و بواسطہ دنیا

کفر و نفاق خود دستور دارند توانم دید از گاه آدم الی یومنا هذا آنچه ازیں امت
آمد از ہیچ امتے نیامده اگر امتان پیشین انبیا را کشتند اما بر دین ایشان تغیر نکردند
اما کسی در جهان یاد ندارد قومے که خود را مسلمان خوانند اظهار کلمه و عمل بر شریعت
جد ایشان کنند و جگر گوشگان پیغمبر را از زار به کشند و هر که در کنار مصطفی
بوده و پرورده شده آنرا بریده و بر نیزه بسته و دختران و اطفال ایشان را
طریق بندیان بردند اگر محمد رسول الله رحمة للعالمین نبودی ازیں حادثه ہیچ یکی
از امت زنده نماندے و جمله مسخ و نسخ شدندے و جهان قهر منزل شدے که
ہیچ جنبنده در ربع مسکون زنده نماندے پس صحابه گفتند بعد ازیں ماجرای مذکور
چگونه باشد که ما روی ایں امت به بینیم با یاران رسول ایم و مصطفی را در صدر
حیات خدمت کرده ایم عزیز من اگر از قومے یک نفر خائن [illegible] شد همه قوم خائن شده
گردد و از زنان یک زن اگر زنا کند همه زنان [illegible] چه اگر یک
دانه دیگ با نمک و بے نمک پخته و خام است بر تمام دیگ [illegible] حکم کنند پس وزیر
عبد الملک و معتبران دیگر چون ایں قصه از امام شعبی شنیدند [illegible] گردیدند و یافتند
که متغلبان بنی امیه را با وجود ایذا و جفا و قتل و [illegible] مصطفی دعوی
ایمان نفاق است و هر که ایشان را دوست دارد و با ایشان [illegible] دهد او هم از منافق
باشد پس وزیر و حاضران مجلس [illegible] وزیر دست از
وزارت برداشت [illegible] اگر ایں چنیں
باد شه که بر شاه حسین رفت [illegible] و شاگرد بر
استاد زیاده کند با وجود دعوی شاگردی [illegible] او در نفاق
باشد یا نی رحم الله من انصف انتهی
اب ہم بقیه اصحاب کے حالات [illegible] لکھتے ہیں تاکہ اون کے اعمال و
افعال سے معلوم ہو کہ وہ اس فریقہ [illegible] کس طرح انجام دیکر [illegible]
اگرچہ اہلسنت نے صرف چار [illegible] کا نام [illegible]

ابوسعید خدری - ابو واقد لیثی - ابن عباس جیسا کہ سابقا مذکور ہوا۔ گر ہمکو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ادن لوگونکو چھوڑ دیں لیکن قبل اس کے کہ ہم اون صحابہ پر نظر ڈالیں ایک حدیث جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی کتاب کافی سے لکھتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ فرائض مہاجرین و انصار کیا تھا اور اوس کو کس قدر صحابہ نے نباہا۔

جناب امام جعفر صادق ع فرماتے ہیں لعنکم اللہ یا معشر الانصار ثلثا ما علی ھذا عاھدتم رسول اللہ ولا بایعتموہ صافی شرح کافی ص۱۶۴

یعنی خدا کی لعنت ہو تم پر اے گروہ انصار کہ تم نے اس طرح کا عہد نہیں کیا تھا رسول سے نہ ایسی بیعت کی تھی۔

یہ حدیث حضرت نے اوس موقع پر فرمائی ہے جب اولاد امام حسن کو گرفتار کر کے بحکم منصور دوانقی لیگئے ہیں اور اس صدمہ سے حضرت کو بیس روز تک بخار آیا ہے پھر اوس زمانہ کا کیا ذکر ہو جب کہ خود فرزند رسول احیاء اسلام کو مدینہ سے مکہ اور مکہ سے عراق کیجانب روانہ ہوئے ہیں اور کسی صحابی نے آپ کی بیعت نہ کی۔

(۱) ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف زہری انکی عظمت ان کے نام سے ظاہر ہے کہ عبد الرحمن بن عوف کے بیٹے ہیں جنہوں نے عثمان کو خلیفہ بنایا ۷۵ھ میں انکی وفات ہے اسد الغابہ ص۵۵

خود صحابی بھی ہیں اور صحابی کے بیٹے ہیں اگر یہ جناب امام حسین ع کی رفاقت کرتے تو آپ سمجھ سکتے ہیں حضرت کی قوت کس درجہ بڑھ جاتی۔

ان کے باپ عبد الرحمن بن عوف خلیفہ ساز اتنے مالدار تھے کہ اسد الغابہ میں ہے کہ انہوں نے اپنے متروکہ میں سونا بہت چھوڑا تھا وہ کلھاڑیوں سے کاٹا گیا اس مال کی اس قدر کثرت تھی کہ لوگوں کے ہاتھ بھر گئے اور ایک ہزار اونٹ اور سو گھوڑے اور تین سو بکریاں جو بقیع میں چرا کرتی تھیں چھوڑیں اور

اور ان کی چار بیبیاں تھیں جس میں سے ایک عورت کو اسی ہزار روپیہ دیگر ان کے وارثوں نے رخصت کیا صہ ۱۲۹ ج ۶

احنف بن قیس ان کے بارے میں عمر نے خط لکھا تھا کہ احنف اہل بصرہ کے سردار ہیں اسوقت سے ان کی عزت بڑھتی گئی جنگ جمل میں اون لوگوں سے تھے جو کسی طرف نہ تھے اور جنگ صفین میں یہ جناب امیر کیطرف تھے مگر شریک معرکہ کربلا نہیں ہوئے استیعاب میں ہے کان الاحنف احد الجلة العلماء الدھاۃ الحکماء العقلاء ص ۵۶ یعنی احنف بڑے جلیل القدر، ہوشیار، عاقل حکیم تھے ۶۷ھ میں وفات ہوئی ص ۷۶ اسد الغابہ

اسود بن حازم انکا سن حدیبیہ میں تیس برس کا تھا ایک سو چھبیس برس زندہ رہے مگر امام حسین کی نصرت نہ کی اسد الغابہ ص ۱۱۸

(۴) اسود بن عوف یہ بھی صحابی ہیں جو ابن زبیر کے طرف سے حاکم مدینہ تھے اور ان کے بیٹے جابر بن اسود نے سعید بن المسیب کو اس جرم پر درے لگائے کہ ابن زبیر کی بیعت نہیں کی ص ۱۲۵ اسد الغابہ

(۵) اسود بن بلال محاربی کوفی ۸۴ھ میں بمقام جماجم مارے گئے ص ۱۲۶ اسد الغابہ

(۶) اسود بن یزید بن قیس کوفہ کے فقہا اور وہاں کے مشاہیر میں سے تھے ۷۵ھ میں ان کی وفات ہوئی ص ۱۲۷

(۷) اسیر بن ظہیر انصاری مدینہ کے رہنے والے ہیں زمانہ عبد الملک میں انھوں نے انتقال کیا ص ۱۳۵

(۸) اسیر بن عمرو رکمی عبد اللہ بن مسعود کے بڑے شاگردوں میں تھے حضرت کے زمانہ کے لوگوں میں سے ہیں ۸۵ھ میں انتقال ہوا ص ۱۳۷ اسد الغابہ

ان کو جب خبر خلافت علی کی ملی ہو تو یہ حدیث بیان کیا کرتا ہے تجھ نہ حاصل ہوگا مگر خیر استیعاب ص ۲۲

(۹) اشعث بن قیس یہ اشعث ان لوگوں سے ہیں جو رسول اللہ کے بعد مرتد ہوگئے اور ابوبکر کے پاس قید ہوکر آئے تو کہا اپنی لڑائی کیلئے ہمیں چھوڑ دیجیے اور اپنی بہن کا

نکاح ہمسے کر دیجئے اور یہی محمد بن اشعث کی ماں تھیں ص۴۲ اسد الغابہ
ہمنے اس نام کو صرف اسوجہ سے لکھا ہے کہ ناظرین کو معلوم ہو محمد بن اشعث قاتلان امام حسین سے ہے اور وہ خلیفہ اول کا حقیقی بھانجا ہے جعدہ بنت اشعث بھی شاید اسکی بیٹی ہے جو قاتل امام حسن علیہ السلام ہے۔

(۱۰) انس بن حارث شہید کربلا ان کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا یہ میرا بیٹا یعنی حسینؓ سرزمین عراق میں شہید ہوگا پس جو شخص انکو پاوے اون کی مدد کرے چنانچہ یہ انس بھی حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے ص۱۲۳ اسد الغابہ
استیعاب ص۱۳۲ میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے اور نیز اصابہ ج ا ص۶۹ میں ہے۔
مگر بہت سے اکابر اہلسنت کو یہ ناگوار گذرا کہ کسی صحابی کا نام بھی فہرست شہدائے کربلا میں آنے پائے اسیوجہ سے ذہبی نے تو صاف صاف کہدیا لا صحبة له مگر شکر خدا کہ بہت سے علما اس کے طرفدار ہو گئے چنانچہ بغوی۔ ابن سکین۔ ابن شاہین۔ دعولی۔ ابن زہیر۔ باوردی۔ ابن مندہ۔ ابونعیم وغیرہ سبنے ان کے صحابی ہونیکا اقرار کیا مگر امام بخاری نے دوسری روش اختیار کی کہ ان کے صحابیت کو تو مانا مگر حدیث کو چاہا کہ ضعیف کر دیں چنانچہ اصابہ میں ہے قال البخاری انس بن الحارث قتل مع الحسین بن علی سمع النبی قال محمد عن سعید بن عبد الملک الحرانی عن عطا بن مسلم حدثنا اشعث بن سحیم عن ابیہ سمعت انس بن الحارث ورواہ البغوی وابن السکین وغیرھما من ھذا الوجہ ومتنہ سمعت رسول اللہ یقول ان ابنی ھذا یعنی الحسین یقتل بارض یقال لھا کربلا۔ فمن شھد ذلک منکم فلینصرہ قال فخرج انس بن الحارث الی کربلا فقتل بھا مع الحسین قال البخاری یتکلمون فی سعید یعنی روایۃ ص۶۹ اصابہ
یعنی انس نے حضرت سے روایت کی ہے کہ ہمنے سنا ہے آنحضرت فرماتے تھے میرا فرزند حسین زمین کربلا میں شہید ہوگا تو جو اوسوقت موجود ہو اوسکو لازم ہے کہ اوس کی نصرت کرے چنانچہ انس بن حارث گئے اور امام کے ساتھ شہید ہو گئے بخاری نے

ان کے راوی سعید کے بارے میں کہا ہو کہ لوگ اس کے بارے میں کلام کرتے ہیں
جس سے معلوم ہوا کہ نہ ان کے صحابی ہونے میں عذر ہو نہ اس میں کہ یہ حضرت کی
ساتھ شہید ہوئے مگر چونکہ اس حدیث سے اون کل صحابہ پر زد پڑتی ہو جو اوسوقت
موجود تھے لہٰذا بخاری نے راوی مابعد کو مجروح کر دیا مگر یہ ایسا اوچھا وار ہو کہ
جس سے کوئی کام نہیں چل سکتا کیونکہ اگر کوئی حدیث بھی نہ ہوتی تو صحابہ کے لیے
بھی کافی تھا کہ یہ فرزند رسول ہیں بہرحال یہ بھی اہل کوفہ سے ہیں۔
(۱۱) انس بن مالک انکا حال پہلے مذکور ہو چکا ہو کہ ان کے سامنے سر امام حسین
کا ابن زیاد کے پاس لایا گیا اور انکو اسلامی حمیت نہ آئی ص۲۳ رسالہ ہذا
ان کی وفات ۹۳ھ میں ہو یا ۹۲ھ یا ۹۰ھ اسد الغابہ ص۱۸۱
اوس بن اعور بن جوشن بن عمرو بن مسعود اسد الغابہ میں ہو کہ یہ والد ہیں شمر
بن ذی الجوشن کے جسکا واقعہ حضرت حسین بن علی کے ساتھ مشہور ہو ص۱۹۵
اس شخص کے حالات کو ذوالجوشن کے نام میں کچھ تفصیل سے لکھا ہو ملاحظہ ہو ص۱۹۲ جلد ۳
مگر ہمکو اوس سے زیادہ بحث نہیں کیونکہ یہ معرکہ کربلا کے وقت غالباً زندہ نہ تھا۔
اس کے اسلام کی بھی حالت عجیب ہو کہ آنحضرت نے اس سے فرمایا کہ تو اسلام کب
لائیگا تو اوس نے جواب دیا جب آپ کعبہ پر غالب آئینگے اور وہاں ہی ٹھکینگے
فتح مکہ کی خبر جب اسکو معلوم ہوئی تو اسلام قبول کیا پھر حضرت سے مقام جبوکی درخواست
کی آپ نے مجھے معافی میں دیدیا اسد الغابہ ص۱۹۳ ج ۳۔
اس سے یہ تو بخوبی معلوم ہوا کہ دنیاداری کا مادہ اوس میں پہلے ہی سے بھرا ہوا تھا۔
کہ اسلام کو جو قبول بھی کیا تو نہ اس حیثیت سے کہ یہ دین حق ہو بلکہ اس حیثیت سے کہ
اب یہ دین غالب آچکا ہو مکہ فتح ہو چکا۔
مگر یہاں دوسرا فائدہ یہ معلوم ہوا کہ اسد الغابہ میں ہو "بعض لوگوں کا بیان ہے کہ
ابو اسحاق نے ان سے نہیں سنا بلکہ انھوں نے ان کی حدیث ان کے بیٹے شمر بن
ذی الجوشن سے سنی ہو ص۱۹۳

استیعاب میں ہو قیل ان ابا اسحق لم یسمع منہ وانما سمع حدیثہ من ابنہ شمر ذی الجوشن صلا۱۲۶ ج ۱

اور اصابہ میں ہے قلت ولہ حدیث عند ابی داؤد من طریق ابی اسحق عنہ ویقال انہ لم یسمع منہ وانما سمعہ من ولدہ شمر ص۱۸۵ ج ۲

جس سے ہر شخص کو معلوم ہوا کہ شمر بن ذی الجوشن قاتل امام حسینؑ کی یہ عزت افزائی کی گئی ہو کہ ائمہ اہلسنت نے اوس سے روایت لی ہو حالانکہ ابن عمر کے حال میں مذکور ہوچکا ہو کہ اوس نے جناب امیر سے بھی روایت نہ لی مگر شمر کی روایتیں خود صحاح اہلسنت میں موجود ہیں کیونکہ سنن ابی داؤد ان کے صحاح ستہ میں داخل ہو۔

ایاس بن معویہ مزنی بصرہ کے قاضی تھے وفات ان کی سنہ۱۲۱ھ میں ہوئی ص۲۲۲ اسد الغابہ مگر افسوس شرکت اعانت جناب امام حسینؑ سے محروم رہے۔

ایفع بن عبد کلاعی بھی صحابی ہیں سنہ۱۰۶ھ میں وفات پائی ص۲۲۳

ایمن بن خریم بھی صحابی ہیں ان کے باپ بدری تھے مروان کے عہد خلافت تک زندہ رہے ص۲۲۳ مگر جناب امام حسینؑ کی مدد نہ کی حالانکہ یہ ایسے جلیل القدر تھے کہ خود مروان ان سے طالب نصرت ہوا تھا۔

برا بن عازب بڑے پایہ کے صحابی ہیں رسول اللہ کے ساتھ چودہ جہاد کیے سنہ۲۴ھ میں ملک رے کو فتح کیا جنگ جمل وصفین ونہروان میں جناب امیر کے ساتھ تھے بالآخر کوفہ میں رہ گئے اور وہیں گھر بنالیا تھا اور مصعب بن زبیر کے زمانہ میں وہیں وفات پائی اسد الغابہ ص۲۲۵

اصابہ میں ہو وارخہ ابن حبان سنہ اثنتین وسبعین وقد روی عن النبیؐ جملۃ من الاحادیث وعن ابیہ وابی بکر وعمر وغیرھما من اکابر الصحابۃ وروی عنہ من الصحابۃ ابو جحیفہ وغیرھا ص۱۴۲ ج اول

ابن حبان نے سنہ۷۲ھ ان کے وفات کا سنہ بتایا ہو اور بہت سی حدیثیں انہوں نے آنحضرت سے روایت کی ہو اور ابوبکر وعمر وغیرہ سے بھی جو اکابر صحابہ سے تھے اور

خود صحابہ نے بھی ان سے روایت کی ہے۔

مگر ہائے نصرت امام حسین نہ کر سکے حالانکہ خود کوفہ میں رہتے تھے جہاں کہ لوگوں نے حضرت کو دعوت دی تھی مگر ایسا جلیل القدر صحابی نصرت امام حسین کو نہ نکلا حالانکہ حضرت نے تمامی انصار سے اس شرط پر بیعت لی تھی "میں تم سے اس شرط پر بیعت لیتا ہوں کہ تم جن چیزوں سے اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہو ان سے میری بھی حفاظت کرنا" کعب بن مالک کہتے ہیں کہ براء بن معرور نے حضرت کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا قسم اوس کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو بھیجا کہ ہم ضرور ضرور ان باتوں سے آپ کی بھی محافظت کرینگے جن سے اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہیں لہذا اے رسول خدا ہم آپسے بیعت کرتے ہیں اور قسم خدا کی ہم لوگ بڑے جمعیت اور اتفاق والے ہیں ص۲۷۴ اسد الغابہ

یہ براء بن عازب ایسے مقدس صحابی تھے کہ ریاض مستطابہ میں ہے کہ قبل تشریف آوری رسول اللہ مدینہ میں یہ بہت سے سورے قرآن کے یاد کر چکے تھے حتی قرات سبح اسم ربک الاعلی فی سور مثلہا من المفصل کہ مفصل سوروں سے سبح اسم ربک الاعلی کی ایسی سورتیں پڑھ چکے تھے یہ اور ابن عمر ایک سن کے تھے اسوجہ سے جنگ بدر میں نہیں لئے گئے۔

ان سے چالیس حدیثیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں منقول ہیں جن میں پندرہ حدیثوں میں بخاری متفرد ہیں اور چھ میں مسلم باقی دونوں کے یہاں متفق علیہ ہیں ریاض مستطابہ ص۹

ان حالات سے آپ خیال کر سکتے ہیں کہ اگر یہ جناب امام حسینؑ کی نصرت کرتے تو کیا فرزند رسول اس آسانی سے قتل ہو جاتا مگر ہائے کہاں تہا وہ درد دین جس سے وہ اوس عہد کو پورا پورا کرتے جو بوقت اظہار اسلام کہا تھا کہ ہم آپ کی ویسی ہی حفاظت کریں گے جیسا کہ اپنے بال بچوں کی کرتے ہیں۔

تواریخ و رجال سے اس کا پتہ نہیں چلتا کہ آخر انھوں نے فرزند رسول کی نصرت کیوں نہ کی۔ مگر یہ کہ کہا جائے ابن زیاد نے روکا ہو جیسا کہ اور اہل کوفہ کے ساتھ یہی برتاؤ کیا مگر یہ عذر چنداں معقول نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت حبیب ابن مظاہر مسلم بن عوسجہ بھی تو کوفہ ہی میں تھے اور اوسی محاصرہ ابن زیاد میں مبتلا تھے مگر نصرت امام کو کربلا پہونچ گئے۔

بریدہ بن حصیب اسلمی یہ بھی بزرگان صحابہ سے ہیں بعد جنگ احد خدمت رسول میں
حاضر ہوئے اور جنگ حدیبیہ اور بیعۃ الرضوان میں شریک ہوئے پہلے بصرہ میں جاکر رہے پھر خراسان
چلے گئے اور بمقام مرو سکونت اختیار کی رسول اللہ نے جب جناب امیر کو یمن کیطرف بھیجا کہ خالد
بن ولید سے خمس وصول کریں تو بریدہ بھی خالد کے ساتھ تھے اونھوں نے آکر جناب امیر کی
شکایت کی رسول اللہ سے" آپنے فرمایا کہ اے بریدہ کیا تم علی سے بغض رکھتے ہو" میں نے عرض کی
کہ ہاں آپنے فرمایا ان سے بغض نہ رکھا کرو اور روح کبھی یوں کہتے تھے کہ حضرت نے فرمایا
ان سے محبت رکھا کرو کہ خمس میں انکا حصہ اس سے زیادہ ہے اسد الغابہ [illegible]

اس قصہ کو صحیح ترمذی میں اسطرح لکھا ہے [illegible]

عن عمران بن حصین قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیشا واستعمل
علیہم علی بن ابی طالب فمضی فی السریۃ فاصاب جاریۃ فانکروا علیہ وتعاقد اربعۃ
من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا اذا لقینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اخبرناہ بما صنع علی وکان المسلمون اذا رجعوا من سفر بدأوا برسول اللہ علیہ و
سلم فسلموا علیہ ثم انصرفوا الی رحالہم فلما قدمت السریۃ سلموا علی النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فقام احد الاربعۃ فقال یا رسول اللہ الم تر الی علی بن ابی طالب صنع کذا وکذا
فاعرض عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قام الثانی فقال مثل مقالتہ فاعرض عنہ
ثم قام الرابع فقال مثل ما قالوا فاقبل الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والغضب یعرف
فی وجہہ فقال ما تریدون من علی ما تریدون من علی ما تریدون من علی ان علیا
منی وانا منہ وھو ولی کل مومن من بعدی

یعنی حضرت نے ایک لشکر کا سردار بنا کر جناب امیر کو بھیجا تو آپ نے ایک لونڈی کو اپنے حصہ میں لیا
جس پر چار صحابی نے باہم عہد کیا کہ جب خدمت رسول اللہ میں پہونچینگے تو آپ کی شکایت
کرینگے چنانچہ جب وہ لوگ آئے تو پہلے ایک کھڑا ہوا اور شکایت کرنے لگا آنحضرت نے اوسکی
طرف سے منہ پھیر لیا اسی طرح دوسرے تیسرے صحابی نے شکایت کی پھر حضرت نے منہ پھیر لیا۔
جب چوتھا کھڑا ہوا تو حضرت اوس کی طرف متوجہ ہوئے اس حالت سے کہ آثار غضب آپ کے

چہرہ سے نمایاں تھا اور فرمایا تم کیا چاہتے ہو علی سے تم کیا چاہتے ہو علی سے تم کیا چاہتے ہو
علی منی میں علی سے ہوں اور علی مجھ سے ہے وہ ہمارے بعد ہر مومن و مومنہ کو ولی ہیں
یہ روایت بریدہ اسلمی سے بھی مروی ہے اور اصل اس کی صحیح بخاری میں ہے
اس روایت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کے دل میں کیسا بغض جناب امیر بھرا تھا کہ باخود باعہد کرکو
خدمت رسول میں آتے تھے اور شکایت کرتے تھے

اور روضۃ الصفا میں ہے صفحہ ۳۳۲

بریدہ بن الحصیب اسلمی در قبیلہ خویش علمی مرتبت داشت بمدینہ آورد و بر در سرا حضرت علی نصب
کرد عمر باین معنی وقوف یافت باو خطاب کرد کہ خلائق بر ابوبکر بیعت کردہ اند تو چرا مخالفت
می کنی بریدہ جواب داد کہ با بغیر از صاحب این بیت باکسے بیعت نمی کنم بعد ازان صحابہ مجمعی
ساختہ بریدہ را طلب کردند بریدہ حاضر شدہ از وے استفسار کردند کہ حال تو چیست کہ امثال
این کلمات از تو نقل می کند جواب داد کہ صورت حال این است کہ نوبتے رسول اللہ مرا و خالد ولید
را با طائفہ در ملازمت علی ابن ابی طالب بجانب یمن فرستاد و بخدا سوگند کہ در آن ایام ہیچ کس
را دشمن تر از قربت علی و ہیچ فراقی را از فراق او دوست تر نداشتم و چون از سفر باز گشتیم
اول بخدمت رسول اللہ آمدم آنحضرت از من پرسید کہ علی را چگونہ گذاشتی من بنا بر کدورتے
کہ از علی در دل داشتم غیبت گونہ کردم و از سخن من تغیرے در بشرۂ مبارک آنحضرت ظاہر
شدہ فرمود یا بریدہ اتقع فی رجل ہو اولی الناس بکم بعدی من چون این سخن از زبان
معجز بیان آن سرور شنیدم گفتم یا رسول اللہ بخدائے باز گشتم و توبہ کردم از چیزے کہ موجب سخط
و غضب تو باشد ملتمس آنکہ در حق من دعا فرمائی طلب آمرزش نمائی آنحضرت فرمود تا علی
آید ناگاہ علی آمد و در گوشہ مسجد نشست باصلاح نعلین مشغول شد من معروض داشتم کہ
یا رسول اللہ بوعدہ خویش وفا نمائی کہ علی آمد آن حضرت فرمود یا خاصف النعل ہم بوی حجلہ
یقع فیک و یذکر انہ ذکر صدقہ علیک و قد قلت لہ انک لیقع فی رجل ہو اولی الناس بکم
بعدی و قد سالنی ان استغفر لہ و تستغفر لہ بریدہ گوید کہ بعد ازین سخن رسول اللہ صلعم
من استغفار نمود و علی نیز از برائے من آمرزش طلبید بمنزل خویش باز گشتم گویند کہ بریدہ در

جمل و صفین ملازم امیر المومنین علی بود۔

مگر افسوس کہ یہ بھی شریک معرکہ کربلا نہیں ہوئے جس کی وجہ غالباً یہ ہو کہ بہت دور رہتے تھے وفات ان کی سنہ ۶۳ھ میں ہوئی بزمانہ حکومت یزید اصابہ صـ ۱۵۱

بسر بن ارطاۃ احمد بن حنبل کہتے ہیں بوقت وفات رسول یہ کمسن تھا مگر اہل شام کہتے ہیں انھوں نے رسول اللہ سے حدیثیں سنی ہیں ان کو عمر بن الخطاب نے فتح مصر میں عمرو عاص کے مدد میں بھیجا تھا۔ جنادہ بن امیہ کی روایت ہے کہ سفر دریا میں ایک چور انکے سامنے لایا گیا تو کہا ہمنے رسول اللہ سے سنا ہے کہ سفر میں چور کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔

بسر جنگ صفین میں معاویہ کے طرف تھا اور حضرت علی اور اون کے لیے بہت سخت تھا یحیی بن معین کہتے ہیں کہ بسر صحابی نہیں ہیں اور وہ کہتے تھے کہ وہ برا آدمی تھا اسوجہ سے کہ اسلام میں اس سے بہت سے ناشائستہ کام ہوئے منجملہ اوس کے وہ جو مورخین اور محدثین نے نقل کیا ہے کہ اوس نے عبد الرحمن اور قثم کو جو دونوں عبید اللہ بن عباس بن عبد المطلب کے بیٹے تھے اون کو ماں کے سامنے ذبح کردیا اور یہ دونوں بچے کم سن تھے حضرت معاویہ نے انہیں حجاز اور یمن کیطرف بھیجا تھا کہ شیعہ علی کو قتل کردیں اور حضرت معاویہ کے لیے لوگوں سے بیعت لیں چنانچہ یہ مدینہ (منورہ) آئے اور وہاں بہت برے برے کام کیے اور یمن گئے اور اوس وقت یمن میں عبید اللہ بن عباس حضرت علی ابن ابی طالب کی طرف سے عامل تھے عبید اللہ وہاں سے بھاگ گئے پس جب بسر وہاں پہونچے تو یہ فعل یعنی اون صاحبزادوں کو ذبح کرنا) وہیں کیا اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ بسر نے یہ فعل مدینہ میں کیا مگر پہلا قول زیادہ مشہور ہے ابو عمر نے کہا ہے کہ دار قطنی نے لکھا ہے کہ بسر بن ارطاۃ صحابی تو ہیں مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ مستقیم نہیں رہے جب انھوں نے حضرت عبید اللہ کے صاحبزادوں کو قتل کیا تو انکی والدہ عائشہ بنت عبد المدان کو سخت صدمہ ہوا اور انھوں نے یہ چند اشعار کہے جن میں کا ایک شعر یہ ہے

ہا من احس بنی اللذین ہما ...... ہم ...... کالدرتین تشظی عنہما الصدف

یہ اشعار مشہور ہیں پھر انھیں جنون ہوگیا موسم حج میں لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر اس شعر کو پڑھتی تھیں اور اپنے منہ پر طمانچہ مارتی تھیں اس واقعہ کو ابن انباری اور مبرد اور طبری اور

ابن کلبی وغیرہ نے ذکر کیا ہے پھر بسر یہ گیا مدینہ کے بھی بہت سے لوگ بھاگ گئے جنمیں جابر بن عبد اللہ و ابو ایوب انصاری وغیرہ تھے وہاں بھی بسر نے بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور یمن میں بھی قبیلۂ ہمدان پر بھی تاخت کی اور ان کی بیبیوں کو لونڈی بنایا یہ سب سے پہلی مسلمان عورتیں تھیں جو اسلام میں لونڈی بنائی گئیں بسر نے مدینہ میں بہت سے گھر بھی گرا دیئے تھے یہ حادثہ کتب تواریخ میں مذکور ہے اس میں طول دینے کی حاجت نہیں بعض لوگوں کا قول ہے کہ بسر نے مدینہ میں بعہد خلافت حضرت معاویہ وفات پائی اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ بعہد عبد الملک بن مروان ملک شام میں وفات پائی آخر عمر میں سٹھیا گئے تھے (عقل زائل ہو گئی تھی) انکا تذکرہ تینوں نے کیا ہے ص ۲۴۹ اسد الغابہ جلد اول

ہمنے انکا حال اسوجہ سے لکھا ہے کہ اہلسنت کے یہاں یہ بھی صحابی ہیں اور انکے ایسے افعال تھے نہ اس خیال سے کہ ان سے نصرت امام حسینؑ کی امید تھی۔ مگر ان کے ایسے افعال تھے کہ خود اہلسنت کو بھی اقرار کرنا پڑا چنانچہ مترجم اسد الغابہ اسپر حاشیہ لکھتے ہیں "بسر کو اگر صحابی مان لیں تب بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم ان صحابہ کے فضائل کے معتقد ہیں جو تا دم مرگ شریعت پر مستقیم رہے ہوں اب انکا شریعت پر مستقیم رہنا خواہ ہمیں روایات سے معلوم ہوا ہو یا قرآن عظیم سے مثلاً قرآن مجید میں ان کی تعریف ہو یا خدا نے اپنی رضامندی جنکے ظاہر فرمائی ہو جیسے مہاجرین و انصار اور اصحاب بیعۃ الرضوان کیلئے ان صحابہ کا مستقیم رہنا ہمکو قرآن سے علم ہوا کیونکہ خدا عالم الغیب ہے اگر انکا انجام اچھا نہ ہوتا تو ہرگز انکی تعریف نہ فرماتا اور اپنی رضامندی نہ ظاہر کرتا باقی رہے وہ بعض صحابہ جو مبتلائے فتن ہوئے ان کے فضائل کے ہم معتقد نہیں ہیں مگر صرف بلحاظ اس ادب صحبت سرور انبیا صلعم انکا سب و شتم جائز نہیں سمجھتے "

اقول الحمد للہ معلوم ہمارے کن جانکاہیوں نے آپ سے یہ کلمہ کہلوایا جسکے بعد ہمارے آپکے کل اختلافات رفع ہو جاتے ہیں اگر صدق دل سے یہ کلمہ کہا ہو کیونکہ سنی شیعہ میں اختلافی امر یہی ہے کہ آیا کل صحابی مغفور ہیں یا نہیں اہلسنت اس کے قائل ہیں الصحابۃ کلھم عدول بایھم اقتدیتم اھتدیتم شیعہ اور اہل فہم اہلسنت بھی اس کے قائل ہیں کہ بنص قرآن ومنکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ صحابہ بھی ممدوح و مقدوح دونوں ہیں جو تا دم مرگ شریعت پر مستقیم رہے وہ ممدوح ہے

الحمد للہ کہ آپکو تسلیم اس کا اقرار کیا "ہم اُن صحابہ کے فضائل کے معتقد ہیں جو تا دم مرگ شریعت پر مستقیم رہے" جس سے معلوم ہوا کہ صحابہ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو شریعت پر مستقیم نہیں رہے تو وہ کلیہ غلط ہوا الصحابۃ

علیہم عدول یا بایہم اقتدیتم اہتدیتم

اور یہ تحقیقات جو آپ نے قرار دیا ہو آیات و روایات بالمراس واعین کل مسلمانوں کو منظور ہو مگر افسوس قرآن کی کوئی آیہ یہ نہیں کہتا کہ وہ کل مہاجرین و انصار سے راضی ہو بلکہ او شرائط بھی اونکے ساتھ ہیں

چنانچہ جو وآیہ رضوان میں ہو سورہ فتح میں ہو وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات منہم مغفرۃ واجرا عظیما یعنی اون لوگوں میں سے جنھوں نے ایمان قبول کیا اور عمل نیک کیا اون سے خدا نے مغفرت و اجر عظیم کا وعدہ کیا ہو منہم نے بتادیا کہ سب ایسے نہیں ہیں بلکہ بعض ہیں ہو آیہ لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ میں بھی قید ایمان موجود ہو جس سے معلوم ہوا کہ کل صحابہ یا کل مہاجرین و انصار مغفور نہیں ہیں بلکہ وہی جو مومن ہیں لہذا قرآن تو تمامتر آپکے خلاف ہو اوس سے تمامتر یہی معلوم ہوتا ہو کہ نہ کل صحابہ ممدوح ہیں نہ کل مغفور بلکہ منکم من یرید الدنیا ویمیز الخبیث من الطیب موجود ہو جس سے اکثر صحابہ کا طالب دنیا اور خبیث ہونا ظاہر ہو

رہی روایات تو تمامی صحاح ستہ میں لن یزالوا مرتدین منذ فارقتہم اور من اصحابی من لا یرانی موجود ہیں جس سے ثابت ہو کہ عموما تمامی صحابہ ممدوح نہیں ہیں لہذا بجز اس کے چارہ نہیں کہ عموم آیات کے ساتھ خصوص روایات ملا کر نتیجہ نکالا جائے جسکے لئے ضروری ہو کہ وہ روایات قبول ہوں جو متفق علیہ فریقین ہیں کہ سنی شیعہ کسیکو بھی اونکے قبول میں عذر نہ ہو پھر دیکھیے نتیجہ کسکے حسب خواہ نکلتا ہو۔

بہرحال آپکا یہ جواب زد سے گرنے کے قابل ہو باقی رہے وہ بعض بعض صحابہ جو مبتلائے فتن ہوئے اونکے فضائل کے ہم معتقد نہیں تھے جس سے بخوبی ظاہر ہوا کہ اگرچہ وہ بظاہر صحابی ہیں مگر بوجہ ابتلائے فتن آپ اونکے فضائل کے معتقد نہیں ہیں تو آپ غور فرمائیے خلفائے ثلاثہ سے بڑھ کر کون مبتلائے فتنہ ہوا کیونکہ زمانہ فتنہ تو وفات رسول کے بعد سے شروع ہوتا ہو پھر دیکھیے کون مبتلائے فتنہ ہوا۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں جن لوگوں نے بطمع دنیا جنازہ رسول میں شرکت نہ کی اون سے بڑھ کر کون مبتلائے فتنہ ہوا خدا فرماتا ہو احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لا یفتنون ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین کیا لوگوں نے یہ خیال کیا ہو کہ صرف یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لائے وہ فتنہ میں نہ ڈالے جائیں گے۔ حالانکہ پہلے لوگوں کو ہمنے فتنہ میں ڈالا ہو کہ خدا معلوم کرے و ظاہر کرے صادقوں کو اور کاذبوں کو رہا آپکا یہ جواب صرف بپاس ادب محبت سرور انبیا انکا سب و شتم جائز نہیں سمجھتے تو اس خیال سے عام مخلوقات خدا نے دنیا و قبل قرآن

ہیں کیونکہ وہ خدا کے پیدا کیئے ہوئے ہیں اور حضرت آدم وحوا کے نسل سے ہیں پھر اونکا سب و شتم بلکہ قتل کیوں واجب ہوا۔ آپ کے خلفا تو ایسے صحابی کے سب و شتم بلکہ قتل کو بھی واجب کہیں جو اُن کے مخالف رہے ہوں لیکن آپ دشمنان رسول و اہلبیت اطہار کے احترام کو ضرور قرار دیں ان خوشی عجاب

دوسرا حاشیہ پھر دیکھیں: "منافقوں کا ایک اور گروہ تھا جو اپنے کو شیعۂ علی کہتا تھا یہ انہیں باغیوں کا گروہ تھا جنہوں نے حضرت عثمان کو قتل کیا اور طرح طرح کے فتنے برپا کیئے انھیں کا قتل معاویہ کو منظور تھا نہ یہ ظلم و ستم جو بسر نے حضرت عبید اللہ کے معصوم بچوں پر کیئے جن کے سننے سے ہمارے دل آج کانپتے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اقول یہ تحقیقات سب سے نرالی ہے کہ منافق اپنے کو شیعۂ علی کہیں حالانکہ خود صحیح مسلم وغیرہ صحاح میں ہے انا کنا نعرف المنافقین ببغض علی ابن ابیطالب کہ بغض علی علامت نفاق تھی منافق کی شناخت اسی سے ہوتی تھی کہ وہ دشمن علی ہے پھر یہ کلام آپکا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے "منافقوں کا ایک گروہ تھا جو اپنے کو شیعۂ علی کہتا تھا" کیونکہ اگر صحیح مسلم کی حدیث صحیح ہے تو آپکا کلام غلط ہے اور اگر آپ سچے ہیں تو وہ غلط۔

خود مترجم صاحب تذکرہ اسود میں اس کے قبل لکھ چکے ہیں "یہ شیعیان علی سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت علی کا ساتھ دیا تھا اور ان کے ساتھ ہو کے انکے مخالفین سے لڑتے تھے جو تمام تر اہلسنت کے عقائد رکھتے تھے گو یہ لفظ یعنی شیعہ اب زیادہ تر مخالفین اہلسنت پر اطلاق پاتا ہے مگر زمانۂ قدیم میں اہلسنت ہی کیلئے یہ لفظ مستعمل ہوتا تھا اور باعتبار لغت کے یہ لفظ بالکل عام ہے جو شخص کسی کے گروہ میں ہو اسکو اس کا شیعہ کہتے ہیں اسی معنی کے لحاظ سے خود قرآن مجید میں حضرت ابراہیم کو نوح علیہ السلام کا شیعہ فرمایا ہے" صـ۱۱۱

کیوں صاحب وہاں بھی اسی بسر بن ارطاۃ کا ذکر تھا کہ معویہ نے قتل شیعیان علی کیلئے اسے بھیجا تھا پھر آپنے شیعہ کی یہ تعریف کی کہ وہ قدمائے اہلسنت تھے اور وہ ہمراہیان جناب امیر تھے یہاں آکر کیا ہو گیا جو شیعہ کا خطاب منافقوں کو عنایت کیا گیا ہاں اگر یہ مطلب ہو کہ وہی منافق قدمائے اہلسنت تھے تو یہ دوسری بات ہے مگر وہ تو کسی زمانہ میں بھی شیعہ نہیں کہے گئے کیونکہ شیعہ اور منافق میں تو وہی نسبت ہے جو روز اور شب میں ہوتی ہے کہ کبھی جمع نہیں ہو سکتی۔

بہر حال اڈیٹر صاحب کا یہ کہنا کہ معویہ کا مقصود یہ تھا کہ اون لوگوں کو قتل کریں جو شریک قتل عثمان ہوئے محض غلط ہے کیونکہ خود تاریخ کامل میں ہے صـ۱۵۳ جلد ۵

کہ بسر بن ارطاۃ جب داخل مدینہ ہوا تو منبر پر جاکر آواز دی۔ یا دینار۔ یا نجار۔ یا زریق یہ تین قبیلے تھے جن
اسکو ثبت قرابت تھا اوسکے بعد کہا ہمارا شیخ شیخ یعنی عثمان کہاں ہے اگر معاویہ نے اسکا عہد نہ لیا ہوتا تو ہم
مدینہ میں ایک جوان کو بھی زندہ نہ چھوڑتے جس سے معلوم ہوا کل مدینہ قاتلان عثمان سے تھے مگر
بسر نے اون سب کو چھوڑ دیا۔

(۲) واقعہ شہادت فرزندان عبید اللہ بن عباس تو تاریخ کامل میں اسطرح ہے۔

کہ بسر مدینہ سے جانب مکہ روانہ ہوا تو ابو موسیٰ اشعری اوسکے خوف سے بھاگ گئے اوسکے بعد جانب یمن
روانہ ہوا۔ عبید اللہ بن عباس وہاں کے عامل تھے وہ بھاگ کر جناب امیرؑ کے پاس آئے اور عبید اللہ بن
عبد المدان حارثی کو اپنا نائب کیا بسر نے جاکر اونہیں قتل کیا اور اون کے بیٹے کو گرفتار کر لیا اور دونوں
فرزندان عبید اللہ بن عباس کو جو کمسن تھے اونکا نام عبد الرحمن۔ قثم تھا اور وہ دونوں ایک شخص
کے پاس تھے جو قبیلہ کنانہ سے تھا اور صحرا میں رہا کرتا جب بسر نے اون لڑکوں کو گرفتار کیا اور چاہا
کہ قتل کریں تو اوس کنانی نے کہا انکو کیوں قتل کرتا ہے حالانکہ وہ دونوں بے قصور ہیں اور اگر تو انکو
قتل کرتا ہے تو مجھکو بھی قتل کر ڈال چنانچہ بسر نے اوسکو بھی قتل کیا اور دوسرے روایت میں ہے کہ پہلے وہ
لڑا پھر مارا گیا اور ان دونوں لڑکوں کو بھی اوس کے ساتھ دفن کر دیا فخرجت نسوۃ من بنی کنانۃ فقالت
امرءۃ منھن یا ھذا قتلت الرجال فعلام تقتل ھذین واللہ ما کانوا یقتلون فی الجاھلیۃ
ولا الاسلام واللہ یا ابن ابی ارطاۃ ان سلطانا لا یقوم الا بقتل الصبی الصغیر والشیخ الکبیر
ونزع الرحمۃ وعقوق الارحام لسلطان سوء وقتل بسر فی مسیرہ ذلک جماعۃ من شیعۃ
علیؑ بالیمن ص۱۵۳

یعنی بنی کنانہ کے عورتوں نے نکلکر غل مچایا کہ اے بسر ابی ارطاۃ تو نے مردوں کو قتل کیا پھر ان لڑکوں کو
کیوں قتل کرتا ہے حالانکہ بچے تو نہ جاہلیت میں قتل کیے جاتے تھے نہ اسلام میں جو سلطنت ایسی ہو کہ بغیر
قتل اطفال وشیخ کبیر نہ قائم ہو اور جب تک بیرحمی اور عقوق ارحام اون میں شامل نہ ہو تو وہ سلطنت
نہایت بد ہے اسی سفر میں بسر نے بہت سے شیعیان جناب امیرؑ کو قتل کیا جس سے معلوم ہوا کہ اونکا
جرم صرف اسیقدر تھا کہ وہ شیعہ جناب امیرؑ تھے نہ یہ کہ کوئی اونمیں قاتلان عثمان سے ہو بلکہ قاتلان عثمان
کو تو اوسنے دیدہ و دانستہ مدینہ میں چھوڑ دیا تھا

اس واقعہ قتل فرزندان عبید اللہ بن عباس کا اثر جناب امیر پر کیا ہوا اوسی تاریخ کامل میں ہے صفحہ ۱۵۳

فلما سمع امیر المومنین بقتلهم جزع جزعا شدیدا ودعا علی بسر فقال اللهم اسلبه دینه وعقله فاصابه ذلک وفقد عقله فکان یهذی بالسیف ویطلبه فیؤتی بسیف من خشب ویجعل بین یدیه زق منفوخ فلا یزال یضربه بعد لهی بذلک حتی مات ولما استقر الامر لمعاویه دخل علیه عبید الله بن عباس وعنده بسر فقال لبسر وددت ان الارض انبتتنی عندک حین قتلت ولدی فقال هاک سیفی فاهوی عبید الله لیتناوله فاخذه معاویه وقال لبسر اخزاک الله شیخا قد خرفت والله لو تمکن منه لبدا بی قال عبید الله اجل ثم ثنیت به

یعنی جناب امیرؑ نے جب اس واقعہ کو سنا تو بہت روئے اور بسر پر بد دعا کی کہ خدایا اسکے عقل و دین کو سلب کرلے چنانچہ یہ بددعا قبول ہوئی اور وہ دیوانہ ہوگیا کہ کہا کرتا تلوار لاؤ تو لوگ لکڑی کی تلوار دیدیا کرتے اور وہ مشک وغیرہ پر مارا کرتا جب معویہ کی حکومت قائم ہوئی تو ایک روز عبید اللہ بن عباس اوسکے پاس گئے اور بسر بھی وہاں بیٹھا تھا تو عبید اللہ بن عباس نے کہا ہم تو چاہتے تھے جسوقت تو نے ہمارے فرزندوں کو قتل کیا زمین ہمکو گھاس بناکر وہاں اوگا دیتی بسر نے کہا یہ میری تلوار حاضر ہے عبید اللہ نے چاہا کہ لیں معویہ نے روکا اور کہا خدا تجھکو رسوا کرے کہ شیخ خرف ہوگیا ہے اگر یہ تلوار ان کے ہاتھ میں پڑجاتی تو پہلے ہمکو قتل کرتے عبید اللہ نے کہا بیشک پہلے تجھکو قتل کرتے تب اس ملعون کو۔

افسوس کہ صاحب اسد الغابہ نے اس کو تو لکھا کہ بسر آخر میں مجنون ہوگیا تھا مگر اسکو نہ لکھا کہ یہ اثر بد دعائے جناب امیرؑ تھا نہ معلوم اس میں کیا مصلحت تھی۔

بہرحال بسر بن ارطاۃ بھی قریش سے تھا لوی بن غالب بن فہر کے اولاد سے استیعاب میں ہے کہ خلیفہ دوم نے اسکو بھی مع عمرو عاص کے مدد مصر میں روانہ کیا تھا گویا یہی اسکی ابتدائی تاریخ ہے بعد حدیث بھی رسول اللہ سے روایت کرتا ہے مصنف استیعاب لکھتے ہیں "یہ اسلام میں بہت سے امور عظیم کا مرتکب ہوا جس میں ایک یہ بھی ہے کہ عبید اللہ بن عباس کے دونوں فرزند صغیر کو اون کے ماں کے سامنے ذبح کیا دار قطنی کہتے ہیں بعد رسول اس میں استقامت نہیں رہی لما وجہ معاویہ بسر بن ارطاۃ لقتل شیعۃ علی رضی اللہ عنہ اس کو معاویہ نے اس غرض سے مکہ۔ مدینہ۔ یمن کے طرف روانہ کیا کہ وہاں جاکر شیعیان جناب امیرؑ کو قتل کرے۔

اغار بسر بن ارطاة علی ھمدان وقتل وسبی نساءھم فکن اول مسلمات سبین فی الاسلام وقتل
احیاء من بنی سعد یعنی بسر بن ارطاۃ نے قبیلہ ہمدان کو غارت کیا اور لوگونکو قتل کیا اور عورتوں کو قتل
کیا یہ پہلا واقعہ ہو کہ مسلمان عورتیں قیدی بنائی گئیں اسلام میں یہ پہلی عورتیں ہیں جو قید کی گئیں (معلوم
ہوتا ہو بنی حنیف کی عورتیں جو جنگ یمامہ میں قید ہوئیں زمانہ ابوبکر میں اونکو یہ لوگ مسلمان نہیں سمجھتے
تھے ورنہ پہلا قید تو اونہیں عورتوں کا ہوا تھا) اور چند قبیلوں کو بنی سعد سے قتل کیا حضرت ابوذر سے روایت
ہو کہ وہ دور وز سے پناہ مانگتے تھے ایک اوس روز سے کہ مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں دوسرا اوس دن
سے کہ مسلمان عورتیں قید کی جائیں اور جنکی ساقیں موٹی ہوں وہ خرید لی جائیں بعد قتل عثمان معاویہ نے بسر بن
ارطاۃ کو یمن کیطرف روانہ کیا تو مسلمان عورتیں قید کر کے لائی گئیں اور بازار میں اونکی قیمت لگائی گئی
بسر کو معاویہ نے جب روانہ کیا تو وہ شام سے مدینہ آیا وہاں ابو ایوب انصاری جناب امیرؑ کے عامل تھے
بھاگ کر خدمت جناب امیرؑ میں حاضر ہوئے اور بسر منبر رسول پر گیا اور کہا جا رہا وہ شیخ کہاں ہے جسکو کل ہم
چھوڑ گئے تھے مقصود اس سے عثمان تھے اوس کے بعد اہل مدینہ سے خطاب کر کے کہا اگر معاویہ سے ہم عہد
کر کے نہ آئے ہوتے تو اس مدینہ میں کسی مرد کو زندہ نہ چھوڑتے مگر سب کو قتل کر ڈالتے اسکے بعد حکم دیا کہ
سب مجھ سے بیعت کریں اوس کے بعد بنی سلمہ کو بلوا بھیجا اور کہا جب تک جابر بن عبداللہ انصاری کو حاضر
نہ کرو گے تمکو امان نہ ملیگی حضرت جابر ام سلمہ زوجہ نبی کے خدمت میں حاضر ہوئے اور حالات بیان کیے اور کہا
یا تو بیعت ضلالت اختیار کریں یا قتل کیے جائیں حضرت ام سلمہ نے کہا جا کر بیعت کر لو تب جابر بسر کے
پاس آئے اور بیعت کی اس کے بعد بسر نے بہت سے مکانات مدینہ گروا دیے وہاں سے مکہ کا قصد کیا
ابو موسیٰ اشعری وہاں حاکم تھا یہ خبر سنکر وہ بھاگ گیا تو بسر نے کہا وہ ناحق بھاگا ہم اوس کو
قتل نہ کرتے کیونکہ اوس نے تو جناب امیرؑ کو خلافت سے خلع کیا تھا اس کے بعد یمن گیا اور وہاں
نائب عبیداللہ بن عباس عبداللہ بن عبدالمدان حارثی کو اور اوس کے بھتیجے کو قتل کیا اور حضرت عبیداللہ
کے دونوں کمسن فرزندوں کو ذبح کیا تب جا کر شام لوٹ آیا
بسر کو معاویہ نے حکم دیا کہ جا کر جناب امیرؑ سے مقابلہ کرے کیونکہ اگر حضرت کو قتل کریگا تو پھر دنیا و آخرت
دونوں کا کام بن جائیگا آخر وہ مقابلہ کیلئے نکلا اور جناب امیرؑ نے اوسکو زمین پر گرا دیا تو اس کو ساتھ بھی
وہی پیش آیا جو عمرو بن العاص کے ساتھ پیش آیا تھا جس پر یہ اشعار اوسی زمانہ میں تصنیف ہوئے۔

وفی کل یوم فارس لیس ینتھی

ہر روز نیا سوار آتا ہے جس کی انتہا نہیں ہوتی

یکف لھا عنہ علی سنانہ

باز رکھتے ہیں سبب اسکے جہت کو علی اپنے نیزہ کی

بدت امس من عمرو فقنع راسہ

کہ عمرو عاص کی شرمگاہ کھلی کہ حضرت نے منھ چھپا لیا

فقولا لعمرو وابن ارطاۃ انظرا

پس کہو عمرو عاص اور بسر بن ارطاۃ سے کہ دیکھو

ولا تحمدا الا الحیا وخصا کما

اور نہ شکر کرو مگر اپنی شرمگاہ اور خصیوں کا

فلولاھما لم ینجوا من سنانہ

پس اگر وہ دونوں نہ ہوتے تو ہرگز حضرت کے نیزہ سے نہ بچتے

متی تلقیا الخیل المغیرۃ صبحۃ

جب کسی لشکر غارت دار کو دیکھو

وکونا بعیدا حیث لا یلتقی القنا

اور دور کھڑے ہو کر نیزہ نہ پہونچ سکے

وعورتہ وسط العجاجۃ بادیہ

حالانکہ شرمگاہ اوس کی سر راہ کھلنے والی ہے

ویضحک منھا فی الخلاء معاویہ

اور ہنستا ہے اوس پر تنہائی میں معاویہ

وعورۃ بسر مثلھا حذو حاذیہ

اوسی طرح بسر کی شرمگاہ کھلی برابر برابر

سبیلکما لا تلقیا اللیث ثانیہ

اپنی راہ لیں پھر شیر سے دوبارہ سامنا نہ ہو

ھما کانتا واللہ للنفس واقیہ

کہ یہی دونوں بخدا جان کے بچانے والے ہیں

وتلک بما فیھا عن العود ناھیہ

اور یہ بات بسبب اوس کے کہ دوبارہ مقابلہ سے منع ہے

وفیھا علی فارس الخیل ناخیہ

کہ اوس میں علی ہیں تو لشکر سے نکل بھاگو

نخوکما ان التجارب کافیہ

تم دونوں کے گلے تک کہ تجربہ کافی ہو چکا ہے

واضح رہے کہ یہ طریقہ کشف عورتین کا جو عمرو عاص نے اور بسر بن ارطاۃ نے کہ دونوں مشہور صحابی ہیں اختیار کیا۔ اس میں ان دونوں نے شاگردی کی ہے طلحہ کافر کی کیونکہ جنگ احد میں جو سنہ ۳ ہجری میں روبرو حضرت رسول کے ہوئی جناب امیر نے علمدار لشکر کفار پر کہ نام اوسکا طلحہ بن ابی طلحہ تھا حملہ کیا تو اوس کی عورتین بھی کھل گئی یعنی بے ستر ہو گیا تو جناب امیر نے اوسکو چھوڑ دیا جیسا کہ شیخ عبد الحق دہلوی فرماتے ہیں بعد ازاں طلحہ بن ابی طلحہ کہ صاحب لوا قریش بود برآمد و فریاد کرد و مبارز خواست شیر بیشہ ہیجا و ہزبر میدان وغا علی مرتضے در میدان رفت و مبارزت نمود و تیغے بر سر وے زد کہ تا منخوش شگافتہ شد و بصف خویش باز آمد یاران گفتند کہ چرا کار طلحہ تمام نکردی جواب داد کہ چون وے بنشاد عورتش

ظاہر شد و مرا سوگند داد کہ از وے درگذرم شرم داشتم کہ دیگر تعرض با وے کنم و دانستم کہ عنقریب ہلاک خواہد شد

مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۳۶ تاریخ کامل علامہ ابن اثیر جلد دوم صفحہ ۱۵۵ پس یہ حرکت عمرو عاص اور بسر بن ارطاۃ کی بانقداوسی کافر کی تھی مگر فرق یہ ہے کہ اوس سے بے اختیاری میں یہ فعل سرزد ہوا اور ان دونوں نے قصداً۔

اس کے بعد لکھتے ہیں قال ابوعمر انما کان انصراف علی رضی اللہ تعالی عنہما عن امثالہما من مصرعہم او منہزمہم لانہ کان یرے فی قتال الباغین علیہ من المسلمین ان لایتبع مدبر ولا یجہز علی جریح ولا یقتل اسیر وتلک کانت سیرتہ فی حروبہ فی الاسلام ایضا وعلی ساریۃ من علی رضی اللہ عنہ فی ذلک مذہب فقہاء الامصار بالحجاز والعراق الا ان ابا حنیفۃ قال ان انہزم الباغی الی فئۃ من المسلمین اتبع وان انہزم الی غیر فئۃ لم یتبع ص ۴۷

یعنی جناب امیر نے جو ان دونوں کے کشف عورت پر منہ پھیر لیا تو اس وجہ سے کہ حضرت کا عمل باغیوں کے بارے میں یہ تھا کہ نہ بھاگنے والوں کا تعاقب کیا جائے اور نہ زخمی پر حملہ کیا جائے اور نہ قیدی قتل کیا جائے حضرت کے جتنے حروب ہیں اسلام میں سب میں انکی یہی سیرت رہی ہے اور یہی مذہب علماء امصار کا ہے حجاز و عراق میں مگر ابوحنیفہ کہتے ہیں باغی اگر بھاگ کر فئہ مسلمین میں جائے تو اوسکا تعاقب کیا جائے اور اگر کسی گروہ میں نہ جائے تو اوسکا تعاقب نہ کیا جائے

اصابہ ابن حجر عسقلانی میں ہے صفحہ ۱۹۰ جلد اول

وکان من شیعۃ معاویۃ وجہہ الی الیمن والحجاز فی اول سنۃ اربعین وامرہ ان ینظر من کان فی طاعۃ علی فیوقع بہم ففعل ذلک یعنی معاویہ نے اوسکو اوائل سنہ ۴۰ھ میں حجاز و یمن کے طرف اس غرض سے بھیجا تھا کہ وہاں جاکر دیکھے جو شخص اطاعت جناب امیر میں ہو اوس کو قتل کرے اس کی موت بقولے سنہ ۸۶ھ میں ہے

اب کہاں ہیں مولوی عبدالشکور مترجم اسد الغابہ جو اس عبارت کو دیکھیں اور پھر اپنی تحریف پر نظر کریں کہ آیا معاویہ نے قاتلان عثمان کے قتل کو بھیجا تھا یا صرف اون لوگوں کے قتل کو جو اطاعت جناب امیر میں تھے کیونکہ اگر قتل قاتلان عثمان منظور تھا تو حضرت جابر کے ساتھ کیوں وہ سلوک کیا گیا کیا وہ بھی قاتلان عثمان سے تھے۔ بہرحال حضرات اہلسنت کو ایسے ایسے صحابہ پر جو ناز

نازہو سکتا ہو کریں کہ ظلم میں سب سے آگے اور جب شر سے مقابلہ ہوجائے تو..... ٹھٹھکر مرجائیں
نصائح کافیہ میں ہے کہ معویہ نے قصہ تحکیمین کے بعد ہی جناب امیر کے زندگی میں بسر بن ارطاۃ کو
ایک لشکر کے ساتھ غارت گری کیلئے بھیجا اور ضحاک بن قیس فہری کو دوسرے لشکر کا سردار بناکر روانہ
کیا اور قبیلہ غامد سے ایک شخص کو تیسرے لشکر کا سردار بنایا وامرہم ان یسیروا فی البلاد فیقتلوا
کل من وجدوہ من شیعۃ علی بن ابیطالب واصحابہ حکم دیا کہ تمام شہروں میں جائیں اور
جہاں جہاں شیعہ علی بن ابیطالب علیہ السلام پائیں ان سب کو قتل کریں اور جو طرز عمل انکا
ہو سب میں فساد کریں اور حضرت کے اصحاب کو قتل کریں ولا یتقوا باید یھم من النساء والصبیان
نہ عورتوں کو چھوڑیں نہ بچوں کو بسر بن ارطاۃ یہاں سے روانہ ہوکر مدینہ پہنچا اور بہت سے اصحاب
جناب امیر کو قتل کیا دھدم بھا دورا اور بہت سے لوگوں کے مکانوں کو گرادیا اور وہاں سے مکہ کے
طرف گیا اور خاندان آل مہلب سے لوگوں کو قتل کیا پھر سراۃ گیا وہاں بھی جس جس کو اصحاب جناب
امیر سے پایا قتل کیا پھر نجران آیا اور عبداللہ بن عبد المدان حارثی اور اوسکے بیٹے کو قتل کیا
جو اصہار ابن عباس سے تھے اور جناب امیر کے طرف سے عامل تھے پھر یمن آیا وہاں عبیداللہ بن
عباس عامل جناب امیر تھے اونکو نہ پایا ووجد ابنین لہ صبیین فاخذھما بسر لعنہ اللہ
وذبحھما بیدہ بمدیۃ کانت معہ اونکے دو کمسن بچے مل گئے اونکو بسر نے پکڑ کر اپنے ہاتھ سے
چھری سے ذبح کیا اسکے بعد معاویہ کیطرف لوٹ گیا۔

معاویہ کے اور لشکروں نے بھی اسی قسم کی کارروائی کی چنانچہ غامدی نے انبار کے
طرف رخ کیا اور وہاں ابن حسان بکری کو قتل کیا وقتل رجالا کثیرین ونساء من الشیعۃ ص۳۱
یعنی بہت سے مردوں کو اور عورتوں کو قوم شیعہ سے قتل کیا۔ کیا اسکے بعد بھی کوئی کہ سکتا ہے
کہ یہ غارت گری اور یہ سب خونریزی اس غرض سے ہوئی کہ خون عثمان کا قصاص لیا جائے
کیا عورتیں اور بچے بھی اوس میں شریک تھے جنکو اہلسنت کے مقدس صحابیوں نے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔
یہی تو باعث ہے کہ جب تک دنیا میں صحابہ پرستی ہوگی اونکے حامی وطرفدار رہینگے
دنیا میں کبھی امن نہوگا۔

بسر بن راعی العیر کا سنہ وفات نہیں لکھا ہے مگر یہ بائیں ہاتھ سے کھاتے تھے حضرت نے فرمایا

داہنے ہاتھ سے کھا اونے کہا اوس ہاتھ سے نہیں کھا سکتے تو حضرت نے ناخوش ہوکر اوس سے کہا اب نہ کھا سکیگا چنانچہ پھر اوسکا ہاتھ اوسکے منھ تک نہ اوٹھتا تھا ص۲۵ اسد الغابہ۔

ایسے ہی صحابہ پر اہلسنت کو ناز ہے کہ وہ رسول کے فرمانبردار اور مطیع تھے حالانکہ کیسے کیسے سرکش انہیں ہیں اس روایت کو صحیح مسلم میں لکھا ہے مگر نام غائب کردیا اور دوسری روایت میں یہ اضافہ کیا کہ بسبب کبر سنی کے اوسنے کہا جسکے مطلب یہ ہوے کہ رسول نے ناحق بد دعا دی قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ وہ منافق تھا مگر امام نووی اوسکو رد کرتے ہیں اوسکو صحابہ میں لکھا ہے مگر ابن حجر اسکو بھی رد کرتے ہیں اصابہ ص۳۰ ج اول۔

بشر بن حنظلہ جعفی کا بیان ہے کہ ہم وائل بن حجر حضرمی کے ساتھ جا رہے تھے کہ اونکو دشمنوں نے آکے گھیرا اور پوچھا کہ ان میں وائل ہے کہا نہیں اونھوں نے سمجھکر کہا یہ وائل ہیں تو ہم لوگوں نے قسم کھائی یہ ہمارے بھائی ہیں ہمارے ماں باپ کے بیٹے ہیں ص۲۵۵

کیا اب بھی کوئی سنی تقیہ پر اعتراض کریگا جبکہ اون کے صحابہ کا اسپر عمل تھا اور حضرت نے اون کی تائید فرمائی۔

بشر بن عاصم بن سفیان ثقفی یہ حضرت عمر کے طرف سے قبیلہ ہوازن کے صدقات وصول کرنے پر مامور تھے عمر نے جب انکو مقرر کیا تو یہ نہ گئے عمر نے کہا تم جانتے ہو میرے بات کا ماننا اور سننا تمپر فرض ہے کیوں نہیں گئے اونھوں نے کہا یہ تو ہمکو معلوم ہے مگر میں نے رسولخدا سے سنا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے کسی کام پر مامور کیا جائیگا وہ قیامت کے دن جہنم کے پل پر لاکر کھڑا کیا جائے گا اگر اچھا کام کیا ہے تو نجات پائیگا اور اگر برا کام کیا ہے تو وہ پل پھٹ جائیگا اور وہ جہنم میں بقدر ستر برس کی مسافت کے گہرائی کے گر جائیگا عمر وہانسے بہت غمگین اور محزون اوٹھے راہ میں حضرت ابوذر سے ملاقات ہوئی تو عمر نے اس حدیث کو بیان کیا اونھوں نے کہا ہمنے بھی رسولخدا سے یہ حدیث سنی ہے اونھوں نے زہری کے بعد وفات پائی اور زہری نے ۱۲۴ھ میں وفات پائی ص۲۵۶ اسد الغابہ۔

افسوس کہ ایسا صحابی ۱۲۴ھ تک زندہ رہے اور امام حسین کی مدد نہ کرے اونھوں نے جو اس حدیث کو بیان کیا تو غالباً عمر کے تنبیہ کیلیے مگر وہاں نشہ حکومت چڑھا ہوا تھا اسکی کب شنوائی تھی

اصابہ میں ہے صفحہ ۱۷۵ ج ۱

ولکن سمعت رسول اللہ صلعم یقول من ولی من امر المسلمین شیئا اتی به یوم القیمة حتی یوقف علی جسر جہنم الحدیث اس سے معلوم ہوا کہ جزوی امر کا بھی متولی ہونا قیامت کے دن اوسکو لاکر جہنم کے پل پر کھڑا کریگا مگر افسوس شیخین نے اس حدیث رسول کی مطلق پرواہ کی اور بلا حکم خدا اور رسول خلیفہ بن بیٹھے فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

بشر غنوی انھوں نے مسلمہ بن عبد الملک سے بیان کیا کہ حضرت نے فرمایا تم لوگ قسطنطنیہ کو فتح کرلوگے اوس وقت مسلمانوں کا سردار بہت عمدہ شخص ہوگا اور وہ لشکر بھی بہت عمدہ لشکر ہوگا تب اُس نے قسطنطنیہ کا جہاد کیا صفحہ ۱۷۶

اس روایت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ محض خوشامد مسلمہ بن عبد الملک کی یہ حدیث وضع کی گئی ہے ورنہ کون کرسکتا ہے کہ حضرت ایسی حدیث فرمائیں جبکہ مروان کے آخری نسب تک حضرت لعنت کرچکے ہیں جیسا کہ تاریخ خمیس میں ہے

استاذن الحکم بن ابی العاص علی رسول اللہ صلعم فقال ائذنوا له لعنه اللہ ومن خرج من صلبه الا المومنین وقلیل ما هم یشرفون فی الدنیا ویضعون فی الآخرة صفحہ ۲۸۲ ج ۱

یعنی حکم بن ابی العاص نے حضرت کے خدمت میں حاضر ہونا چاہا تو آپنے فرمایا اوسکو اجازت دو خدا اوسپر لعنت کرے اور جو اوسکے صلب سے پیدا ہو بہ استثنائے مومنین جو بہت کم ہیں دنیا میں عزت پائینگے اور آخرت میں ذلیل ہونگے۔

بشر بن مخنف کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ نماز میں شریک ہوتے تھے تو حضرت بعد نماز کے مقتدیوں کی طرف منھ پھیر لیا کرتے تھے مگر ابو نعیم کہتے ہیں نہ صحابی ہے نہ اس نے حضرت کو دیکھا ہے صفحہ ۲۲۰۔

پھر بتایئے جو شخص ایسا جھوٹا ہو تو وہ کب مستحق کسی عزت کا ہے۔

بشر بن عقربہ جہنی اصابہ میں ہے کہ انہے ۸۵ھ کے بعد وفات پائی صفحہ ۱۵۹ مگر نصرت امام حسین سے یہ بھی دست کش رہا عبد الملک کے سامنے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت نے فرمایا ہے جو شخص بغرض ریا وسمعہ خطبہ کہے تو خدا اوسکو داخل جہنم کریگا۔

بشیر بن حارث انصاری کا بیان ہے کہ حضرت نے فرمایا جب تم قرآن کی کسی حرف میں اختلاف کرو کہ یا بے یا تے تو اوسکو یے کے ساتھ لکھو صفحہ ۲۶۵ اسد الغابہ

کیا اچھی تعلیم ہے اور کیا خوب قرآن کی تعظیم ہو اسپر اہلسنت کو قرآن دانی کا دعوی ہے خدا رحم کرے

بشیر بن خصاصیہ بصرہ کے رہنے والے ہیں حضرت نے انسے شہادتین حج زکوۃ جہاد کی بیعت کی تو کہا ہمارے پاس دس اونٹ کل ہیں پھر زکوۃ کیونکر دیں جہاد کے بارے میں سنا ہے کہ جو بھاگ جاتا ہے خدا اوسپر عذاب کرتا ہے لہذا ہمکو خوف ہے کہ موت کے خوف سے بھاگ جاؤں تو حضرت نے انکے ہاتھ کو زور سے حرکت دی اور فرمایا نہ صدقہ دوگے نہ جہاد کروگے پھر داخل جنت کیونکر ہوگے صفحہ ۲۶۶

بشیر بن ابی زید نام انکا ثابت بن زید ہے ابو زید اون چھ آدمیوں میں تھے جنھوں نے رسول اللہ کے عہد میں قرآن جمع کیا تھا جنگ حرہ میں مارے گئے مگر افسوس کہ انکو بھی شریک جمع قرآن نہیں کیا نہ اور لوگونکو جو جامع قرآن تھے نصرت امام حسین سے یہ بھی دشمن رہے صفحہ ۲۶۷

بشیر بن سعد بن ثعلبہ بعض لوگونکا بیان ہے کہ سقیفہ میں حضرت ابو بکر صدیق سے انصار میں سب سے پہلے انہیں نے بیعت کی صفحہ ۱۶۵

بشیر عدوی ان کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس سے انسے کہا فلاں فلاں حدیث پھر پڑھو جب وہ پڑھ چکے تو ابن عباس نے فرمایا ہم رسولخدا سے حدیثیں روایت کرتے تھے جب آپ پر جھوٹ نہ جوڑا جاتا تھا مگر جب لوگوں نے ہر قسم کی حدیثیں بنانا شروع کیں تو ہم نے حدیث بیان کرنا چھوڑ دیا صفحہ ۲۷۵ اسد الغابہ۔

اب تو صحابہ کرام کے دروغ گوئی اور افترا بر رسول میں کسی کو شبہہ نہ ہوگا کہ خود حضرت ابن عباس کا بیان ہے

بشیر بن ربیعہ جہمی سعد بن ابی وقاص نے مال خراج تقسیم کیا تو اوس میں سے کچھ بچ رہا عمر کو لکھا کیا کریں تو اونھوں نے لکھا حاملان قرآن پر تقسیم کرو عمرو بن معدیکرب اوس میں سے حصہ لینے آیا تو سعد نے پوچھا قرآن کس قدر یاد ہے اوسنے کہا ہم تو جہاد میں مشغول تھے لہذا قرآن کچھ نہ یاد کیا تب بشر خثعمی آیا اوس سے پوچھا گیا تو کہا بسم اللہ الرحمن الرحیم اسکو بھی کچھ نہ دیا اور عمر کو لکھا گیا وہاں سے حکم آیا کہ بسبب تلاوت بسم اللہ الرحمن الرحیم دو دو ہزار ان دونوں کو دے دو۔

دوسرے سال پھر اسی طرح کچھ مال بچا تو عمر کو لکھا گیا کہ پہلے تو سات قاری قرآن تھے اور اب ستر
ہو گئے۔ عمر نے لکھا دو روپیہ ان لوگوں کو دو جو جہاد میں زیادہ محنت کرتے ہیں صـ ۱۷۱ اصابہ

اس روایت سے جہاں قدر و عافیت صحابہ کی معلوم ہوئی کہ بجز بسم اللہ انکو کچھ بھی یاد نہ تھا اور
اسپر مقدس صحابی رسول کہے جاتے ہیں وہاں مال کی قدر و منزلت بھی معلوم ہوئی کہ اس سال سات کو
تو انعام پانے پر وہ ستر ہو گئے پھر عمر صاحب کی محبت قرآن کو دیکھیے کہ جب تعداد انکی بڑھ گئی تو انعام
موقوف کر دیا گیا کیا اسپر بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایسے صحابہ کی روایت یا بیان کوئی وقعت رکھتی ہے
اور عمر صاحب کو کس درجہ قرآن سے محبت تھی۔

اللہ اللہ کیا یہ صحابی نماز بھی نہ پڑھتے تھے جو کسی کو سورۃ الحمد اور قل ہو اللہ احد یاد ہوتا جو صرف
ایک آیہ بسم اللہ الرحمن الرحیم لا کر سنایا۔

کیا ہزاروں صحابہ میں جو مصروف جنگ و پیکار تھے یہی سات صحابی تھے جو مستحق انعام قرار پائے
کیونکہ اس کی تو شرط نہ تھی کہ پورا قرآن یاد ہو ایک سورہ پر بھی انعام کے مستحق ہو سکتے تھے مگر افسوس کہ سات
ہی آدمی ایسے نکلے جو اتنے بڑے جم غفیر میں قرآن کے پڑھنے والے تھے اسکے ساتھ انہیں صحابہ کے اجماع
و تواتر سے قرآن کی ترتیب ہوئی۔

بشر بن معاذ اسدی یہ دس برس کے تھے کہ خدمت رسول میں حاضر ہوئے حضرت کو دیکھا کہ جبرئیل
جبرئیل کے طرف نظر کرتے ہیں جو مثل ظل ابر تھے وہ حرکت کرتا تو آپ رکوع کرتے ایک سو ساٹھ برس
کے سن میں وفات پائی اصابہ صـ ۱۶۰

مگر حضرت امام حسین سے دستکش رہے۔

بشیر بن ابی زید انصاری یہ بھی صحابی ہیں جنکے باپ نے عہد رسول میں قرآن جمع کیا
جنگ حرہ میں ۶۳ھ میں قتل کیا گیا اصابہ صـ ۱۶۳

مگر حضرت امام حسین سے محروم رہے۔

بشیر بن نعمان یہ بھی جنگ حرہ میں مارے گئے اصابہ صـ ۱۶۵ مگر شریک معرکہ کربلا نہ ہوئے۔

تمیم بن جراشہ ثقفی یہ ان لوگوں سے ہیں جو وفد بنکر حضرت کے خدمت میں حاضر ہوئے
حضرت سے ایک تحریر چاہی جس میں چند باتوں کی اجازت ہو حضرت نے کہا لکھوا لا وہ جناب امیر

لکھوانے لگے جس میں سود اور زنا کی اجازت مانگی حضرت نے انکار کر دیا تب وہ خالد بن سعید بن عاص (صحابی) کے پاس لکھوانے کیلئے گئے جناب امیر نے فرمایا ہر کہ دیکھو یہ لوگ ان چیزونکو لکھوانا چاہتے ہیں خالد نے کہا ہمکو کیا جو یہ کہینگے وہ ہم لکھدینگے جب حضرت کے پاس یہ تحریر پیش ہوئی تو آپنے ربا اور زنا کے متعلق آیتیں پڑھ کر کٹوا دیا صفحہ ۲۲ ج ۲ اسد الغابہ۔

اس سے جہاں ان زمانہ مسلمانونکا حال معلوم ہوا وہاں قدیم صحابیونکا بھی حال معلوم ہوا کہ بنی ثقیف کا وفد جو بے تامل لکھدیا اور یہ نہ سمجھے کہ ان جاہلونکو پہلے ہی سمجھا دینا چاہیے کہ حضرت کو دوبارہ زحمت کرنی پڑے

تبیع حمیری سنہ ۱۰۱ میں ان کی وفات ہے مگر نصرت امام نہ کی۔ اصابہ صفحہ ۱۹۵ ج ۱

تمیم بن جبلہ بن معقل ایک سو بیس برس تک زندہ رہے مگر نصرت امام نہ کی۔ صفحہ ۱۹۵ اصابہ۔

ثور بن تلدہ یہ وہی شخص ہے جسنے معویہ سے کہا تھا امیہ بن عبد الشمس اعمیٰ فکان یقودہ عبدہ ذکوان فقال معویۃ انما ھو ابنہ قال ھذا شیئ قلتموہ انتم صفحہ ۱۱ اصابہ یعنی معاویہ نے پوچھا تمنے ہمارے اجداد سے کسیکو دیکھا ہے کہا امیہ بن عبد شمس کو جو اندھا ہو گیا تھا اور غلام اوسکا ذکوان لیے پھرتا تھا تو معاویہ نے کہا وہ اوسکا بیٹا تھا ثور نے کہا یہ قول تملوگوں کا ہے جو کہتے ہو سنہ ۱۲۰ میں مرا مگر نصرت امام نہ کیا۔ اس روایت سے حال دیانت معاویہ بھی معلوم ہوا کیونکہ خود صحابہ اسکو کاذب کہتے ہیں۔

تمیم بن زید بن عبد اللہ بن زید انصاری کی روایت ہے کہ میں نے رسول خدا کو دیکھا کہ آپنے وضو فرمایا ہے اور آپنے دونوں پیروں پر پانی پھیر لیا صفحہ ۲۱۴ اسد الغابہ جلد ۲

اس پر اڈیٹر النجم حاشیہ دیتے ہیں "اصل لفظ عربی کا یہ ہے مسح الماء علی رجلیہ ہمارے زمانہ کے بعض دھوکہ دینے والے لوگوں نے اپنے رسالہ الوضو میں اس قسم کے الفاظ بعض حدیثوں سے نقل کر کے یہ ظاہر کیا ہے کہ اہلسنت کی یہاں بھی وضو میں پیروں کا مسح آیا ہے"

رسالہ وضو جناب مستطاب والد علام فخر الحکما دام ظلہ کے تصنیفات سے ہے جس میں بہت سی روایتوں نے ثابت کیا گیا ہے کہ طریقہ رسول وضو میں یہی تھا جو حکم قرآن ہے کہ پیر پر مسح کرو مگر خلیفہ دوم نے اسکی ایجاد کی کہ بجائے مسح غسل کیا کرو پھر اون روایات بخاری کی بھی تنقید کی گئی جس سے وہ غسل قدمین کا حکم نکالتے ہیں اس رسالہ نے تمامی اہلسنت میں تہلکہ ڈالدیا اور بنا بر اسکے اہلحدیث مسح رجلین پر عمل

کرنے لگے۔

۴۲ ذیل النجم سے چونکہ جواب اوسکا ممکن نہ تھا اسلئے یہاں اس قدر لکھدیا ملاحظہ ہو رسالہ روضو صفحہ ۹ جس میں بتصریح ابن حجر عسقلانی اس روایت کے راوی امام بخاری۔ احمد بن حنبل۔ ابن ابی شیبہ ابن ابی عمر۔ بغوی۔ طبرانی۔ باوردی سب ہی ہیں جسکے آخر میں لکھا ہے جالۃ ثقات کل رواۃ اسکے معتمد ہیں بلکہ ابو عمر نے جو ضعیف کہا تو اوسکو رد بھی کیا۔

ثابت بن ضحاک جنگ حدیبیہ میں شریک تھے وفات انکی بقول بعض فتنۃ الزبیر میں ہوئی ۴۶ھ۔ مگر معرکہ کربلا سے محروم ہی رہے۔

ثابت بن قیس صحابی ہیں جو جنگ یمامہ میں مارے گئے اونکے بدن پر نہایت قیمتی زرہ تھی ہو دوسرے صحابی کا جو گذر ہوا تو اوس مردہ جسم سے وہ زرہ اوتار لی ثابت نے خواب دکھایا کہ فلاں شخص نے ہماری زرہ اوتار لی زرہ کے اوپر اوسنے ایک دیگ بند کر دی ہے اور دیگ پر کجاوہ رکھدیا ہے خلیفہ سے کہکر اس زرہ کو لینا میرے پر اس قدر قرض ہے اور فلاں فلاں غلام میرا آزاد ہے ابو بکر نے اس وصیت کو قبول کیا ص ۱۹۴

یہ خواب تھا اور صرف ایک شخص نے دیکھا تھا اوسکی تو تصدیق کر لی گئی بجبہ مصنف لکھتے ہیں نہیں معلوم انکے سوا اور کسی کی وصیت بعد موت جائز رکھی گئی"، مگر رسول اللہ کو نہ وصیت نامہ لکھنے دیا نہ دعویٰ جناب سیدہ کو مانا جبکہ جناب امیر اور ام ایمن نے گواہی بھی دی تھی۔

دوسرا فائدہ اس روایت کا یہ بھی ہے کہ وہ بھی مقدس صحابی تھے جنھوں نے اسطرح زرہ چورایا اور اس ترکیب سے چھپایا تو محض صحابی ہونے سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے جب تک ایمان نہ ہو۔

ثابت بن مخلد یہی صحابی تھے جو جنگ حرہ میں مارے گئے مگر کربلا میں نہ شریک ہوئے ص ۱۹۴

ثعلبہ بن حاطب حضرت کے دعا سے بڑے مالدار ہوگئے تھے مگر جب صدقہ دینے کا حکم ہوا تو انھوں نے انکار کیا اور حضرت نے انپر بد دعا کی ص ۱۹۸

جابر بن سمرہ سعد بن ابی وقاص کے بہن کے بیٹے ہیں کوفہ میں رہتے تھے وہیں گھر بنایا انھوں نے رسول اللہ سے بہت سی حدیثیں نقل کی ہیں ۷۶ھ میں بعہد مختار وفات کی ۹ھ مگر کوفہ سے نکلکر جناب امام حسین کے نصرت کو نہ گئے۔

جابر بن عبد اللہ انصاری رسول کے ساتھ ۱۸ غزوہ میں شریک ہوئے صفین میں جناب امیر کے
ساتھ تھے آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے ۷۸ھ میں وفات پائی جبکہ انکی عمر ۹۴ سال کی تھی ص۳۴
اخطب ملیح النعم نے اپر بھی اعتراض کیا ہے کہ شریک معرکہ کربلا نہیں ہوئے مگر شاید یہی سبب ہو کہ وہ آخر میں
نابینا ہو چکے تھے ورنہ وہ بزرگ بڑے صحابی تھے زیارت اربعین سب سے پہلے انہیں نے پڑھی ہے
جب مدینہ سے اسی غرض سے کربلا آئے تھے ان کے فضائل و مناقب سے کتب رجال فریقین
مملو ہے جناب امام محمد باقر ع تک آپ زندہ رہے اور رسول اللہ کا سلام حضرت کو پہونچایا اصابہ
میں ہے کہ انکا بھی ایک حلقہ درس تھا مسجد رسول میں۔

جابر بن عتیک ۹۱ برس کے سن میں وفات پائی ۶۱ھ ص۲۱۳
واقعہ کربلا کے ایک برس بعد مگر شریک جہاد نہ ہوئے۔

جابر بن سمرہ انکا بیان ہے کہ دو ہزار مرتبہ سے زیادہ انھوں نے حضرت کیساتھ نماز پڑھی کوفہ میں
رہتے تھے مگر امام حسین کی نصرت نہ کی ۷۴ھ میں وفات ہو ص۲۲۱ ج ۱

جاجل ابو مسلم الصدفی اس حدیث کے راوی ہیں ان احصاہم بھذا القرآن من امتی
منافقوھم ص۲۲۵ اصابہ جلد اول۔
یعنی اس قرآن کے حافظ ہمارے امت میں سب سے زیادہ وہ لوگ ہیں جو منافق ہیں۔
اہلسنت کو مبارکباد کیونکہ کثرت حافظ پر وہی فخر کرتے ہیں۔

جد بن قیس منافق تھا جو بیعت الرضوان سے دست کش رہا حسب بیان حضرت ابن عباس
و منھم من یقول ائذن لی ولا تفتنی انکے بارے میں نازل ہوا ص۲۳۹ اصابہ

جرجد بن خویلد اصحاب صفہ سے تھے گھر بھی مدینہ میں تھا آخر خلافت یزید میں انکی وفات ہوئی
ص۲۴۲ اصابہ مگر نصرت امام حسین سے یہ بھی دستکش رہے۔

جعد بن قیس مرادی سو برس کا ہو کر مرا ص۲۴۶ اصابہ
مگر نصرت امام حسین سے محروم رہا۔

جندب بن عبد اللہ بن سفیان البجلی زمانہ مصعب بن زبیر تک زندہ رہا ص۲۵۷ اصابہ
مگر نصرت امام حسین سے محروم ہی رہا۔

جندب بن کعب نے ایک ساحر کو اسوجہ سے قتل کیا کہ وہ یہ تماشا دکھاتا تھا کہ کسی کی گردن مار دیتا پھر آواز دیکر اوسکو زندہ کر دیتا اسنے یہ کہکر تلوار لگائی کہ اگر تجھ میں قدرت ہے تو زندہ ہو جا۔ یہ واقعہ ولید بن عقبہ کے سامنے کا ہوا جو عثمان کیطرف سے والی کوفہ تھا اسنے جندب کو قید کیا جب عثمان تک یہ مرافعہ گیا تو کہا اگر رسول سے ہم تیرے بارے میں نہ سنے ہوتے تو مدینہ کے سب سے عمدہ تلوار سے تجھے قتل کر ڈالتے اسکے بعد حکم دیا کہ جبل دخان کیطرف جلا وطن ہو جا صـ ۲۶۲ اصابہ۔

یہ ہے ایمان حضرت عثمان کہ بجائے اپنے بھائی ولید کے ایک مہاجر کو قتل کیا چاہتے ہیں کہ کیوں اسنے ساحر کو قتل کیا۔

جبیر بن قشعم نے صرف اسوجہ سے سکونت کوفہ ترک کیا کہ عہد خلافت جناب امیرؑ میں وہاں عثمان پر تبرا ہوتا تھا لہذا معاویہ کے یہاں چلا گیا صـ ۲۷۱ اصابہ۔

مگر جب سب جناب امیر ہونے لگا تو کیوں ان میں سے اسلامی غیرت نہ آئی۔

جراد بن طیبہ کا بیٹا شبیب جناب امام حسینؑ کے ساتھ معرکہ کربلا میں شہید ہوا صـ ۲۷۲

جبیر بن حارث اعرابی ۷۶ھ تک زندہ رہا صـ ۲۷۹ اصابہ

جعفر بن نسطور رومی بھی ۳۲۰ برس زندہ رہا صـ ۲۸۱

جبیر بن عبداللہ قبطی انکی وفات سنہ ۹۳ میں ہوئی صـ ۹۳

مگر شریک معرکہ کربلا نہیں ہوئے حالانکہ حضرت ماریہ کو بھی لیکر مقوقس کے یہاں سے آئے تھے صفحہ ۲۳۲ اصابہ۔

جبیر بن عتیک سنہ ۶۱ تاریخ وفات ہے صـ ۹۳ مگر اصابہ میں شبہ ہے۔

جرثوم بن ناسب بیعت حدیبیہ میں شریک تھے سنہ ۷۵ھ بعہد عبدالملک وفات پائی مگر نصرت امام سے محروم رہے۔

جنادہ بن ابی امیہ سنہ ۸۰ میں بمقام شام وفات پائی مگر نصرت امام سے محروم رہے صـ ۱۳۷

جندب بن عبداللہ بن سفیان بجلی علقی کنیت انکی ابو عبداللہ ہے کوفہ میں رہتے تھے پھر بصرہ چلے گئے تھے مصعب بن زبیر کے ساتھ کوفہ گئے تھے انسے حسن بصری وغیرہ روایت کرتے ہیں صـ ۱۴۷

مصعب بن زبیر کا واقعہ سنہ ۶۷ھ کا ہے اونکی شرکت کی مگر امام حسین کی نصرت نہ کی حالانکہ کوفہ میں رہتے تھے۔

جندع انصاری اوسے بیان کرتے ہیں کہ ہمینے رسولخدا سے سنا فرماتے تھے کہ جو شخص عمداً میرے اوپر جھوٹ بولے اوسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں تلاش کرے اور میں نے آنحضرت کو سنا ہے اگر نہ سنا ہو تو میرے کان بہرے ہو جائیں آپ جب حجۃ الوداع سے لوٹے اور غدیر خم میں پہونچے تو آپ لوگوں کے سامنے خطبہ پڑھنے کھڑے ہو گئے اور آپ نے علی مرتضے کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا من کنت ولیہ فہذا ولیہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ عبید اللہ راوی کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے کہا کہ یہ حدیث اہل ملک شام میں نہ بیان کرو تم خود اپنے کانوں سے سب علی سن رہے ہو زہری نے کہا والٹد ایسی حدیث پر تمکو ایسا خیال آیا۔ خدا کی قسم میرے پاس علی کے فضائل اس قدر ہیں کہ اگر میں انہیں بیان کردوں تو میں قتل کر دیا جاؤں ص ۱۵۳ اسد الغابہ جلد ۲۔

اس بیان سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ زمانہ کیسا پر آشوب تھا اسپر وہ خیر القرون کہا جاتا ہے جبکہ تابعی جب امام زہری اس خوف سے فضائل جناب امیر نہ بیان کر سکتے تھے کہ قتل کیے جائینگے تو اور کسی تابعی یا صحابی کا کیا حال ہو گا کیونکہ امام زہری خلفائے بنی امیہ میں بہت مقرب تھے۔ سب جناب امیر سنتے تھے۔ اور کچھ اسلامی جوش نہ آتا تھا اگر یہ حدیث محض فضائل کے متعلق ہوتی تو کیوں اسقدر خوف ہوتا لہذا معلوم ہوا کہ یہ نص ہے خلافت پر۔

جہجاہ غفاری یہ بیعۃ الرضوان میں شریک تھے حضرت عثمان خطبہ پڑھ رہے تھے تو انھوں نے عصا اونکے ہاتھ سے لیکر توڑ ڈالا ایک شخص سے انسے کچھ نزاع ہو گئی تو انھوں نے کہا ای مہاجرین دیکھو سنان نے کہا اے انصار دیکھو اس خبر کو عبد اللہ بن ابی سلول نے سنا اسنے کہا کیا مہاجرین نے کیا اچھا لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منہا الاذل تو حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجیے تو میں اس منافق کی گردن ماردوں رسولخدا نے فرمایا جانے دو لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں ص ۱۵۵

اس سے معلوم ہوا کہ عثمان کی صحابہ کے نزدیک کیا عزت تھی اور حضرت اس منافق کو بھی صحابی فرماتے ہیں پھر خلفائے ثلثہ کے نفاق میں کیا عذر ہو سکتا ہے کیونکہ ایمان و نفاق تو تابع

انکا حصر اعمال میں ہے نہ کہ منافق کی کوئی خاص ذات ہو۔

شداد بن امیہ اس حدیث کے راوی ہیں کہ جو شخص امامت جماعت کرے اور اس حال میں کہ لوگ اُنکی جماعت سے کراہت کرتے ہوں تو اُسکی نماز ترقوہ سے آگے نہیں بڑھتی انھوں نے شام میں سکونت کی ۵۸ھ میں وفات ہوئی اصابہ صفحہ ۲۵۶ ج ۱

مگر افسوس نہ نصرت امام کی اور نہ جب اہلبیت داخل شام ہوئے تو کوئی خدمت انجام دی۔

جبیر بن حیہ یہ حضرت عمر کے لشکر اُنکے سردار رہے ہیں زمانہ عبدالملک میں اِن کی وفات ہوئی عراق میں کاتب دیوان رہے پھر زیاد نے انکو والی اصفہان بنایا صفحہ ۲۳۵ اصابہ

مگر معرکہ کربلا میں انھوں نے شرکت نہ کی نہ کسی طرح امام کی نصرت کی۔

حارث بن اوس بن معاذ انصاری حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ میں غزوہ خندق میں لوگوں کے نشان قدم کو دیکھتی ہوئی چلی جارہی تھی کہ میں نے اپنے پیچھے پیروں کی آہٹ سنی میں نے پیچھے پھر کے دیکھا تو سعد بن معاذ تھے بس میں وہیں بیٹھ گئی صفحہ ۱۹۶ اسد الغابہ ج ۲۔

اس واقعہ سے حضرت عائشہ کی کمال جرأت ظاہر ہے کہ تن تنہا رات کو لشکر کفار کی پڑاؤ کی طرف چلی جارہی ہیں نہ اپنے سن و سال کا خوف ہے نہ اپنے حسن و جمال سے۔

مسند احمد بن حنبل میں ہے قالت فقمت فاقتحمت حدیقة فاذا فیھا نفر من المسلمین واذا فیھم عمر بن الخطاب وفیھم رجل علیه سبغة له یعنی مغفرا فقال عمر ما جاء بک لعمری واللہ انک لجرئیة وما یومنک ان یکون بلاء او یکون تحوز صفحہ ۱۴۱

کہ جب سعد بن معاذ گذر گئے تو میں ایک باغ میں چلی گئی وہاں چند مسلمان موجود تھے جن میں عمر بن الخطاب بھی تھے عمر نے مجھ سے کہا کہ تو یہاں کیوں آئی قسم اپنے جان کی اور قسم ہے خدا کی کہ تو بڑی جری ہے اور کیا اطمینان ہے تجھکو اس امر کا کہ کوئی بلا نازل ہو یا ہم سب بیابان سمٹ کر چلے جائیں یہاں سے جہاں حضرت عائشہ کی جرأت معلوم ہوتی کہ تن تنہا اس باغ میں چلی جارہی ہیں اور حضرت عمر اُنکو جرأت و بہادری کی سارٹیفکٹ دے رہے ہیں وہاں حضرت عمر کی بہادری بھی قابل قدر ہے کہ فرما رہے ہیں کیا معلوم کیا ہوگا تجھ پر کوئی بلا نازل ہو یا ہم لوگ سمٹ کر کہیں چلے جائیں کیونکہ بھاگنے والے کو تو ہمیشہ وہی سوجھا کرتا ہے۔

ہاں شاید بایں اطرف اشارہ ہو جو آگے انکو پیش آیا جیسے تصادفک شہود ہے جو ایسے حضرات کے لوازم سے ہے۔

حارث بن بدل سعدی کا بیان ہے کہ میں نبی کے ہمراہ شریک تھا جب انکو اصحاب کو ہم سب بھاگ گئے سوا عباس بن عبد المطلب اور ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب کو۔ صـ۱۹۷ اہلسنت غور کریں کہ آپکے خلفائے ثلثہ کیسے بہادر تھے کہ رسول اللہ کو تنہا چھوڑ کر چلے گئے اور کیا جناب امیر وحضرت عباس وابو سفیان بن حارث کو لی نہ رہا کیونکہ انکی روایات سب اسپر متفق ہیں کہ جناب امیر موجود تھے۔

حارث بن عمرو ہذلی سنہ میں وفات کرتے ہیں صـ۱۹۸ اسد الغابہ
مگر نصرت امام سے دست بردار رہتے ہیں۔

حارث بن عمرو انصاری کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے مجھو ایک شخص کی طرف بھیجا ہے اسنے اپنے باپ کی منکوحہ سے شادی کر لی ہے مجھو حکم دیا ہے کہ میں اوسکی گردن ماردوں صـ۱۹۹
مگر امام ابو حنیفہ ایسے شخص پر حد زنا بھی نہیں جاری کرتے خدا رحم کرے۔

حارث بن عمرو بن غزیہ مزنی کی وفات سنہ میں ہوئی صـ۱۹۹
مگر نصرت امام سے محروم رہے۔

حارث ابن عوف ابو واقد لیثی بڑے مقدس صحابی ہیں حنین میں حضرت کے ساتھ تھے سنہ ۶۵ یا ۶۶ میں ان کی وفات ہوئی۔ صـ۲۰۰
استیعاب میں سنہ وفات سنہ ۶۸ لکھا ہے اور یہ کہ مدینہ میں مقبرہ مہاجرین میں دفن ہوئے فتح مکہ میں یہ علم بردار تین قبیلے کے تھے بنی لیث۔ ضمیرہ۔ سعد بن بکر صـ۲۰۲
مگر اہلبیت رسول سے آپکو کسی قسم کا تعلق نہ تھا جو نصرت امام کرتے۔

حارث بن مسلم تمیمی انکے باپ کا بیان ہے کہ رسول اللہ نے ہمکو ایک لشکر کے ساتھ بھیجا ہمنے آگے بڑھکر اون لوگوں سے کہا لا الہ الا اللہ کہدو تو سب کی جان بچ جائے چنانچہ اونھوں نے ایسا ہی کیا جب میرے ساتھی آئے تو اونھوں نے میری ملامت کی کہ تمنے ہمیں مال غنیمت سے محروم کر دیا حالانکہ وہ ہمارے لئے ثابت ہو چکی تھی ہم جب وہاں سے لوٹے تو لوگوں نے رسول خدا سے شکایت

کی حضرت نے ہمکو بلا کر تعریف کی اور فرمایا کہ ان میں ہر شخص کے عوض اسقدر تیرے لشکر میں لکھا ہے

یہ زمانہ عمر بن عبد العزیز تک زندہ رہا اور اوسنے انکا وظیفہ مقرر کر دیا تھا ص۲۰۲

یہ ہیں ان صحابہ کرام کا ایمان کہ لوگونکے مسلمان ہونیسے اسوجہ سے ناراض ہوتے ہیں کہ مال غنیمت انکو نہ ملیگا

ہائے کیا اسی کا نام محبت اسلام ہے پھر ان سے کب اسکی امید ہوسکتی ہے کہ امام کی نصرت کریں۔

حارث بن منبہ انس بن حارث نے منبہ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا میرا فرزند
سرزمین عراق میں شہید کیا جائیگا جو شخص اوسوقت کو پائے اوسکی مدد کرے چنانچہ انس بن
حارث حضرت حسین کے ساتھ شہید ہوئے ص۲۱۰

مگر افسوس اور صحابہ کو اسکی توفیق نہ ہوئی کہ امام کی مدد کریں۔

حارثہ بن نعمان کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل نے رسول اللہ سے کہا یہ اسی لوگوں میں رہیگا
پوچھا اسکے کیا معنی جبرئیل نے کہا کہ اسی آدمیونکے سوا اور سب لوگ آپکے پاس سے بھاگ جائینگے ص۲۲۳

کیا اسپر بھی اہلسنت اپنے کل صحابہ کے ایمان و اسلام کو ثابت کر سکتے ہیں۔

حبیب بن بدیل بن ورقا کہتے تھے کہ ایک روز حضرت علی محل سے برآمد ہوئے تو چند
سواروں نے جو تلواریں لیے تھے آپکا استقبال کیا اور کہا السلام علیک یا امیر المومنین
السلام علیک یا مولانا و رحمۃ اللہ و برکاتہ حضرت نے پوچھا کہ یہاں اصحاب نبی سے کون کون
لوگ ہیں پس بارہ آدمی کھڑے ہوگئے جن میں قیس بن ثابت بن شماس اور ہاشم بن عتبہ اور حبیب
بن بدیل بن ورقا بھی تھے ان لوگوں نے گواہی دی کہ ہمنے نبی کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ من
کنت مولاہ فعلی مولاہ ص۲۳۷ جلد ۲ اسد الغابہ۔

حبیب بن سباع کہتے تھے ایک روز صبح کو ہم رسولخدا کے حضور میں گئے ہمارے ساتھ ابو عبیدہ
بن جراح بھی تھے ابو عبیدہ نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا ہمسے بھی بہتر کوئی شخص ہے ہم اسلام لائے
اور ہمراہ آپکے جہاد کیا اور ہم آپ پر ایمان لائے حضرت نے فرمایا تم سے بھی بہتر لوگ ہیں جو لوگ
تمہارے بعد ہونگے جو مجھپر ایمان لائینگے ص۲۴۰

کیا اسپر بھی اہلسنت اسکا دعوی کر سکتے ہیں کہ صحابہ خصوصاً خلفاء ثلثہ سب سے افضل ہیں حالانکہ
نص رسول اس زمانہ کے مسلمان اونسے بہت افضل ہیں الا من فضلہ اللہ

حتات بن یزید بن علقمہ تمیمہ رسول خدا صلعم نے انکے اور معاویہ بن ابی سفیان کے درمیان
میں مواخات کرادی تھی جب حضرت معاویہ کو خلافت حاصل ہوئی تو حتات اور جاریہ بن قدامہ
اور احنف بن قیس انکے پاس گئے یہ دونوں بھی قبیلہ بنی تمیم سے تھے حتات حضرت عثمان کے دوستوں
میں تھے اور جاریہ اور احنف حضرت علی کے اصحاب سے تھے حضرت معاویہ نے ان دونوں کو حتات سے
زیادہ دیا تو حتات نے انسے کہا کہ تمنے محرق (یعنی جلادینے والے) اور مخذل (یعنی پریشان کرنے
والے) کو مجھپر فضیلت دی حضرت معاویہ نے کہا (مینے فضیلت نہیں دی) بلکہ میں نے انسے انکا
دین مول لیا ہے اور تمکو اوس محبت پر چھوڑدیا ہے جو تمکو حضرت عثمان کے ساتھ ہے حتات نے کہا
مجسے بھی میرا دین مول لیلو جلادینے والا انھوں نے جاریہ بن قدامہ کو کہا کہ انھوں نے ابن حضرمی
کو جلادیا تھا اور پریشان کرنے والا ابن احنف بن قیس کو کہا کہ انھوں نے حضرت عائشہ و طلحہ
اور زبیر رضی اللہ عنہم سے لوگونکو پریشان کردیا تھا بعض لوگونکا بیان ہے کہ حتات حضرت معاویہ کے
پاس گئے اور انھیں کے یہاں وفات پائی اور حضرت معاویہ اوس اخوت کے سبب سے ان کے وارث
ہوئے حضرت معاویہ اوس زمانہ میں خلیفہ تھے فرزدق نے اس معاملہ میں حضرت معاویہ سے
مخاطب ہو کر یہ اشعار کہے تھے۔

ابوك وعمي يا معاوي اورثا
اے معاویہ تمہارے چچا اور میرے باپ نے چھوڑی میراث
وميراث صخر جامد لك ذائبه
صخر کی میراث تو تمکو مل ہی چکی تھی
ولو كان في دين سوى ذا شنئتم
اگر یہ سوا اس دین کے کسی دین میں ہوتا تم
وامنعهم جارا واضيم جانبه
اور میرے زیادہ خاطر کرتے نہیں جب انکو پڑوسی سے تکلیف کی جائے
ويمشي الى جنب الثريا فناؤه
میرے گھر کا گوشہ ثریا سے ملا ہوا ہے

تراثا فيحتاز التراث اقاربه
اور میراث کو مورث کے اعزہ لیتے ہیں
فلو كان هذا الامر في جاهلية
اگر یہ معاملہ جاہلیت میں ہوتا تو
لنا حقنا او غص بالماء شاربه
ہمارا حق ہمکو پہنچ جاتا اگر کوئی [illegible]
وما ولدت بعد النبي وآله
بعد نبی اور ان کی آل کے
ومن هو فينا بالمنصب كواكبه
اور جیسے ستارے چمک ہی رہے ہیں [illegible]

فما بال ميراث الحتات اكلته
مگر حتات کی میراث تمنے کیوں لی
علمت من المرء القليل حلائبه
تمکو معلوم ہو جاتا کہ شخص کون ہے جو [illegible]
الست اعز الناس قوما واسرة
کیا میں باعتبار قوم وخاندان [illegible]
كمثلي حصان في الرجال [illegible]
کسی ماں نے مجھ جیسا [illegible]
انا ابن الجبال الشم في عدد الحصى
میں بلند پہاڑوں کا بیٹا ہوں [illegible]

وعرق الثری عرقی فمن ذا یحاسب
اور ثری تک میرے رگیں پہونچی ہوئی ہیں کون ہے جو مجھ سے شمار کر سکتا ہے

اس قصیدہ میں اس سے زیادہ اشعار ہیں اور فخریہ اشعار میں یہ سب سے عمدہ کلام ہے۔ ان کا تذکرہ ابو عمر نے لکھا ہے۔ صہ ۱/۲۵ اسد الغابہ ج ۲۔

ہمنے اسکو صرف اس غرض سے لکھا ہے کہ اولاً ایمانداری معاویہ معلوم ہو کہ حکم میراث بذریعہ مواخات منسوخ ہو چکا تھا مگر معاویہ نے اسکو بھی منسوخ کیا اس سے بڑھکر کیا محبت مال ہو سکتی ہے کہ تمام ممالک اسلام کا مالک اسطرح ناجائز وارث بنتا ہے پھر یہ لوگ جائز وارث کو کیوں نہ محروم کریں۔ ثانیاً صحابہ ایسے ایمان فروش تھے کہ چند پیسوں کے لالچ میں اپنا دین بیچ ڈالتے تھے پھر انسے کیا امید ہو سکتی ہے ثالثاً ایسا دین فروش تھا کہ خود کہتا ہے ہمارا ایمان بھی مول لیلو مگر معاویہ نہیں لیتا رابعاً معویہ بھی اسکا اقرار کرتا ہے کہ محبت جناب امیر عین ایمان ہے جبکو معاویہ جاریہ اور احنف سے مول لے رہا ہے تو کیا اب بھی اہلسنت کو کفر و نفاق معویہ میں شبہہ ہو سکتا ہے جو ایسے ایسے مقدس صحابہ کا ایمان مول لینا چاہتا ہے۔

خامساً اشعار فرزدق سے جہاں معویہ کا دین سے خارج ہونا معلوم ہوا وہاں تمامی صحابہ کے نسب کا حال بھی معلوم ہوا کیونکہ وہ صرف آل نبی کو ہر عیب سے پاک و صاف کہتا ہے ورنہ اپنی قبیلہ کو سب سے افضل و اعلی کہتا ہے اللھم صل علی محمد و آل محمد۔

یہ حتات جو اپنا دین بیچ رہا ہے اون لوگوں سے ہے جو جناب امیر کے پاس سے بھاگ کر معویہ کے پاس آگیا تھا جیسا کہ استیعاب میں ہے وھرب من علی رض الی معاویہ صہ ۱۵۳

تین چار شعر انکے استیعاب میں منقول ہیں لعمر ابیک فلا تکذبن + لقد ذھب الخیر الا قلیلا
لقد فتن الناس فی دینھم و خلی ابن عفان شرا طویلا + و حال ابو حسن دونھا
فما نستطیع الیھا سبیلا اور اصابہ میں ہے صہ ۳۲۵ ج اول۔

و ابقی ابن عفان شرا طویلا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ خیر تو سب جاتا رہا مگر تھوڑا عثمان بن عفان میں برا شر چھوڑ کر چلا گیا جناب امیر کی حالت اونسے جدا گانہ ہے کہ وہاں کسیکا گذر نہیں
یہ اشعار رہیں اوس مقدس صحابی کے جو طرفدار حضرت عثمان تھا اور اپنا دین بیچنا چاہتا تھا

مگر معویہ نے نہ دیا۔ وہ کہتا ہے کہ عثمان سے تو بجز شتر طویل کچھ نہ باقی رہا افسوس ہے کہ استیعاب
میں ان اشعار کو جگہ نہیں ملی حالانکہ استیعاب (اصابہ) میں موجود ہے۔

حجاج بن علاط جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو فتح کیا تو حجاج بن علاط نے عرض کیا
کہ یا رسول اللہ مکہ میں میرا کچھ مال ہے اور وہیں میری بی بی بھی ہے میں چاہتا ہوں کہ وہاں جاؤں
تو کیا مجھے اس بات کی اجازت ہے کہ میں آپ کی کچھ برائی بیان کر دوں یا کچھ کہدوں۔ ہمیں
عبید اللہ ابن احمد بن علی نے اپنے سند سے یونس بن بکیر تک خبر دی وہ محمد بن اسحاق سے روایت
کرتے تھے کہ انھوں نے کہا مجھ سے بعض اہل مدینہ نے بیان کیا کہ جب حجاج بن علاط سلمی اسلام لائے
تو خیبر میں رسول خدا صلعم کے ہمراہ شریک ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مکہ میں کچھ مال میرا
تاجروں کے پاس ہے اور کچھ مال میری بی بی ام شیبہ بنت ابی طلحہ کے پاس ہے جو بنی عبد الدار کی
بیٹی ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ وہ لوگ میرے اسلام سے واقف ہو جائینگے تو میرا مال ہضم کر لینگے
پس آپ مجھے اجازت دیجیے کہ میں وہاں جاؤں شاید اپنا مال لے آؤں رسول خدا صلعم نے فرمایا میں نے
تمھیں اجازت دی پھر انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہاں مجھے یہ بھی ضرورت ہے کہ کچھ
کہوں رسول خدا صلعم نے فرمایا کہو تمکو اجازت ہے چنانچہ حجاج گئے وہ کہتے تھے کہ جب میں مقام
ثنیہ بیضا میں پہونچا تو وہاں قریش کے کچھ لوگ ملے جو خبروں کا تجسس کر رہے تھے جب انھوں نے
مجھے دیکھا تو کہا کہ یہ حجاج ہیں انکے پاس کچھ خبر ہوگی میں نے کہا اگر اس شخص (یعنی محمد صلعم) کو
تو بہت بڑی شکست ہو گئی تمنے سنا ہو گا اور اسکے اصحاب بھی مقتول ہو گئے اور محمد قید کر لیے گئے
لوگوں نے کہا کہ ہم انکو قتل نہ کرینگے انکو مکہ لیجائینگے اور وہاں سب لوگوں کے سامنے قتل کرینگے پھر ہم
مکہ پہونچے تو اون لوگوں نے مکہ میں شور مچا دیا کہ یہ حجاج آئے ہیں اور خبر لائے ہیں کہ محمد قید
کر لیے گئے اب صرف اس بات کا انتظار ہے کہ وہ یہاں لائے جائیں اور تملوگوں کے سامنے
قتل کیے جائیں میں نے کہا کہ تملوگ میرا مال جمع کر دو کیونکہ میں خیبر جانیکا ارادہ رکھتا ہوں محمد کا
جو مال لوٹا گیا ہے اوسکو مول لونگا قبل اسکے کہ تاجر لوگ وہاں پہونچیں چنانچہ اون لوگوں
نے اچھی طرح میرا مال جمع کر دیا اور میں نے اپنی بی بی سے کہا کہ میرا مال لاؤ تا کہ میں خیبر جاؤں
اور وہاں سے سستا مال خرید لاؤں اوسنے بھی میرا مال مجھے دیدیا جب اس خبر کا مکہ میں بہت چرچا ہوا

ہوا تو عباس میرے پاس آئے اوس وقت میں ایک تاجر کے خیمہ میں کھڑا تھا وہ نہایت شکستہ خاطر اور رنجیدہ میرے پاس آکے کھڑے ہوگئے اور انھوں نے کہا کہ اے حجاج یہ خبر کیسی ہے میں نے کہا کہ آپ مجھ سے علیحدہ خلوت میں ملیے چنانچہ وہ میرے پاس آئے اور کہا کہ اے حجاج تمہارے پاس کیا خبر ہے میں نے کہا میرے پاس واللہ وہ خبر ہے جو آپ کو خوش کردیگی میں نے واللہ آپکے بھتیجے کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ اللہ نے خیبر پر فتح کردیا اور وہاں کے بہت سے لوگ مقتول ہوئے اور انکے مال آپکے بھتیجے کو اور اونکے اصحاب کو ملے اور میں نے انکو اس حال میں چھوڑا ہے کہ انھوں نے خیبر کی شاہزادی (حضرت ام المومنین صفیہ) سے نکاح کیا ہے اور میں تو مسلمان ہوں یہاں صرف اپنا مال لینے آیا ہوں پھر رسول خدا صلعم کے پاس لوٹ جاونگا آپ اس خبر کو تین دن تک محفوظ رکھیے گا ورنہ مجھے خوف ہے کہ میرا تعاقب کیا جائیگا بعد اسکے میں چلا آیا جب تیسرا دن ہوا تو حضرت عباس نے اپنا لباس پہنا اور خوشبو لگائی بعد اسکے عصا لیکر مسجد میں گئے اور حجر اسود کو بوسہ دیا قریش کے لوگوں نے انکو دیکھا تو کہا اے ابو الفضل تم اس سخت مصیبت پر ایسی سنگ دلی کرتے ہو حضرت عباس نے کہا ہرگز نہیں خدا کی قسم خیبر فتح ہوگیا اور محمد اور اونکے اصحاب کو ملگیا اور محمد نے وہاں کی شاہزادی سے نکاح کیا ہے ان لوگوں نے پوچھا کہ تم سے یہ خبر کسنے بیان کی حضرت عباس نے کہا حجاج بن علاط نے وہ تو مسلمان ہوگئے ہیں اور انھوں نے محمد کے دین کی پیروی کرلی یہاں وہ صرف اپنا مال لینے آئے تھے وہ پھر وہیں لوٹ جائینگے کفار قریش نے (یہ سنکے بہت واویلا کیا) کہا اے خدا کے بندو دیکھو وہ خدا کا دشمن ہمیں دھوکہ دیگیا پھر تھوڑے ہی دنوں کے بعد (فتح خیبر کی) خبر انکو بھی پہونچ گئی انکا تذکرہ تینوں نے لکھا ہے۔ صـ ۲۵۵

کیا اسکے بعد بھی کوئی سنی تقیہ پر اعتراض کرسکتا ہے کہ خود رسول اللہ اسکو اپنی برائی بیان کرنیکی اجازت دیتے ہیں اور یہ صحابی ایسا سفید جھوٹ بول رہا ہے جسکی کوئی حد نہیں پھر اگر شیعہ کسی ایسے مخمصے میں مبتلا ہوجائیں اور از راہ تقیہ جھوٹ بولیں تو کیونکر اعتراض ہوسکتا ہے۔

استیعاب میں ہے واخص له رسول الله ان یقول فیه بما شاء عند اهل مکه علم خیبر من اجل ماله ولده صـ ۱۳۳ جلد اول

حجر بن عدی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں یہ اور انکے بھائی ہانی حاضر ہوئے تھے اور جنگ قادسیہ میں شریک تھے فضلائے صحابہ میں تھے جنگ صفین میں قبیلہ کندہ کے سپہ سالار تھے اور نہروان میں لشکر کے میسرہ پر تھے اور جنگ جمل میں بھی حضرت علی کے ساتھ تھے مشاہیر صحابہ میں جب زیاد عراق کا حاکم ہوا اور اسنے سختی اور بدچلنی شروع کی تو حجر نے اسکی بیعت واپس کردی اور حضرت معاویہ کی بیعت انھوں نے واپس نہ کی تھی شیعیان علی رضی اللہ عنہ کی ایک جماعت ان کی پیرو ہوگئی ایک دن تاخیر نماز کی بابت انھوں نے اور انکے اصحاب نے زیاد پر طعن و تشنیع کی تو زیاد نے انکی شکایت حضرت معاویہ کو لکھ بھیجی حضرت معاویہ نے لکھا کہ انکو معہ انکے اصحاب کے میرے پاس بھیجدو چنانچہ زیاد نے سب لوگونکو وائل بن حجر حضرمی کے ساتھ بھیجدیا انکے ساتھ بڑی جماعت تھی جب یہ مقام مرج عذرا میں پہونچے تو انھوں نے کہا کہ میں پہلا مسلمان ہوں جو اس مقام میں تکبیر کہتا ہوں پھر یہ اور انکے اصحاب عذرا نامی قریہ میں پہونچے جو دمشق کے قریب ہے اترے حضرت معاویہ نے ان سبکے قتل کا حکم دیا مگر حضرت معاویہ کے اصحاب نے بعض لوگونکی سفارش کی وہ چھوڑ دیئے گئے اور حجر اور انکے ساتھ چھ آدمی قتل کردیئے گئے اور چھ آدمی چھوڑ دیئے گئے جب لوگوں نے انکے قتل کا ارادہ کیا تو انھوں نے دو رکعت نماز پڑھی بعد اسکے کہا کہ اگر تم میری طرف کسی ایسی بات کا گمان نہ کرتے جو مجھ میں نہیں ہے (یعنی بزدلی کا) تو بیشک میں ان دونوں رکعتونکو طول دیتا بعد اسکے انھوں نے کہا کہ میرے ہتھیار نہ اوتارنا اور میرے خون کو نہ دھونا میں قیامت کے دن معاویہ سے اسی حال میں ملونگا جب حضرت عائشہ کو حجر کے ساتھ زیاد کی اس بدسلوکی کی خبر ملی تو انھوں نے عبدالرحمن بن حارث کو حضرت معاویہ کے پاس بھیجا کہ خدا کیلئے حجر اور انکے اصحاب کی بیحرمتی نہ کرنا مگر عبدالرحمن ایسے وقت میں پہونچے کہ وہ قتل ہو چکے تھے تو عبدالرحمن نے حضرت معاویہ سے کہا کہ ابوسفیان تو حجر اور انکے اصحاب کیساتھ بہت بردباری کیا کرتے تھے حیا تم میں کیوں نہ ہوئی تمنے ان کو قید کیوں نہ کردیا کسی وبائی مقام میں کیوں نہ بھیجدیا حضرت معاویہ نے کہا اس وقت میری قوم میں تمھارے ایسے نیک مشورہ دینے والے لوگ نہ تھے عبدالرحمن نے کہا خدا کی قسم

اب اہل عرب نہ تمکو حلیم سمجھینگے اور نہ صاحب عقل تمنے ایسے لوگونکو قتل کردیا جو مسلمان تھے ور تمھارے پاس قید کرکے بھیجے گئے حضرت معاویہ نے کہا میں کیا کرتا زیاد نے مجھے انکی بابت سخت حالات لکھے تھے اور لکھا تھا کہ یہ لوگ ایسا رخنہ ڈالنا چاہتے ہیں جو پھر بند نہ ہوسکیگا جب حضرت معاویہ مدینہ میں آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے حضرت عائشہ نے سب سے پہلے حجر کے قتل کے متعلق ایسی طویل گفتگو کی کہ حضرت معاویہ نے کہا میرا اور حجر کا معاملہ چھوڑدیجیے یہانتک کہ ہم دونوں اپنے پروردگار کے یہاں ملیں نافع کہتے تھے کہ حضرت ابن عمر بازار میں تھے جب انکو حجر کے وفات کی خبر ملی تو انسے صبر نہ ہوسکا اٹھ کھڑے ہوئے اور رونے کی آواز انسے بلند ہوگئی محمد بن سیرین سے قتل کے دو رکعت نماز پڑھنیکا مسئلہ پوچھا گیا انھوں نے کہا ان دونوں رکعتونکو حجر اور خبیب نے پڑھا ہے اور یہ دونوں بڑے فاضل تھے حسن (بصری) حجر اور انکے اصحاب کے قتل کو بڑا حادثہ سمجھتے تھے ربیع بن زیاد حارثی کو جو حضرت معاویہ کی طرف سے خراسان کے حاکم تھے حجر کے قتل کی خبر پہونچی تو انھوں نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ ربیع کیلئے اگر تیرے پاس بھلائی ہو تو اسے اپنی طرف اوٹھا لے اور جلدی کر چنانچہ وہ اس مقام سے ہٹنے نہیں پائے تھے کہ انکی وفات ہوگئی حجر کا وظیفہ دو ہزار پانچسو تھا انکا قتل ۵۱ھ میں ہوا انکی قبر مقام عذرا میں مشہور ہے مستجاب الدعوۃ تھے انکا تذکرہ ابو عمر اور ابو موسیٰ نے لکھا ہے۔

اس تحریر پر اڈیٹر صاحب حاشیہ دیتے ہیں "شیعیان علی سے وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت علی مرتضی کیساتھ رہتے تھے نہ فرقہ روافض"

اقول معلوم نہیں کہ آپنے روافض اور شیعہ میں کیا فرق نکالا ہے کیونکہ شیعہ ہی کو تو آپ رافضی کہتے ہیں لہٰذا میں اس رسالہ کو آپکے تحقیقات کا جواب ہوچکا ہے کہ کبھی تو شیعہ کو فرقہ ئ اہلسنت لکھتے ہیں اور کبھی منافق کا خطاب دیتے ہیں یہاں آکر شیعہ اور روافض کو الگ کر دیا بہر حال آپکو اپنے معاویہ کی فکر کرنی چاہیئے کہ اونسے کیسے مقدس صحابی کو بلا جرم و خطا قتل کیا جسپر ابن عمر سا صحابی زور سے رویا ہو اور حضرت عائشہ نے اسقدر معاویہ کی ملامت کی تو کیا اب بھی معویہ کو جہنمی ہونیمیں آپکو عذر ہوسکتا ہے کہانتک آپ آیات و احادیث

کی تکذیب کرینگے۔

استیعاب میں ہے لما حج معاویہ جاء الی المدینۃ زائرا فاستاذن علی عائشہ رضی اللہ
فاذنت لہ فلما قعد قالت لہ یا معاویہ امنت ان اخبا لک من یقتلک باخی محمد بن ابی بکر
فقال بیت الامان دخلت قال معاویہ اما خشیت اللہ فی قتل حجر واصحابہ قال
انما قتلھم من شھد علیھم + وعن مسروق بن الاجدع قال سمعت عائشہ ام المومنین
تقول اما واللہ لو علم معاویہ ان عند اھل الکوفۃ منعۃ ما اجترا علی ان یاخذ
حجرا واصحابہ من بینھم حتی یقتلھم بالشام ولکن ابن اکلۃ الاکباد علم انہ قد ذھب
الناس اما واللہ ان کانوا لجمجمۃ العرب عزا ومنعۃ وفقھا۔ ص ۱۳۵

کہ معویہ جب داخل مدینہ ہوا اور عائشہ کے ملاقات کو گیا تو عائشہ نے کہا اگر ہم کسیکو چھپا رکھتے جو بعوض محمد
ابن ابی بکر تجھے قتل کرتا تو تیرا کیا نتیجہ ہوتا کیا درباره حجر تجھے خدا کا خوف نہیں ہوا کہ تو نے اونکو
قتل کیا معویہ نے کہا اسکا گناہ اون لوگوں پر ہے جنہوں نے اوسپر گواہی دی مسروق راوی ہیں کہ
عائشہ کہتی تھیں کہ اگر معویہ جانتا کہ اہل کوفہ میں کچھ ہمت و غیرت ہے تو ہرگز وہ اسکی جرات نکرتا
مگر ہندہ جگر خوارہ کے بیٹے نے سمجھ رکھا تھا کہ آدمی جتنے تھے کوفہ میں وہ سب مارے گئے قسم خدا
کی حجر اور اوسکے اصحاب جمجمہ عرب تھے از راہ فقہ و قوت

اصابہ ابن حجر عسقلانی میں ہے ص ۳۲۹ ج ۱

وصحب علیا فکان من شیعتہ + وروی ابن السکن وغیرہ من طریق ابراھیم بن الاشتر
عن ابیہ انہ شھد حجر بن الادبر موت ابی ذر بالربذۃ + وروی احمد فی الزھد والحاکم
فی المستدرک من طریق ابن سیرین قال اطال زیاد الخطبۃ فقال حجر الصلاۃ فمضی
فی خطبتہ فحصبہ حجر والناس فنزل زیاد فکتب الی معاویہ فکتب الیہ ان سرح بہ
الی فلما قدم قال السلام علیک یا امیر المومنین فقال او امیر المومنین انا قال نعم
فامر بقتلہ فقال لا تطلقوا عنی حدیدا ولا تغسلوا عنی دما فانی لاقی معاویہ بالجادۃ
وانی مخاصم + عن نافع قال لما انطلق بحجر بن عدی کان ابن عمر یتخبر عنہ فاخبر بقتلہ
وھو بالسوق فاطلق حبوتہ وولی وھو یبکی + قال دخل معاویۃ علی عائشہ فعاتبتہ

فی قتل حجر واصحابہ وقالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول یقتل بعدی اناس یغضب اللہ لہم واہل السماء فی سندہ انقطاع وروی ابراہیم بن الجنید فی کتاب الاولیاء بسند منقطع ان حجر بن عدی اصابتہ جنابۃ فقال للموکل بہ اعطنی شرابی اتطہر بہ ولا تعطنی بغد شیئا فقال اخاف ان تموت عطشا فیقتلنی معاویۃ قال فدعا اللہ فانسکبت لہ سحابۃ بالماء فاخذ منہا الذی احتاج الیہ فقال لہ اصحابہ ادع اللہ ان یخلصنا فقال اللہم خر لنا قال فقتل ہو وطائفۃ منہم + کان قتلہ ثلاث وخمسین + وکان لحجر بن عدی ولدان عبد اللہ وعبد الرحمن قتلا مع المختار لما غلب علیہ مصعب

حجر بن عدی اصحاب جناب امیرؑ سے تھے اور حضرت کے شیعہ تھے۔ مالک اشتر اور حجر بن عدی شریک دفن وکفن حضرت ابوذر تھے بمقام ربذہ (جہاں عثمان نے ابوذر کو نکلوا دیا تھا)

وجہ قتل زیاد جو معویہ کیطرف سے حاکم کوفہ تھا اوسنے خطبہ میں اسقدر طول دیا کہ نماز عصر کا وقت جاتا تھا اسپر حجر نے اوسکو یاد دلایا کہ نماز جاتی ہے مگر وہ خطبہ پڑھتا رہا اسپر حجر نے اور لوگوں نے بھی اوسپر کنکریاں پھینکیں زیاد منبر سے اترا اور معویہ کو لکھ بھیجا معویہ نے لکھا کہ ہمارے پاس بھیجو جب حجر معویہ کے پاس پہونچے تو کہا السلام علیک یا امیر المومنین معویہ نے کہا کیا ہم امیر المومنین ہیں انکو لیجاؤ قتل کرو حجر نے کہا دیکھو ہمارے جسم سے بیڑیاں وغیرہ نہ نکالنا نہ ہمکو غسل دینا ہم اسی طرح سے خدا کے سامنے معویہ سے مخاصمہ کرینگے ابن عمر نے جب انکی شہادت کی خبر سنی تو وہ بازار میں بیٹھے روتے ہوے باواز بلند وہانسے روانہ ہوے عائشہ نے معویہ پر اس بابہ میں عتاب کیا اور کہا ہمنے رسول اللہ سے سنا ہے کہ ہمارے بعد کچھ لوگ قتل کیے جائینگے جسپر خدا غضبناک ہوگا اور اہل آسمان - ابراہیم بن جنید نے کتاب الاولیا میں نقل کیا ہے کہ جب معویہ کے پاس جا رہے تھے تو راہ میں ضرورت غسل جنابت ہوئی آپنے موکل سے کہا جو پانی تو ہمکو کل دینے والا ہے وہ آج ہی دیدے کہ ہم غسل کرلیں کل نہ دینا موکل نے کہا خوف ہے کہ راہ میں تم پیاسے مرجاؤ اور معویہ ہمکو اسوجہ سے قتل کرے (لہذا پانی نہیں دیا) حجر نے خدا سے دعا کی جسپر ایک ابر کا ٹکڑہ نمایاں ہوا اور پانی برسا جس سے بقدر ضرورت انھوں نے لیا

کرامت ابن حجر

لوگوں نے کہا دعا کیجیے کہ خدا ہمکو اس بلا سے نجات دے تو انھوں نے دعا کیا خداوندا جو
حق میں بہتر ہو اوسکو اختیار کر اسکے بعد وہ قتل کیے گئے شہادت آپ کی ۳۵ھ میں ہوئی آپکے
دو بیٹے تھے عبداللہ عبدالرحمن وہ مختار کے ساتھ شہید ہوئے جبکہ مصعب نے کوفہ پر غلبہ پایا
اب تو کچھ بتلانیکی ضرورت نہ رہی کیونکہ انکے مستجاب الدعا ہونیکو اصابہ و استیعاب اسد الغابہ
سب میں لکھا ہے مگر افسوس معویہ نے کسیکا خیال نہ کیا حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ
اسکی خبر دے گئے ہیں کہ خدا اور فرشتے انکے قتل پر غضبناک ہونگے۔

جرم انکا صرف اس قدر قرار دیا گیا ہے کہ زیاد کو نماز کا وقت یاد دلایا کہ خطبہ کہو
نماز جاتی ہے کیا اب بھی کسیکو کفر و نفاق معویہ میں شبہہ ہوسکتا ہے دو فرزند انکے تھے وہ مختار
کے شریک تھے کہ خون امام حسین کا انتقام لیں مگر مصعب نے اون دونوں کو بھی قتل کیا۔

شہادت حجر بن عدی اون وقایع عظیمہ سے ہے جسپر تاریخ و حدیث کی ساری کتابیں
رو رہی ہیں نصائح کافیہ میں ہے جو فاضل اجل محمد بن عقیل حسینی کی تصنیف ہے اور وہ
حیدرآباد میں مدرس اعلیٰ ہیں۔

اخرج يعقوب بن سفيان في تاريخه
والبيهقي في الدلائل عن عبد الله
بن زرير الغافقي قال سمعت علي بن
ابيطالب (عليه السلام) يقول يا
اهل العراق سيقتل منكم سبعة نفر
بعذراء مثلهم كمثل اصحاب الاخدود
فقتل حجر واصحابه (قال) البيهقي لا يقول
علي مثل هذا الا ان يكون سمعه من
رسول الله صلى الله عليه (وآله) وسلم
(و) اخرج ابن عساكر عن سعيد بن ابي
هلال ان معاوية حج فدخل على عائشة

یعقوب بن سفیان تاریخ میں اور بیہقی دلائل النبوۃ
میں روایت کرتے ہیں کہ جناب امیر نے فرمایا
اے اہل کوفہ بہت قریب ہے کہ تم میں سے
سات آدمی قتل ہونگے مقام عذرا میں جن
کی مثال اصحاب اخدود کی ہوگی (جنکا ذکر
قرآن میں ہے (قتل اصحاب الاخدود) گڑھا
کھود کر رہنے والے قتل کیے گئے سورہ واذا السماء
انشقت) پس قتل کیے گئے حجر اور اصحاب اونکے
کہا امام بیہقی نے کہ حضرت علی کا اسطرح کہنا
بغیر اسکے نہیں ہوسکتا کہ رسول اللہ سے سنا ہو
ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ معویہ جب

فقالت یا معاویہ قتلت حجر بن الادبر واصحابہ اما واللہ لقد بلغنی انہ سیقتل بعذرا سبعۃ نفر یغضب اللہ لھم واھل السماء (واخرج) یعقوب بن سفیان وابن عساکر ایضا ان عائشہ رضی اللہ عنہا ہذا ان انکرت علی معاویہ قتلہ حجرا واصحابہ بعذرا قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم یقول سیقتل بعذراء اناس یغضب اللہ لھم واھل السماء۔	عائشہ کے خدمت میں حاضر ہوا تو عائشہ نے کہا تونے حجر اور اونکے اصحاب کو قتل کیا حالانکہ مجھکو یہ حدیث پہنچی ہے کہ مقام عذرا میں سات آدمی قتل کیے جائینگے جنکے لیے خدا اور اہل سما غضب میں آئینگے یعقوب بن سفیان نے روایت کیا ہے کہ عائشہ نے معاویہ کو اس حرکت پر نہایت ناراضی دکھائی کہ حجر کو اور اونکے اصحاب کو بمقام عذرا قتل کیا اور کہا کہ مینے رسول اللہ سے سنا ہے کہ مقام عذرا میں سات آدمی قتل کیے جائینگے جنکے لیے خدا اور رسول غضبناک ہوگا۔

ان احادیث کو دیکھکر اب اس آیہ کریمہ کی تلاوت فرمایئے ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاوہ جھنم خالدا فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لھم عذابا عظیما۔ سورہ نسا ع ۱۰ یعنی جو شخص کسی مومن کو عمدا و قصدا مار ڈالے تو اوسکی جزا جہنم ہے جس میں ہمیشہ رہیگا اور اوسکا غضب اوسپر ہو اور اس پر خدا لعنت کریگا اور ایسے شخص کے لیے عذاب عظیم مہیا کیا گیا ہے۔

اب ہم اہلسنت کو مبارکباد دیتے ہیں کہ کیسے امام کو آپنے مقتدا بنایا ہے جسپر خدا کی لعنت ہے اور اوسکے رسول کی

اصلی وجہ قتل اسکو تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ نمایاں طور سے صرف اس جرم پر انہیں معویہ کے پاس بھیجا تھا کہ اونھوں نے نماز عصر کو یاد دلایا تھا کہ تیرے خطبہ کیوجہ سے اوسکا وقت نکلا جاتا ہے مگر وقت شہادت جو بات چیت ہوئی اوس سے پوری حالت معلوم ہو جاتی ہے نصائح کافیہ میں ہے۔

وقال ابن الاثیر بعث معاویہ ھدبۃ بن فیاض القضاعی والحصین بن عبداللہ	علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ معاویہ نے ہدبہ بن فیاض قضاعی و حصین بن عبداللہ کلابی ابا شریف

الكلاعي وابا شريف البدري الى حجر و
اصحابه ليقتلوا من امر بقتله منهم
فاتوه عند المسا فلما رأى الخثعمي احدهم
اعور قال نقتل نصفنا وتترك نصفنا
فتركوا ستة وقتلوا ثمانية وقالوا لهم قبل
القتل انا قد امرنا ان نعرض عليكم البراءة
من علي واللعن له فان فعلتم تركناكم وان
ابيتم قتلناكم فقالوا لسنا فاعلين فامر
فحفرت القبور واحضرت الاكفان وقام
حجر واصحابه يصلون عامة الليل فلما كان
الغد قدموهم ليقتلوهم فقال لهم حجر بن
عدي اتركوني اتوضأ واصلي فاني ما
توضأت الا صليت ولولا ان تظنوا في
جزعا من الموت لاستكثرت منها قال
فتركوه وقتلوا ستة فقال عبد الرحمن بن
حسان العنزي وكريم الخثعمي ابعثوا بنا
الى امير المؤمنين فنحن نقول في هذا الرجل
مثل مقالته فاستاذنوا معاوية فيهما فاذن
باحضارهما فلما دخلا عليه قال الخثعمي
الله الله يا معاوية فانك منقول من هذه
الدار الزائلة الى الدار الآخرة الدائمة ثم
مسئول عما اردت بسفك دمائنا فقال له
ما تقول في علي قال اقول فيه قولك

[illegible]

بدری کو حجر کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ جن لوگوں کے
قتل کا حکم دیا ہے ان لوگوں کو جا کر قتل کریں تو قبل قتل
کہا ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ پیش کریں کہ اگر تم لوگ تبرا کرو
علی پر اور ان پر لعنت کرو گے تو تم کو چھوڑ دینگے
اور اگر ایسا نہ کرو گے تو تم کو قتل کرینگے سبنے جواب
دیا ہم اسکو نہیں کر سکتے لہذا حکم دیا کہ قبر کھودی
جائے اور کفن حاضر کیا جائے حجر اور انکے اصحاب نے
اوس شب کو تمام شب عبادت کیا صبح کو جب
بارادہ قتل حجر کے طرف بڑھے تو کہا ہمکو دو رکعت
نماز پڑھ لینے دو اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ تم ہمکو کہو گے ہم موت
سے ڈرتے ہیں تو ضرور زیادہ پڑھتے اسکے بعد حجر
اور انکے اصحاب چھ آدمی قتل کیے گئے
عبد الرحمن بن حسان عنزی و کریم خثعمی (منجملہ
قیدیان) نے کہا ہم کو معویہ کے پاس لے چلو
کہ جو وہ چاہتا ہے ہم بھی کہینگے معویہ نے اجازت
دی جب داخل ہوئے تو خثعمی نے کہا اے معویہ
خدا سے ڈر کہ تو اس دنیا سے دار الآخرۃ
کے طرف جانیوالا ہے وہاں تجھ سے سوال
کیا جائیگا کہ کیوں ہم لوگوں کو ناحق قتل کیا معویہ نے
پوچھا تو علی ع کے بارے میں کیا کہتا ہے
خثعمی نے کہا ہم اوس دین سے برات
کرتے ہیں جس دین پر حضرت علی عبادت
خدا کیا کرتے تھے معویہ سنکر چپ ہو رہا

قال ابرأ من دین علی الذی یدین الله به فسکت وقام شمر بن عبد الله من بنی قحافة ابن خثعم فاستوهبه فوهبه له علی ان لا یدخل الکوفة فاختار الموصل ثم قال لعبد الرحمن بن حسان یا اخا ربیعه ما تقول فی علی قال دعنی ولا تسألنی فهو خیر لک قال والله لا ادعک قال اشهد انه کان من الذاکرین الله کثیرا الآمرین بالحق والقائمین بالقسط والعافین عن الناس قال فما تقول فی عثمان قال هو اول من فتح ابواب الظلم واغلق ابواب الحق قال قتلت نفسک قال بل ایاک قتلت فرده معاویه الی زیاد وامره ان یقتله شر قتلة فدفنه حیا انتهی من الکامل ـ

شمر بن عبد اللہ نے کہا اس کو مجھکو بخشدیجیے معویہ نے دیدیا اور یہ شرط لیا کہ کوفہ میں داخل ہو لہذا اسنے موصل میں قیام کیا۔

پھر عبد الرحمن بن حسان سے پوچھا کہ تم علی کے بارے میں کیا کہتے ہو اسنے کہا اس بارے میں نہ سوال کرو کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے معویہ نے کہا قسم بخدا ہم اس سوال کو نہیں چھوڑ سکتے اسنے کہا ہم خدا گواہ کرتے ہیں کہ حضرت علی ان لوگوں سے تھے جو خدا کو بہت یاد کرتے اور حکم حق کرتے اور عدل کیساتھ قیام کرتے اور لوگوں سے درگذر کرتے معویہ نے کہا پھر عثمان کے بارے میں کیا کہتا ہے عبد الرحمن نے کہا وہ پہلا شخص ہے جسنے باب ظلم کو کھولا اور باب حق کو بند کیا معویہ نے کہا تونے اپنے کو قتل کیا عبد الرحمن نے جواب دیا بلکہ تجھ کو قتل کیا معویہ نے اسکو زیاد کے پاس واپس کیا اور لکھ بھیجا کہ سب سے بدتر طریقہ سے قتل کرو چنانچہ اوسنے زندہ دفن کر دیا۔

علامہ ابن اثیر جزری نے اس واقعہ کو تاریخ کامل جلد ۳ میں بڑے شرح و بسط سے لکھا ہے ملاحظہ ہو ص ۱۸۷ لغایت ۱۹۴ جو اس رسالہ مختصرہ میں نہیں آسکتا مگر چند فقرات اسکو ضروری ہیں

(۱) معویہ نے جب مغیرہ بن شعبہ کو سنہ ۴۱ھ میں حاکم کوفہ بنا کر بھیجا ہے تو کہا وقد اردت ایصاءک باشیاء کثیرة انا تارکها اعتمادا علی بصرک ولست تارکا ایصاءک بخصلة لا تترک شتم علی وذمه والترحم علی عثمان والاستغفار له والعیب لاصحاب علی والاقصاء لهم والاطراء بشیعة عثمان والادناء لهم فقال المغیرة قد جربت وجربت وعملت قبلک لغیرک الخ

ہمنے چاہا تھا کہ بہت سے باتوں کے بارے میں تجھ کو وصیت کریں مگر چونکہ تیری عقل و فہم پر پورا اعتماد
ہے لہٰذا سب کو چھوڑ دیتے ہیں مگر یہ وصیت ضروری ہے جسکو کسی طرح نہیں چھوڑ سکتے کہ تو اسکو
کبھی نہ چھوڑنا کہ حضرت علی کو گالیاں دیا کرے اور اون کی مذمت بیان کرے اور عثمان پر رحمت
بھیجا کر اور دعا اونکے لیئے استغفار کیا کرے اور حضرت علی کے اصحاب کا عیب بیان کر اور اونکو دور
رکھا کر اور شیعیان عثمان کی تعریف کیا کر اور اونکو اپنے سے نزدیک کر مغیرہ نے کہا تمکو بھی تجربہ ہو چکا
ہے اور ہمکو بھی اور پہلے خلفا کی طرف سے بھی اہم کام کر چکے ہیں۔

(۲) فاقام المغیرۃ عاملا علی الکوفۃ وھو احسن شیٔ سیرۃ غیر انہ لایدع شتم علی
والوقوع فیہ والدعاء لعثمان والاستغفار لہ یعنی ہر طرح انتظام کیا مگر جناب امیر کو گالی دینے
اور مذمت کرنیکو کبھی نہ چھوڑا اسیطرح عثمان کیلیئے دعا اور استغفار کو کبھی نہ ترک کیا۔

اسکے بعد وفات مغیرہ ہوا اور حکومت زیاد اور حجر بن عدی کی گرفتاری کا حکم اور اونکا کوفہ سے
بھاگنا اور صیفی کا گرفتار ہونا۔ اسکے بعد زیاد کا لوگونکو گواہ بنانا۔

(۳) فشھد اسحٰق وموسیٰ ابنا طلحہ بن عبید اللہ والمنذر بن الزبیر وعمارۃ بن عقبہ
بن ابی معیط وعمر بن سعد بن ابی وقاص وغیرھم وکتب فی الشھود شریح بن الحرث
القاضی وشریح بن ہانی فاما شریح بن ہانی فکان یقول ما شھدت وص ۱۹۱ ط ۱۹۱
یعنی زیاد نے جو خط بنام معویہ لکھا اوسپر اسحق۔ موسیٰ پسران طلحہ نے گواہی کی اور منذر بن
الزبیر نے (یہ بھی عشرہ مبشرہ کے بیٹے اور حضرت ابوبکر کے داماد) اور عمارہ بن عقبہ (جو غالباً برادر
مادری حضرت عثمان ہے) اور عمرو بن سعد بن ابی وقاص (قاتل امام حسین) اور شریح بن حارث
کا نام لکھدیا اور شریح بن ہانی کا حالانکہ شریح بن ہانی اس واقعہ سے انکار کرتے ہیں۔
اس سے معلوم ہوا کہ خاندان طلحہ و زبیر و سعد بن ابی وقاص کو کیسی عداوت تھی جناب
امیر سے کہ اس جھوٹی شہادت میں وہ شریک ہوئے۔
اب ہم اس واقعہ کو تمام کرتے ہیں حجر کے ساتھ یہ لوگ بھی شہید کیئے گئے شریک بن شداد حضرمی
صیفی بن سلیمہ شیبانی۔ قبیصہ بن ضبیعہ عبسی محرز بن شہاب سعدی تمیمی۔ کدام بن حیان عنزی۔
عبدالرحمن بن حسان عنزی جنکو زیاد نے زندہ دفن کیا ص ۱۹۳ کامل۔

(۴) وقال الحسن البصری اربع خصال
کن فی معاویة لو لم یکن فیه الا واحدة لکانت
موبقة انتزاؤه علی هذه الامة بالسیف
حتی اخذ الامر من غیر مشورة وفیهم
بقایا الصحابة ذوو الفضیلة والاستخلاف
بعده ابنه سکیرا خمیرا یلبس الحریر ویضرب
بالطنابیر وادعاؤه زیادا وقد قال
رسول الله صلی الله علیه وسلم الولد للفراش
وللعاهر الحجر وقتله حجرا واصحاب حجر فیا ویلا
له من حجر واصحاب حجر ص ۱۹۳

یعنی امام حسن بصری کہتے ہیں کہ خصلتیں ایسی تھیں
کہ ان میں سے ایک بھی انکے ہلاکت کو کافی تھی
ایک یہ کہ امت محمدی پر بزور تلوار مسلط ہوا بغیر
مشورہ کے حالانکہ بقیہ اصحاب صاحبان فضیلت ابھی
موجود تھے دوسرے اپنے بیٹے کو خلیفہ کیا جو شرابخوار
بدمست رہتا اور حریر اور طنبور بجاتا تیسرے زیاد
کو اپنا بھائی بنا لیا حالانکہ رسول اللہ نے فرمایا ہے
الولد للفراش وللعاهر الحجر چوتھے یہ کہ
حجر اور انکے اصحاب کو قتل کیا پس وائے ہو
اوپر حجر کے طرف سے اور وائے ہو اوپر حجر کے
اصحاب کے طرف سے ـ

حضرت حجر نے بوقت شہادت کہا تھا ہمکو یوں ہی بیڑیوں سمیت دفن کرنا کہ ہم معاویہ سے
سمجھ لینگے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ نصائح کافیہ میں ہے قال ابن سیرین بلغنا ان معویة لما حضر
به الوفاة جعل یقول یومی منک یا حجر طویل صفحہ ۵۹ ـ
کہ جب وقت وفات معویہ قریب ہوا تو کہنے لگا اے حجر ہمارا دن تجھسے بہت طویل ہے چونکہ اس رسالہ
کی بنا اختصار پر ہے اسلیئے زیادہ طول دینا مناسب نہیں اگر اس سے زیادہ مفصل حال دیکھنا
ہو تو نصائح کافیہ اور تشئید المطاعن وغیرہ ملاحظہ فرمائیے کیونکہ ہمنے جو کچھ لکھا ہے وہ اصابہ
استیعاب ، اسد الغابہ ، تاریخ کامل نصائح کافیہ سے جس سے آل و اصحاب کے تعلقات پر
پوری روشنی پڑتی ہے کہ صرف اس جرم پر اصحاب کبار قتل کیئے جاتے تھے کہ وہ شیعہ جناب امیر تھے
اس شرط پر زندہ چھوڑے جاتے تھے کہ وہ جناب امیر سے تبرا کریں ورنہ زندہ دفن کر دیئے جاتے
کیسے کیسے مقدس صحابی سب و شتم جناب امیر کو علانیہ ممبر و منبر ادا کرتے پھر دنیا میں مذہب شیعہ
کیونکر باقی رہ سکتا تھا مگر یہ بھی معجزہ جناب امیر و ائمہ اطہار ہے کہ اب بھی وہ مذہب حق باقی ہے
اور مطابق وعدہ خدا و رسول سب پر غالب ہے اگرچہ عدد میں کم ہی کیوں نہ ہو ـ

حذیفہ بن یمان نبی صلعم کے حضور میں ہجرت کرکے آئے تھے انکا نام اس طرح لیا جاتا تھا حذیفہ صاحب سر رسول اللہ فی المنافقین منافقوں کے حالات رسولخدا نے سوائے حذیفہ کے اور کسیکو نہ بتائے تھے حضرت عمر نے ایک دفعہ انسے پوچھا کہ کیا میرے عمال میں کوئی منافق ہے حضرت حذیفہ نے کہا ہاں ایک ہے حضرت عمر نے پوچھا وہ کون ہے انھوں نے کہا میں نہ بتاؤنگا حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے اوس منافق کو معزول کردیا۔ نبی صلعم سے فتنہ کے حالات بہت پوچھا کرتے تھے تاکہ اوس سے بچیں + ایک شخص نے حضرت حذیفہ سے پوچھا کہ سب سے زیادہ سخت فتنہ کون ہے اونھوں نے کہا یہ کہ نیکی اور بدی دونوں تمہارے سامنے پیش کی جائیں اور تم نہ سمجھ سکو کہ کسکو اختیار کریں ان کی وفات حضرت عثمان کی شہادت کے چالیس دن بعد ہوئی ۳۶ھ اسد الغابہ صفحہ ۳۹۰ ج ۲۔

اصابہ میں ہے روی مسلم عن عبد اللہ بن یزید الخطمی عن حذیفۃ قال لقد حدثنی رسول اللہ ما کان وما یکون حتی تقوم الساعۃ یعنی صحیح مسلم میں ہے کہ حذیفہ نے کہا رسول اللہ نے ہمکو خبر دی ہے کل اون باتوں سے جو ہوچکیں یا ہونگی روز قیامت تک

کیا اس حدیث کو بھی دیکھکر اہلحدیث اسپر ایمان نہ لاینگے کہ رسول اللہ کو علم ما کان وما یکون یعنی علم غیب بتعلیم خدا حاصل تھا۔

سروایت اسد الغابہ میں یہ ہے کہ عمر اپنے عمال کی نسبت پوچھتے تھے کہ ان میں کوئی منافق ہے یا نہیں حالانکہ اسماء الرجال شیخ عبد الحق میں ہے صفحہ ۲۱

وقیل لحذیفۃ کیف عرفت امر المنافقین ولم یعرفہ ابوبکر ولا عمر قال انی کنت اسیر خلف رسول اللہ فنام علی راحلتہ فسمعت ناسا منھم یقولون لو طرحناہ عن راحلتہ فاندقت عنقہ فاسترحنا منہ فسرت بینھم وبینہ وجعلت اقرأ وارفع صوتی فانتبہ فقال من ھذا قلت حذیفۃ

یعنی کسی نے حذیفہ سے سوال کیا کہ تمکو نام منافقین کا کیونکر معلوم ہوا حالانکہ ابوبکر و عمر تک نجانتے تھے حذیفہ نے کہا شب عقبہ ہم سواری رسولخدا کے پیچھے پیچھے جاتے تھے حضرت کو کچھ نیند آگئی تھی کہ ہمنے سنا کچھ لوگ کہتے ہیں اگر ہم لوگ حضرت کو اونٹ سے گرادیں کہ گردن ٹوٹ جائے تو انکے ہاتھ سے خلاصی پائیں حذیفہ کہتے ہیں کہ یہ سنکر ہم درمیان

قال من اولئک قلت فلان و فلان حتی عد اسمائهم منافقون لا تخبرن احدا وجاء عن نافع بن جبیر قال لم یخبر رسول اللہ باسماء المنافقین الذین نخسوا به لیلة العقبة غیر حذیفة وھم اثنا عشر رجلا انتھی۔

میری گئی اور آواز کو بلند کیا حضرت بیدار ہو گئے پوچھا کون ہے میں نے عرض کیا کہ میں ہوں حذیفہ پھر پوچھا یہ کون لوگ ہیں میں نے سب کے نام بتلائے حضرت نے فرمایا یہ سب منافق ہیں کسی کو انکا نام نہ بتانا اور نافع سے منقول ہے کہ رسو خدا نے بجز حذیفہ کسی کو منافقین کے نام نہ بتائے تھے وہ لوگ بارہ آدمی تھے۔

پھر اوسی کتاب میں ہے وکان عمر یسال حذیفة عن حدیث العقبة ویسئلہ عن علامات النفاق ھل تری فیہ شیئا کہ عمر پوچھا کرتے تھے حدیث عقبہ کو اور علامات نفاق کو اور اس بات کو کہ آیا ہم میں بھی کچھ علامت نفاق پاتے ہو پھر تعجب ہے کہ اصل واقعہ کو یہ لوگ چھپا کر کیوں ایسی باتیں بناتے ہیں میزان الاعتدال علامہ ذہبی میں ہے کہ عمر نے کہا یا حذیفہ باللہ انا من المنافقین صـــــ ۳۲۶

کہ اے حذیفہ قسم خدا کی ہم منافقوں سے ہیں پھر نہ معلوم اس قسم کی افترا پردازی ہو کیا فائدہ

حضرت حر بن قیس یہ بھتیجے ہیں عیینہ بن حصین کے حر نے عیینہ کیلئے اجازت طلب کی عمر نے اجازت دی تو عیینہ نے عمر سے کہا اے ابن خطاب خدا کی قسم تم ہمیں مال نہیں دیتے اور ہمارے درمیان میں انصاف نہیں کرتے اسد الغابہ صـــــ ۲۷۱

اب اس سے بڑھکر کونسی شہادت ہو سکتی ہے اسکی کہ عمر نا انصافی کرتے کیونکہ خود صحابی رسول گواہی دے رہا ہے۔

حرام بن ملحان حضرت انس کہتے تھے کہ جو آیتیں قرآن کی منسوخ ہو گئیں ان میں ایک آیت یہ بھی تھی بلغوا اخواننا ان قد لقینا ربنا فرضی عنا و رضینا عنہ اسد الغابہ صـــــ ۲۷۲

اصابہ میں اسی کے ترجمہ میں ہے وکان مسلما یکتم اسلامہ لامرءة من قومہ صـــــ ۳۰۱ کہ اپنا اسلام خوف سے ایک عورت کے مخفی رکھتا تھا کیا اب بھی تقیہ پر اعتراض ہو سکتا ہے جب ایسا صحابی اپنے اسلام کو مخفی رکھتا تھا۔

حرقوص بن زہیر سعدی حضرت عمر نے انکو مسلمانوں کے مدد کیلئے بھیجا تھا یہ پہلے جناب امیر کے ساتھ بھی جنگ صفین میں تھے مگر آخر میں خارجی ہو گئے جب حضرت علی نے خوارج سے قتال کیا تو یہ خوارج کے ساتھ اور اوسی زمانہ ۳۷ھ میں مقتول ہوئے اسد الغابہ ص۲۷۵

حجر بن شراحیل کندی صحابی ہیں انھوں نے سال حارث واقع ۶۲ھ میں شہادت پائی ص۲۳ اسد الغابہ مگر افسوس نصرت امام حسین نہ کی۔

حزن بن ابی وہب رسول اللہ نے انکا نام سہل رکھا انھوں نے عرض کیا کہ میرا اپنا نام نہ بدلونگا سعد کہتے ہیں کہ وہ حزن کی ہم اب بھی اپنے میں دیکھتے ہیں پس اونکے اولاد میں بھی ایک سیج خلقی تھی ص۲ اسد الغابہ جلد ۲۔

کیا ایسے ہی صحابہ پر اہلسنت نازاں ہیں جو حضرت کے حکم سے اپنا نام بھی بدلنا نہ پسند کرتے۔

حسان بن ثابت انصاری بڑے اعلیٰ درجہ کے شاعر تھے کفار و مشرکین کی ہجو کیا کرتے حضرت عائشہ پر تہمت لگانے میں یہ بھی شریک تھے کفار و مشرکین کی ہجو کیا کرتے حسان بن ثابت مسطح بن اثاثہ حمنہ بنت جحش حضرت نے ان لوگوں پر اسی اسی درے مارے یہ نہایت بزدل تھے حضرت نے غزوہ خندق میں انکو بھی عورتوں کے ساتھ ایک بلند مقام پر پہنچا دیا تھا جو بمنزلہ قلعہ تھا ایک کافر آیا تو حضرت صفیہ نے کہا اسے قتل کرو کہا ہم اس کام کو نہیں حضرت صفیہ نے خود اوسے قتل کیا تو حسان سے کہا جا کر اس کا لباس وغیرہ اوتار لو حسان سے یہ بھی نہ ہو سکا ص۵ اسد الغابہ جلد ۳۔

ہمنے اس غرض سے انکا حال لکھا ہے کہ اہلسنت دعوی کرتے ہیں الصحابۃ کلھم عدول رضی اللہ عنہم جنتی ہیں وہ عادل نہیں تو اب وہ غور کریں کہ جب خود رسول اللہ کے روبرو حضرت کی محبوبہ پر ایسی تہمت لگائی جس پر اسی اسی درے لگائے گئے تو پھر اس پر کیونکر تعجب ہو سکتا ہے کہ بعد وفات رسول اپنے ذاتی اغراض کے لیے افترا کریں اسلیے کہ اسلامی دنیا میں جو کچھ فتنہ ہوا وہ انہیں صحابہ کے بدولت۔

تاریخ کامل میں سولہ آدمیوں کا نام لکھا ہے جنھوں نے جناب امیر کی بیعت نہ کی اون میں حسان بن ثابت کا بھی نام ہے فاما حسان فکان شاعرا لا یبالی ما یصنع فاما نعمان بن بشیر

مولاۓ عثمان ۱۳ ابوالحسن بیت المال صفحہ ۸۵ جلد ۳

یعنی حسان تو مرد شاعر تھے اونکو کچھ پروا نہ تھی کہ کیا کرتے ہیں اور زید بن ثابت کو عثمان نے

اور بیت المال کا متولی قرار دیا تھا۔ اسوجہ سے اونھوں نے جناب امیر کی بیعت نہ کی یہی زید بن ثابت

کاتب قرآن بھی ہیں جنھوں نے حسب خواہش عثمان ترتیب دیا تھا۔

جناب امام حسن علیہ السلام کا نام بھی اسی فہرست میں لیا گیا ہے لہذا ہمکو بھی یہیں لکھنا

پڑا ورنہ آپکا ذکر خیر تو رسول اللہ کے ساتھ ہوتا۔

(سیدنا وابن سیدنا) **حسن** (رضی اللہ عنہ)

فرزند جگر گوشہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

ابن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ قرشی ہاشمی کنیت ابو محمد۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں والدہ انکی فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو تمام دنیا کی عورتوں کی سردار ہیں اور یہ جوانان اہل جنت کے سردار اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم (کی زندگی کی بہار ہیں (صورت میں بھی) آپکے مشابہ تھے انکا نام حسن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا اور انکی کنیت ابو محمد آپ ہی نے قائم کی تھی اور ولادت سے ساتویں دن آپ نے عقیقہ کیا تھا اور انکے بال منڈوائے تھے اور حکم دیا تھا کہ انکے بالوں کی ہموزن چاندی خیرات کی جائے اہل کسا کے پانچویں شخص ہیں۔

ابو محمد عسکری نے کہا ہے کہ یہ نام جاہلیت میں (کسی کا) معلوم نہیں ہوتا اور انھوں نے ابن اعرابی سے انھوں نے مفضل سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا اللہ تعالےٰ نے (یہ دو نام) حسن اور حسین چھپا رکھے تھے یہانتک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں صاحبزادوں کا نام حسن اور حسین رکھا ابن اعرابی کہتے ہیں میں نے مفضل سے کہا کہ وہ دو شخص یمن میں تھے (انکا نام بھی تو حسن اور حسین تھا) مفضل نے کہا انکا نام حسن ساکن السین اور حسین بفتح حاد کسر سین تھا ان دونوں صاحبزادوں سے پہلے حسن اور حسین کسی کا نام نہ تھا صرف حسن کے نام سے ایک گاؤں بلاد ضبہ میں ہے (جسکی نسبت) ابن عثمہ (شاعر) نے (یہ شعر) لکھا ہے۔

عند الله احضر یا الحسن السبیل - اسی مقام میں بسطان بن قیس شیبانی قتل کیے گئے
حسن بن ابی طالب جنکی والدہ فاطمہ بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھیں نصف رمضان
سنہ ۳ ہجری میں پیدا ہوئے تھے اور مدینہ منورہ میں سنہ ۴۹ ہجری میں ان کی وفات ہوئی اور بعض
لوگ کہتے ہیں کہ ان کی ولادت نصف شعبان سنہ ۳ میں ہوئی اور بعض کہتے ہیں غزوہ احد کے
ایک سال بعد اور بعض کہتے ہیں دو سال بعد پیدا ہوئے ہجرت کے اور غزوہ احد کو درمیان میں
دو برس چھ مہینے پندرہ دن کا فصل تھا - ام فضل نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ
میں نے (خواب میں) دیکھا ہے کہ گویا ایک عضو آپکا میرے گھر میں ہے حضرت نے فرمایا کہ تم نے
اچھا (خواب) دیکھا فاطمہ سے ایک بچہ پیدا ہوگا جسکو تم قثم کا دودھ پلاؤگی چنانچہ حضرت
حسن پیدا ہوئے اور ام فضل نے انکو قثم کا دودھ پلایا علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ کہتے
تھے جب حسن پیدا ہوئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے بیٹے
کو مجھے دکھاؤ تم نے اسکا نام کیا رکھا میں نے عرض کیا کہ میں نے اسکا نام حرب رکھا ہے
حضرت نے فرمایا وہ (حرب نہیں ہے) بلکہ اسکا نام حسن ہے پھر جب حسین پیدا ہوئے تو ہم نے انکا
نام بھی حرب رکھا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے (بدستور سابق)
فرمایا کہ میرے بیٹے کو مجھے دکھاؤ تم نے اسکا کیا نام رکھا میں نے عرض کیا کہ میں نے اس کا
نام حرب رکھا ہے حضرت نے فرمایا وہ (حرب نہیں ہے) بلکہ (اسکا نام) حسین ہے پھر
جب تیسرا لڑکا پیدا ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے بیٹے کو مجھ
دکھاؤ تم نے اسکا کیا نام رکھا میں نے عرض کیا کہ میں نے اسکا نام حرب رکھا آپ نے فرمایا
وہ (حرب نہیں ہے) بلکہ (اسکا نام) محسن ہے بعد اس کے آپ نے فرمایا کہ میں ان تینوں کے
وہ نام رکھتا ہوں جو ہارون (پیغمبر علیہ السلام) کے بیٹوں کے نام تھے (یعنی) شبر اور شبیر اور مشبر
حضرت حسن سے (ام المومنین) عائشہ نے اور شعبی اور سوید بن غفلہ اور شقیق بن سلمہ
اور ہبیرہ بن یریم اور مسیب بن نجبہ اور اصبغ بن نباتہ اور ابو الحوراء اور معاویہ بن خدیج
اور اسحاق بن یسار اور محمد بن سیرین وغیرہم نے روایت کی ہے
حضرت حسن بن علی فرماتے تھے مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کلمات تعلیم فرمائے ہیں

جنکو میں وتر (کی دعائے قنوت) میں پڑھ لیا کرتا ہوں (وہ کلمات یہ ہیں) اللھم اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک وانہ لا یذل من والیت تبارکت ربنا وتعالیت۔ یزید بن ابی مریم نے خبر دی وہ کہتے تھے میں نے حضرت حسن بن علی سے عرض کیا کہ آپ کو رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ باتیں یاد ہوں تو بیان کیجیے انھوں نے کہا مجھے رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بات یہ یاد ہے کہ میں نے (ایک مرتبہ) چھوہاروں میں سے ایک چھوہارا لیکر اپنے منھ میں رکھ لیا تھا حضرت نے اوسکو (میرے منھ سے) نکال لیا اس حال میں کہ اوس میں میرا لعاب (دہن) مل چکا تھا اور اوس کو صدقہ کے چھوہاروں میں ملا دیا کسی نے کہا کہ یا رسول اللہ ایک چھوہارے کی کیا بات تھی (آپ اسے کھا لینے دیا ہوتا) آپ نے فرمایا کہ ہمارے لیے یعنی آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے اور رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس بات میں تمکو شک ہو اوسکو ترک کر دو کیونکہ سچائی نام اطمینان کا ہے اور شک جھوٹی چیز ہے اور حضرت ہمیں اس دعا کی تعلیم دیا کرتے تھے اس کے بعد انھوں نے قنوت کی حدیث ذکر کی۔

سفیان ثوری نے خبر دی کہ وہ کہتے تھے حضرت حسن بن علی سے سنا وہ کہتے تھے میں نے رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص نماز پڑھکر اپنے مصلا پر بیٹھا رہے یہانتک کہ آفتاب نکل آئے تو یہ کام اوسکے لیے دوزخ سے حجاب ہو جائیگا یا فرمایا کہ دوزخ ایک پردہ ہو جائیگا۔ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسن اور حسین جوانان جنت کے سردار ہیں سوا دو خالہ زاد بھائیوں یعنی عیسی اور یحیی بن زکریا علیہم السلام کے۔ اسامہ بن زید نے خبر دی وہ کہتے تھے کہ میں ایک رات کو کسی کام سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ میرے پاس باہر تشریف لائے اور آپ کسی چیز کو اوٹھائے ہوئے (چادر میں چھپائے ہوئے) تھے مجھے معلوم نہیں ہوا کہ آپ کس چیز کو اوٹھائے ہوئے ہیں پھر جب میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو میں نے پوچھا حضرت یہ کیا چیز ہے جسکو آپ اوٹھائے ہوئے ہیں

آپ نے چادر کھولدی تو معلوم ہوا کہ حسن اور حسین ہیں جنکو آپ اپنی گود میں لیے ہوئے تھے
پھر آپنے فرمایا کہ یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے اللہ میں ان دونوں کی
محبت رکھتا ہوں پس تو بھی ان دونوں سے محبت رکھ اور جو شخص انسے محبت رکھے تو بھی اوس
سے محبت رکھ۔ (ایکمرتبہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہوکر فرمایا کہ میرا بیٹا
(یعنی حسن) سردار ہے اسکے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہونکے صلح کرادیگا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ خطبہ پڑھ رہے تھے اوسی حالت میں حسن اور حسین دو گھر سے
باہر آئے سرخ کرتے پہنے ہوئے چلے آرہے تھے اور اونکے پیر رکھڑاتے تھے رسولخدا صلی اللہ
علیہ وسلم منبر سے اوتر پڑے اور اونکو گود میں اوٹھا کر اپنے سامنے بیٹھالیا بعد اوسکے فرمایا
اللہ سچ فرماتا ہے انما اموالکم واولادکم فتنۃ میں نے ان دونوں بچونکو دیکھا کہ چلے
آرہے ہیں اور اونکے پیر لغزش کرتے ہیں تو مجھسے نہ رہا گیا یہانتک کہ میں نے اپنی بات قطع کردی
اور اونکو اوٹھالیا۔ نیز وہ کہتے تھے انس بن مالک سے روایت کرکے خبر دی وہ کہتے تھے
حسن بن علی سے زیادہ (صورت میں) رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ کوئی نہ تھا۔
ابن عباس سے نقل کرکے خبر دی کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) حضرت حسن کو اپنے
شانہ پر سوار کیے ہوئے تھے کسی نے کہا کہ اے صاحبزادے تم کیسی اچھی سواری پر سوار ہو تو
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ سوار بھی تو اچھا ہی ہے میں نے رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کو
دیکھا کہ آپ حسن بن علی کو اپنے شانے پر سوار کیے ہوئے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ اے اللہ
میں اسکو دوست رکھتا ہوں تو بھی اسے دوست رکھ۔ عمر بن ابی سلمہ ربیب نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے روایت کرکے خبر دی کہ وہ کہتے تھے حضرت ام سلمہ کے گھر میں جب یہ آیت نازل
ہوئی انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا۔ تو
ام سلمہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں بھی ان لوگوں میں ہوں تو آپ نے فرمایا کہ تم
اپنی جگہ پر ہو اور تم بہتری پر ہو۔ زید بن ارقم سے روایت کرکے خبر دی وہ کہتے تھے رسولخدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دو گرانقدر چیزیں تم میں چھوڑے جاتا ہوں جبتک
انکے ساتھ تمسک کرتے رہوگے ہرگز گمراہ نہوگے ایک چیز ان میں سے بہ نسبت دوسری کے

بڑی ہے وہ دونوں یہ ہیں (کتاب اللہ جو مثل) ایک رسی (کے) ہے آسمان سے زمین کیطرف
لٹکی ہوئی اور میری عترت یعنی میرے اہلبیت اور یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے جدا نہونگی
یہانتک کہ میرے پاس حوض کوثر (پر ساتھ ہی ساتھ) پہونچ جائینگی میں خیال رکھنا کہ میرے
بعد تم ان دونوں سے کیا معاملہ کرتے ہو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے محبت رکھو بوجہ
ان نعمتوں کے جو روزانہ تمپر فائض ہوتی ہیں اور بوجہ اللہ کی محبت کی مجھسے محبت رکھو اور بوجہ میری
محبت کے میرے اہلبیت سے محبت رکھو بعض لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت حسن بن علی نے کئی حج پاپیادہ
کیے اور فرماتے تھے کہ مجھے اپنے پروردگار سے شرم آتی ہے کہ میں اس حالت میں اس سے ملوں کہ میں
اسکے گھر تک پاپیادہ نہ جاؤں اور تین مرتبہ انھوں نے اپنا نصف مال اللہ کی راہ میں دیا اور نصف
بھی اسطرح کہ ایک جوتی رکھ لیتے تھے اور ایک جوتی دیدیتے تھے اور دو مرتبہ اپنا پورا مال دیدیا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ حسن بھی اسباط میں سے ایک سبط ہیں حضرت حسن بہت ہی
بردبار اور کریم اور پرہیزگار تھے انکی پرہیزگاری ہی نے انھیں اس بات پر آمادہ کیا انھوں نے
اللہ کے یہاں کی ناز و نعیم پر قناعت کرکے دنیا اور اسکی سلطنت چھوڑ دی اور فرمایا کرتے تھے
کہ میں نہیں چاہتا کہ میں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حاکم ہوں اور میری حکومت میں کسی کا خون
پچھنے سے بھی گرایا جائے حضرت عثمان بن عفان کی مدد میں سبقت کرنیوالوں میں سے تھے انکے والد
علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفہ بنائے گئے حضرت علی سترہ رمضان سنہ ۴۰ھ میں شہید ہوئے
تھے حضرت حسن کے ہاتھ پر چالیس ہزار سے زیادہ آدمیوں نے جان دیدینے کے اقرار پر بیعت
کی تھی یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے انکے والد حضرت علی سے بھی بیعت کی تھی مگر وہ حضرت حسن کی
زیادہ اطاعت کرنیوالے اور انسے زیادہ محبت رکھنے والے تھے حضرت حسن قریب سات مہینہ
عراق اور اسکے ماسوا یعنی خراسان اور حجاز اور یمن وغیرہ کے خلیفہ رہے پھر حضرت معاویہ
شام سے انکی طرف چلے اور یہ حضرت معاویہ کیطرف چلے جب دونوں لشکر مقابل میں
آگئے تو حضرت حسن نے خیال کیا کہ ایک کو دوسرے پر فتح نہیں مل سکتی جب تک کہ دوسرے
لشکر کا اکثر حصہ مقتول نہو جائے لہذا انھوں نے حضرت معاویہ کو پیغام دیا کہ میں تمھیں
خلافت دیے دیتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ تمھارے بعد پھر میں خلیفہ کیا جاؤں اور اس

شرط پر کہ اہل مدینہ اور اہل حجاز و عراق سے اون چیزوں کو طلب نہ کرنا جو میرے والد کے وقت
میں اونھیں مل چکی ہیں اسکے علاوہ اور قواعد بھی تھے حضرت معاویہ نے اسکی درخواست منظور
کرلی اور وہ معجزہ نبویہ ظاہر ہوا جو حضرت نے فرمایا تھا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اللہ اسکے ذریعہ سے
مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دیگا اس سے بڑھکر اور کیا بزرگی ہوگی کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے انکو سردار فرمایا۔

حضرت حسن اپنے والد امیر المومنین (علی مرتضی) کی وفات کے بعد (خطبہ پڑھنے) کھڑے
ہوئے اور اللہ عزوجل کی حمد کے بعد فرمایا ہمیں اہل شام (کی لڑائی) سے کسی شک یا ندامت نے
نہیں روکا ہم اہل شام سے سلامتی اور صبر کے ساتھ لڑتے تھے مگر اب عداوت کیوجہ سے سلامتی
جاتی رہی اور جزع کی سبب سے صبر چلا گیا جب جنگ صفین کیطرف تم بلائے جاتے تھے تو
اسوقت تمھارا دین دنیا سے مقدم تھا مگر اب تمھاری دنیا تمھارے دین سے مقدم ہوگئی ہے
آگاہ رہو ہم تو اب بھی تمھارے لئے ویسے ہی ہیں جیسے تھے مگر تم ہمارے لئے اب ویسے نہیں ہو جیسے تھے
اسوقت دو قسم کے لوگ تمھارے مقتول ہوچکے ہیں جنکے لئے تم رو رہے ہو اور کچھ لوگ نہروان
میں مقتول ہوچکے ہیں جنکا انتقام تم طلب کر رہے ہو جو لوگ باقی رہ گئے ہیں وہ ناکام ہیں
اور جو رو رہے ہیں وہ پریشان ہیں سنو معاویہ نے ہمیں ایک ایسی بات کیطرف بلایا
ہے جس میں نہ عزت ہے نہ انصاف ہے اگر تم موت کے خواہشمند ہو تو ہم معاویہ کی بات نامنظور
کردیں اور اللہ عزوجل کے سامنے تلوار کی باڑھ سے فیصلہ کریں اور اگر تم زندگی کے
خواہشمند ہو تو ہم معاویہ کی بات مان لیں اور جس بات پر تم راضی ہو اوسی کو اختیار کریں
تو سب لوگوں نے ہر طرف سے اونھیں آواز دی کہ ہم باقی رہنے کے خواہشمند ہیں جب سب نے
متفق ہو کر یہی بات کہی تو حضرت حسن نے صلح منظور کرلی۔

ایک شخص حضرت حسن بن علی کے سامنے کھڑا ہوا جبکہ اونھوں نے حضرت معاویہ سے بیعت
کرلی اوس شخص نے کہا کہ تمنے مومنوں کے منھ میں کالک لگادی یا یہ کہا کہ اے مومنوں کے
روسیاہ کرنیوالے حضرت حسن نے فرمایا کہ اللہ تجھپر رحم کرے مجھے طعنہ نہ دے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کو خواب میں دکھایا گیا تھا کہ بنی امیہ آپکے منبر پر کھڑے ہیں یہ بات آپکو

بہت ناگوار ہوئی اور یہ آیت نازل ہوئی انا انزلنہ فی لیلۃ القدر وما ادرٰیک
ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شہر حضرت نے فرمایا کہ ہزار مہینوں سے
مراد وہ ہزار مہینے ہیں جن میں میرے بعد بنی امیہ بادشاہت کرینگے

اوس وقت کی تعیین میں اختلاف ہے جس میں حضرت حسن نے خلافت حضرت معاویہ کے
حوالے کی بعض لوگ کہتے ہیں جمادی الاولی سنہ ۴۱ھ میں اور بعض لوگ کہتے ہیں ربیع الآخر
میں پہلے قول کے موافق حضرت حسن کی خلافت چھ مہینے بارہ دن رہی اور جو لوگ کہتے ہیں
ربیع الاخرہ میں یہ واقعہ ہوا ان کے قول کے موافق چھ مہینے اور کچھ دن رہی اور جو لوگ
کہتے ہیں جمادی الاولی میں یہ واقعہ ہوا اونکے نزدیک آٹھ مہینہ رہی واللہ اعلم
ان تمام اقوال میں انہیں لوگوں کا قول صحیح ہے جو کہتے ہیں سنہ ۴۱ھ میں یہ صلح ہوئی انتہی وہم ہوگیا کہ
جب حضرت حسن نے معاویہ سے بیعت کی تو قبل اسکے کہ حضرت معاویہ کوفہ میں آئیں حضرت
حسن نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ اے لوگو ہم تمہارے سردار اور تمہارے مہمان ہیں اور
ہم تمہارے نبی کے اہلبیت سے ہیں جنسے اللہ نے ناپاکی کو دور کردیا ہے اور انھیں خوب پاک
کردیا ہے اس کلمہ کو کئی مرتبہ کہا یہانتک کہ سب لوگ رونے لگے اور اونکے رونیکی آواز
کانوں میں آئی جب حضرت معاویہ کوفہ پہونچے تو لوگوں نے انسے بیعت کی عمرو بن عاص نے
حضرت معاویہ سے کہا کہ آپ حضرت حسن سے کہیے کہ خطبہ پڑھیں حضرت معاویہ نے
کہا ہمیں اسکی ضرورت نہیں ہے عمرو بن عاص نے کہا میں اسکو مناسب سمجھتا ہوں تاکہ
ان کی ناقابلیت ظاہر ہوجائے کیونکہ وہ ان باتونکو نہیں جانتے حضرت معاویہ نے کہا
اے حسن اٹھو اور لوگونسے بیان کرو جو ہمارے اور تمہارے درمیان میں واقعات
گذرے ہیں انکو ظاہر کردیں حضرت حسن اوس بات کی بیان کرنیکو کھڑے ہوگئے
جسکے متعلق انھوں نے پہلے سے کچھ غور نہ کیا تھا انھوں نے اللہ کی حمد و ثنا بیان
کی بعد اسکے فی البدیہہ فرمایا کہ اے لوگو اللہ نے تمھیں ہمارے اگلے (نبی صلی اللہ
علیہ وسلم) اسکے ذریعہ سے ہدایت کی اور ہمارے پچھلے کے (یعنی میرے) ذریعہ سے تمہارے
جانونکی حفاظت کی آگاہ رہو سب سے زیادہ عقلمندی پرہیزگاری ہے اور سب سے زیادہ

بیوقوفی بدکاری ہی اور یہ معاملہ جسکے متعلق ہمارے اور معاویہ کے درمیان میں اختلاف
ہوا (دو حال سے خالی نہیں) یا تو وہ مجھسے زیادہ اسکے حقدار ہیں اور یا یہ میرا حق ہی جو میں نے
اللہ عزوجل کیلئے اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح کیلئے اور تمہاری جانوں کے
حفاظت کے لیئے ترک کر دیا پھر جب حضرت معاویہ کے طرف متوجہ ہوئے فرمایا وان
ادری لعله فتنة لكم ومتاع الى حين تو حضرت معاویہ نے انسے کہا کہ اب بیٹھو
اور تم بیٹھے اور عمرو بن عاص سے کہا کہ تمہارا یہی مقصود تھا حضرت حسن کے وفات کے
وقت میں بھی اختلاف ہی بعض لوگ کہتے ہیں ۴۹ھ میں انکی وفات ہوئی بعض لوگ کہتے ہیں
۵۰ھ میں اور بعض لوگ کہتے ہیں ۵۱ھ میں خضاب لگایا کرتے تھے۔ انکی وفات کا سبب
یہ ہوا کہ انکی بی بی جعدہ بنت اشعث بن قیس نے انھیں زہر پلا دیا تھا اور دست آنا شروع
ہوئے اور یہ حالت ہوئی کہ انکے نیچے ایک طشت رکھدیا جاتا تھا اور دوسرا اوٹھایا
جاتا تھا قریب چالیس دن کے یہی حالت رہی اور اسی سے وفات ہوگئی جب انکا مرض بڑھ
گیا تو اپنے بھائی حسین رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ اے بھائی مجھے تین مرتبہ زہر پلایا گیا
مگر اس مرتبہ ایسا نہیں پلایا گیا میرے جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کے گر رہے ہیں حضرت حسین نے
پوچھا کہ آپکو زہر کسنے پلایا ہی حضرت حسن نے کہا کہ تم کیوں پوچھتے ہو کیا تم اون لوگونسے
لڑنا چاہتے ہو میں انھیں اللہ عزوجل کو حوالہ کرتا ہوں جب انکی وفات کا وقت قریب آیا
تو حضرت عائشہ کے پاس ایک آدمی بھیجکر اس امر کی اجازت طلب کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کیساتھ مدفون کیا جاؤں حضرت عائشہ نے اسکو منظور کر لیا پھر اپنے بھائی سے فرمایا
کہ جب میں مر جاؤں تو تم پھر عائشہ سے اجازت طلب کرنا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
ہمراہ دفن کیا جاؤں میں نے اونسے اجازت طلب کی تھی اور انھوں نے منظور کر لیا تھا
مگر شاید انھوں نے میری مروت کیوجہ سے ایسا کیا ہو لہذا میرے بعد اگر وہ اجازت دیں
تو تم مجھے انکے گھر میں دفن کر دینا مگر مجھے خیال ہوتا ہی کہ بنی امیہ تمہیں روکینگے لہذا اگر وہ
ایسا کریں تو تم اونسے اسکے متعلق مزاحمت نکرنا اور مجھے جنت البقیع میں دفن کر دینا
چنانچہ جب انکی وفات ہوگئی تو حضرت حسین حضرت عائشہ کے پاس اس کی

اجازت طلب کرنے کیلئے گئے حضرت عائشہ نے کہا مجھے بہت خوشی سے منظور ہے جب خبر
مروان کو اور باقی بنی امیہ کو پہونچی تو انھوں نے کہا خدا کی قسم وہ وہاں ہرگز نہیں
دفن کیے جا سکتے حضرت حسین کو جب یہ معلوم ہوا تو انھوں نے اور انکے ساتھ والوں
نے ہتھیار اوٹھائے مروان نے بھی ہتھیار اوٹھائے حضرت ابو ہریرہ نے اس کو سنا
تو انھوں نے کہا خدا کی قسم یہ بڑا ظلم ہے کہ حسن کو انکے باپ کے پاس دفن ہونے سے
روکا جاتا ہے واللہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ہیں پھر وہ حضرت حسین کے
پاس گئے اور انکو سمجھایا اور خدا کا واسطہ دلایا اور کہا کہ آپ کے بھائی نے نہ کہا تھا
کہ اگر تمھیں (بنی امیہ کی مخالفت کا) خوف ہو تو مجھے مسلمانوں کے مقبرہ میں لیجانا حضرت
حسین نے مان لیا اور انھیں جنۃ البقیع میں اوٹھا لیگئے بنی امیہ میں سے کوئی شخص
سوا سعید بن عاص کے انکے ساتھ نہ تھا سعید بن عاص مدینہ کے حضرت حسین خود
انکے پاس گئے تھے تاکہ وہ نماز جنازہ پڑھا دیں اور انسے فرمایا تھا کہ اگر یہ سنت نہوتی
تو میں ہرگز تمھارے پاس نہ آتا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ انکے جنازہ میں خالد بن ولید
بن عقبہ بن ابی معیط بھی شریک تھے انھوں نے بنی امیہ سے اجازت مانگی تھی اور
انھوں نے انکو اجازت دیدی تھی حضرت حسن نے اپنے بھائی حضرت حسین کو وصیت
کی تھی اور انسے کہا تھا کہ میں سمجھتا ہوں کہ نبوت اور خلافت دونوں کو خدا ہمارے گھر
میں جمع نہ کریگا لہذا اہل کوفہ تمھیں دھوکہ دے کے تمھیں لڑائی پر آمادہ نہ کریں۔ فضل
بن دکین کہتے تھے جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا مرض بڑھ گیا تو انھیں
جزع کی حالت طاری تھی ایک شخص انکے پاس آیا اور اوسنے کہا کہ اے ابو محمد یہ جزع
کیسی جسوقت آپ کی روح اپنے جسم سے جدا ہوگی اوسوقت آپ اپنے والدین علی
اور فاطمہ اور نانا نانی یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اور خدیجہ اور اپنے چچا یعنی حمزہ
اور جعفر اور اپنے ماموں یعنی قاسم اور طیب اور طاہر اور ابراہیم اور اپنی خالہ
یعنی رقیہ اور ام کلثوم اور زینب کے پاس پہونچینگے یہ سنکر انکی وہ حالت دور ہوگئی جب
حضرت حسن کی وفات ہوئی تو بنی ہاشم کی عورتوں نے ایک مہینہ تک انکی بابت نوحہ کیا اور ایک

التنقید (۱) اس تحریر میں چند امر تنقید طلب ہیں (۱) جناب امیر نے خود آپکا نام حرب رکھا تھا جناب رسول اللہ نے تبدیل کر کے حسن رکھا تاکہ سب کتب روایات اہلسنت اسکے خلاف ہیں خود تاریخ خمیس میں یہ ہے جو مشہور کتب تواریخ اہلسنت سے ہے صفحہ ۴۷۱ جلد اول

عن اسماء بنت عمیس قالت قبلت فاطمۃ بالحسن فجاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا اسماء ہلمی ابنی فدفعتہ الیہ فی خرقۃ صفراء فالقاہا عنہ قائلا الم اعہد الیکن ان لا تلفوا مولودا فی خرقۃ صفراء فلففتہ بخرقۃ بیضاء فاخذہ واذن فی اذنہ الیمنی واقام فی الیسری ثم قال لعلی ای شیء سمیت ابنی قال ما کنت لا سبقک بذلک فقال ولا انا سابق ربی بہ فہبط جبریل فقال یا محمد ان ربک یقرئک السلام ویقول لک علی منک بمنزلۃ ہارون من موسی ولکن لا نبی بعدک فسم ابنک ہذا باسم ولد ہارون فقال وما کان اسم ابن ہارون یا جبریل قال شبر فقال صلی اللہ علیہ وسلم ان لسانی عربی فقال سمہ الحسن ففعل صلی اللہ علیہ وسلم فلما کان بعد حول ولد الحسین فجاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم وذکرت مثل الاول وساقت قصۃ التسمیۃ مثل الاول وان جبریل امرہ ان یسمیہ باسم

یعنی جب امام حسن پیدا ہوئے تو رسول اللہ نے فرمایا اے اسماء ہمارے فرزند کو لاؤ اسماء نے جب حاضر کیا تو پوچھا ہمارے بیٹے کا کیا نام رکھا ہے جناب امیر نے عرض کیا ہم اس بارے میں سبقت نہیں کر سکتے تھے آپ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم بھی خدا پر سبقت نہیں کر سکتے۔ تب حضرت جبریل نازل ہوئے اور فرمایا کہ خدا بعد تحفہ درود و سلام فرماتا ہے کہ علی تمہارے بمنزلہ ہارون کے موسی سے ہیں مگر نبی نہیں ہیں۔ لہذا جو نام فرزند ہارون کا تھا وہی نام رکھو۔ پوچھا کیا نام تھا کہا شبر۔ حضرت نے فرمایا ہماری زبان تو عربی ہے حضرت جبریل نے کہا تو پھر حسن نام رکھو حضرت نے یہی نام رکھا۔ سال بھر کے بعد جب جناب امام حسین پیدا ہوئے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور وہی تقریر ہوئی اور حضرت جبریل نازل ہوئے اور فرمایا کہ اسے

ولد هارون شبير فقال لها النبي مثل الاول فقال سمه حسينا اخرجه الامام علي بن موسى الرضا ع

رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) اس کا نام حسینؑ رکھو۔

یہ روایت صرف تاریخ خمیس ہی میں نہیں ہے بلکہ ہدایت السعداء۔ شرف النبوۃ۔ وسیلۃ المتعبدین۔ ذخائر العقبےٰ۔ ریاض النضرہ۔ کتاب الاکتفا فی فضائل الخلفا میں موجود ہے جنکی کل عبارتیں کتاب مستطاب عبقات الانوار حدیث منزلت میں منقول ہیں ملاحظہ ہو ص۲۳۲ لغایت ۲۴۴،

اس سے نہ صرف اس مضمون کا ابطال ہوتا ہے کہ جناب امیر نے پہلے حرب نام رکھا تھا بعد رسول اللہ نے حسن و حسین رکھا بلکہ اسکا بھی کہ حضرت محسن پیدا ہو چکے تھے اور اونکا نام رسول اللہ نے محسن رکھا کیونکہ یہ نام قبل از ولادت رکھا گیا تھا۔

افسوس کہ توہین شان خاندان رسالت میں کسی وقت کوتاہی نہیں کیگئی اسلیئے یہ روایت تصنیف ہوئی کہ جناب امیر نے بعد ولادت حرب نام رکھا حالانکہ ہم شرفا کے روزمرہ میں دیکھتے ہیں کہ جہاں اس قسم کے تعلقات ہوتے ہیں وہاں بزرگونکی موجودگی میں کبھی اسکا اقدام نہیں کیاجاتا کہ بزرگونکے رہتے ہوئے کوئی نام رکھے چہ جائیکہ اوس خاندان میں یہ بات ہو جو خاندان رسالت اور مہبط وحی ہو جب جناب سیدہ کا عقد بلا حکم خداوند عالم نہ کیاجائے وہاں نام کیونکر بغیر حکم خدا رکھا جاسکتا ہے۔

محقق دہلوی شیخ عبدالحق اسماء الرجال مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں وروی ان جبرئیل جاء باسمهما فی قطعة حرير من عند الله هدية الى رسول الله صفحہ ۱۶ ورق قلمی

کہ حضرت جبرئیل ایک قطعہ حریر پر دونوں نام لکھے ہوئے لائے بطور تحفہ خدا کیطرف سے پھر کیونکر عقل باور کرسکتی ہے کہ قبل از نزول وحی جناب امیر نے یہ نام رکھدیا ہو جبکہ بغیر حکم رسول آپ کوئی کام نکرتے ہوں غرض جہاں وہ حصہ روایت غلط ہے کہ جناب امیر نے حرب نام رکھا تھا وہاں یہ حصہ بھی پورے طور سے موضوع ہے کہ تیسرا لڑکا محسن نامی حضرت کے زمانہ میں پیدا ہوا ہو کیونکہ بجز اس روایت کے کوئی ذکر اوسکا نہیں پایا جاتا کہ وہ کب پیدا ہوئے ہاں معارف ابن قتیبہ میں ہے۔ هلك وهو صغیر صفحہ ۱۲۸

مگر یہ سب پردہ داری ہے اسکی کہ انکی شہادت عمر بن الخطاب کے ظلم و ستم سے ہوئی جسکا قصہ تمام عالم میں مشہور ہے یہانتک کہ ابراہیم بن سیار نظام جو مذہب نظامیہ کا امام ہے وہ بھی اسپر مجبور ہوا کہ امر حق کو قبول کرے چنانچہ ملل و نحل شہرستانی میں ہے نسخہ مطبوعہ

ان عمر ضرب بطن فاطمة عليها السلام يوم البيعة حتى القت المحسن من بطنها وكان يصيح احرقوها بمن فيها وما كان في الدار غير علي وفاطمة والحسن والحسين

کہ عمر نے شکم جناب سیدہ پر مارا جس سے حضرت محسن کا اسقاط ہوا وہ کہتا تھا اس گھر کو جلا دو حالانکہ اوس مکان میں بجز جناب سیدہ اور جناب امیر و حسنین کوئی نہ تھا۔

چونکہ اس بحث کی کافی تحقیقات رسالہ النار الموقدہ میں ہو چکی ہے لہذا زیادہ ثبوت کی ضرورت نہیں کیونکہ حضرات اہلسنت نے اس ظلم صریح کے اخفا میں بہت کوشش کی ہے۔

ہاں بعض اشخاص نے یہ استبعاد کیا ہے کہ قبل از ولادت کیونکر معلوم ہو سکتا ہے کہ لڑکا ہے یا لڑکی اور اسکا نام کیونکر رکھا جا سکتا ہے لہذا اسکا دفعیہ اس عبارت سے کریگے کہ محب الدین طبری ریاض النضرہ میں لکھتے ہیں ذکر فراست ابوبکر و کراماتہ۔

وانه قال التي في بطن ابنة خارجة اراها جارية فولدت ام كلثوم صفحہ ۱۲۵

یعنی ابوبکر نے عائشہ سے کہا ہم چار وارث چھوڑے جاتے ہیں دو بیٹیاں تین بیٹے تو عائشہ نے کہا تیسری بیٹی کون ہے تو کہا بنت خارجہ (زوجہ ابوبکر کا نام) حاملہ ہے اور ہمارا گمان ہے کہ وہ لڑکی ہو جسکے بعد ام کلثوم پیدا ہوئی۔

یہ وہی ام کلثوم ہے جس سے عمر نے عقد کرنا چاہا اور اوس نے انکار کیا اور یہ سب واقعات حضرت ام کلثوم بنت جناب امیر کی طرف منسوب ہوگئے۔

تو کیا اسکو باور کر سکتے ہیں کہ ابوبکر تو بتا جائیں ہمارے لڑکی پیدا ہوگی اور جناب رسول اللہ کو اسکا علم نہو کہ جناب سیدہ کے ایک اور بیٹا ہونے والا ہے حالانکہ احادیث میں اسکی تصریح موجود ہے کہ میں وہی نام رکھتا ہوں جو ہارون نبی پیغمبر کے بیٹوں کے نام تھے یعنی شبر اور شبیر اور مشبر جس سے یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ وہ حضرت کے عہد میں پیدا بھی ہو چکے تھے۔

(۳) اس واقعہ کو سب نے لکھا ہے کہ حضرت نے صدقہ کا خرما جناب امام حسن کے منھ سے نکال لیا جسکے

نسبت ابن حجر لکھتے ہیں۔

وهذه القصة اخرجها اصحاب الصحیح من حدیث ابی هریرة صفحہ ۱ جلد ۲

اس حدیث کو کل اصحاب صحیح نے لکھا ہے بروایت ابوہریرہ مگر وہ اشخاص بہت کم ہیں جنھوں نے اسپر غور کیا ہو کیونکہ یہ واقعہ اوس زمانہ کا ہے جو زمانہ آپکی رضاعت کا تھا اسپر رسول کا فرمانا کخ کخ اما تعلم ان الصدقة حرام علینا ہاں ہاں تم نہیں جانتے کہ صدقہ ہمپر حرام ہے۔

حسب تحریر قاضی نور اللہ شوستری اعلی اللہ مقامہ احقاق الحق میں معلوم ہوتا ہے کہ ابن حجر عسقلانی نے اسکا یہ جواب دیا ہے کہ جناب امام حسن اور دوسرے لڑکے برابر نہیں ہوسکتے لان الحسن فی تلک الحال کان یطالع اللوح المحفوظ صفحہ ۲۲۴ احقاق الحق۔

کہ جناب امام حسن اوسوقت میں لوح محفوظ کا مطالعہ فرماتے تھے مگر افسوس نسخۂ حاضرہ یہ عبارت نہیں ملتی نہ معلوم کب نکالدی گئی مگر ہمکو اس سے بحث نہیں کیونکہ حضرت نے اس حدیث سے اسکو ظاہر کیا کہ رسول کا اہلبیت کون ہے کیونکہ صحیح مسلم میں یہ باب اسکے لیے باندھا گیا ہے باب لا تحل الصدقة لرسول اللہ واهل بیته صفحہ ۳۴۳ سراج وہاج شرح صحیح مسلم

جس سے معلوم ہوا کہ اہلبیت حقیقۃً یہی حضرات ہیں نہ ازواج جنکے لیے صدقہ عام طور سے مباح تھا چنانچہ اوسی صحیح مسلم میں ہے انی لا نقلب الی اهلی فاجد التمرة ساقطة علی فراشی فارفعها لاکلها ثم اخشی ان تکون صدقة فالقیها صفحہ ۳۴۴ شرح صحیح مسلم نووی

کہ ہم اکثر اپنے ازواج کے پاس جاتے ہیں تو دیکھتے ہیں ہمارے فرش پر خرما گرا پڑا ہوتا ہے جسکو اوٹھاتے ہیں کہ کھاجائیں پھر خیال ہوتا ہے کہ شاید صدقہ ہو لہذا پھینک دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ازواج رسول داخل اہلبیت نہیں ہیں ورنہ اونپر بھی صدقہ حرام ہوتا۔

عمدة القاری شرح صحیح بخاری میں ہے فنظر الیه فاذا هو یلوک تمرة فحرک خده وقال القها یا بنی القها یا بنی صفحہ ۳۹۴ ج ۴ جلد

یعنی حضرت نے جو دیکھا کہ امام حسن ع خرما کو کھائے جاتے ہیں تو آپنے حضرت کی رخسار کو پکڑکر حرکت دیا اور کہا اے فرزند پھینک دو اے فرزند نکالدے جس سے معلوم ہوا کہ حضرت کو کسدرجہ اس میں اہتمام تھا۔ پھر حیف ہے کہ اہلسنت نے اس سے بھی کوئی نتیجہ نہ نکالا کہ اگر ازواج بھی داخل اہلبیت تھیں

تو حضرت کبھی اسکی اجازت نہ دیتے کہ وہ صبر کر دکھائیں۔

(۴) سیدا شباب اہل الجنۃ اس حدیث میں تو کبھی کسیکو عذر نہوا کہ جناب امام حسن وامام حسین سردار جوانان اہل بہشت ہیں چنانچہ اصابہ میں بھی ہے ومن حدیث حذیفۃ رفعہ الحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنۃ علی طریق الایضا صفحہ ۱۲ ج ۲ جلد

یعنی اس حدیث کے بہت سے طرق ہیں جس سے شہرت بلکہ تواتر ثابت ہے مگر چند دنوں سے اسکا بھی انکار کیا جاتا ہے مترجم اسد الغابہ سے یہ تو نہو سکا کہ حدیث سے انکار کریں مگر حاشیہ کے ذریعہ سے اپنے دل کا غبار نکالا چنانچہ لکھتے ہیں "جوانان جنت کے سردار ہونیکا مطلب یہ ہے کہ جو نیک اور صالح آدمی بحالت جوانی دنیا سے گئے اون سب کے یہ سردار ہونگے ورنہ جنت میں تو جتنے لوگ ہونگے سب جوان ہونگے بوڑھا کوئی بھی نہو گا" مگر افسوس یہ مضمون آپکو شروع میں نہ سوجھا جہاں مصنف نے لکھا تھا " والدہ آپکی فاطمہ بنت رسول اللہ ہیں جو تمام دنیا کے عورتوں کی سردار ہیں اور یہ جوانان الجنت کے سردار ہیں اور نبی ص کے زندگی کے بہار ہیں صفحہ ۱۲ جس میں حضرت نے جناب سیدہ کو تمامی عورات کا سردار بنایا ہے اور حسنین ع کو تمامی جوانان الجنت کا پھر جب آپ اسکے معتقد ہیں کہ بہشت میں سب جوان ہی ہونگے تو پھر اس قید کی کیا ضرورت پڑی کہ فرمائیں جو لوگ جوانی میں مرینگے اونکے سردار ہونگے۔

اگر آپ صحیح ترمذی مطبوعہ نولکشور کا حاشیہ دیکھ لیتے تو اسکی نوبت نہ آتی قیل یعنی افضل من مات شابا فی سبیل اللہ من اصحاب الجنۃ کذا نقل الطیبی وفیہ نظر لانہ لا وجہ لتخصیص فضلہما علی من مات شابا بل ہما افضل من کثیر من مات شیخا فالاولی ما قیل ان المراد سیدا اہل الجنۃ لان اہل الجنۃ کلہم شاب لکن یخص بما سوی الانبیاء والخلفاء الراشدین صفحہ ۲۱۹ کہ طیبی نے یہ معنی لکھا ہے کہ جو جوان مرے اوس سے افضل ہیں مگر اس میں نظر ہے کیونکہ کوئی وجہ اس تخصیص کی نہیں معلوم ہوتی بلکہ وہ حضرات افضل ہیں اکثر اون لوگوں سے جو بوڑھے ہو کر مریں لہذا بہتر یہ ہے کہ کہا جائے آپ تمامی جوانان الجنت کے سردار ہیں کیونکہ اہل جنت تو سبھی جوان ہونگے ہاں انبیا اور خلفا راشدین سے آپ افضل نہیں ہیں اس محقق نے اوڈیٹر صاحب کے قول کو تو قطعاً رد کر دیا رہا یہ کہ آپ انبیا اور خلفا سے افضل نہیں ہیں تو چونکہ اسکی دلیل کوئی نہیں دی لہذا قابل التفات نہیں کیونکہ حدیث صریح موجود ہے اور حضرت عیسیٰ و یحییٰ کا استثنا تا رہا ہی کہ یہ حکم عام ہے جمیع اہل جنت کیلئے اگر خلفائے ثلثہ

اہل جنت ہیں تو یقیناً حضرت اونلوگوں سے بھی افضل ہیں۔

آپ کو شیخین بلکہ ثلاثہ کی ناحق فکر ہے کہ حسین ؑ اونکے سردار قرار پاتے ہیں کیونکہ وہ تو بنص قرآن اور رسول اہل النار ہیں اولئک اصحاب النار ھم فیہا خالدون

کاش اڈیٹر صاحب اپنی حدیث منقولہ ہی پر غور کرتے جس میں حضرت فرماتے ہیں حسن اور حسین جوانان اہل جنت کے سردار ہیں سوا دو خالہ زاد بھائیوں یعنی عیسی اور یحیی ابن زکریا ؑ کے"

جس سے معلوم ہوا کہ باستثنا حضرت عیسی اور یحیی حسنین کل جوانان اہل بہشت کے سردار ہیں خواہ وہ انبیا ہوں یا غیر کیونکہ اس حدیث میں حضرت نے صرف انہیں دو بزرگوار کو استثنا فرمایا ہے پھر کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ یہ سرداری اونہیں لوگوں سے متعلق ہے جو حالت جوانی میں گئے۔

ہاں اڈیٹر صاحب نے یہاں بھی حاشیہ دیا ہے "یعنی حضرات حسنین کو ان دونوں (حضرت عیسی یحیی) فضیلت نہیں ہے یہی عقیدہ اہلسنت ہے کہ نبی پر غیر نبی کو فضیلت نہیں ہو سکتی"

جس سے معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ بھی خلاف حدیث ہے کیونکہ رسول اللہ تو کل انبیا پر ان حضرات کی فضیلت ثابت کرتے ہیں باستثنا حضرت عیسی و یحیی اور آپ کل انبیا کو داخل کرتے ہیں تو بتلایے سچے ہیں یا رسول اللہ۔

ہاں ایک حاشیہ اور دیا ہے "اہل کسا سے مراد وہ لوگ ہیں جنکو آیہ تطہیر کے نازل ہونے کے بعد ایک چادر اوڑھائی تھی اور انکے لیے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ انکو بھی میرے اہلبیت میں داخل فرما دے"

اس فقرہ کا کیا جواب دیا جائے کہ حضرت تو فرماتے ہیں اللھم ھولاء اھلبیتی خداوندا یہی ہمارے اہلبیت ہیں جس سے معلوم ہوا کہ انکے سوا اور لوگ داخل اہلبیت نہیں ہیں مگر آپ رسول اللہ پر یہ افترا کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا انکو بھی میرے اہلبیت میں داخل فرما دے تم نہیں سمجھتے کہ اس افترا پردازی سے کیا نتیجہ سوچا ہے کیونکہ یہ خلافت نہیں ہے جسپر آپ نے قبضہ کر لیا یہ تو عطیہ خدا و رسول ہے پھر کیونکر آپ اسپر قبضہ کر سکتے ہیں

(۳) حضرت نے فرمایا جو شخص اسنے محبت رکھے اس سے تو بھی محبت رکھ اسپر اڈیٹر صاحب حاشیہ دیتے ہیں "اسنے محبت رکھنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف زبان سے محبت کا دعوی کرے جیسے مشرکین قریش ابراہیم سے بھی محبت کا دعوی کرتے تھے بلکہ محبت قابل اعتبار وہی ہے کہ اپنے محبوب کی پیروی بھی کریں ۱۵۹ ۔

مگر افسوس کوئی معیار محبت آپنے نہ بتایا کہ کیونکر پیروی کیجائے کیونکہ یہ تو اوسی وقت ممکن ہے جبکہ اونکو بعد نبی امام مانیں لہذا معلوم ہوا کہ محبت کرنا اوسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ مطابق حکم رسول اونکو امام بھی مانیں اسی لیے خدا نے فرمایا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی اگر خدا کو دوست رکھتے ہو تو ہماری متابعت کرو تو اب بتائیے کہ اگر رسول کو رسول نہ مانیے تو آیا اوسے محبت ہو سکتی ہے؟

اور آپ نے تو اچھی طرح ثابت کر دیا کہ آپکو کسی طرح محبت نہیں کیونکہ جتنی حدیثیں رسول کی ابھی تک آپنے لکھیں سب میں تاویل کر دی اور رسول پر افترا کر کے اوسکے معنی کو بدلدیا پھر اب اونکی اطاعت کہاں کر سکتے ہیں رسول تو فرمائیں وہ جوانان اہل بہشت کے سردار ہیں اور آپ فرمائیں مراد وہ لوگ ہیں جو جوانی میں مریں رسول اللہ فرمائیں اللھم ھولاء اہلبیتی یہی میرے اہلبیت ہیں اور آپ فرمائیں حضرت دعا کرتے ہیں خدایا انکو بھی داخل اہلبیت کر دے پھر کیونکر آپ دعوائی محبت کر سکتے ہیں۔

(۴) آپ لوگ اس حدیث سے اسلام معویہ ثابت کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا مسلمانوں کی دو بڑے گروہ میں صلح کرا دیگا مگر نہ معلوم آپ اوس حدیث کو کیوں بھول جاتے ہیں جو حضرت نے عمار کے بارے میں فرمایا تقتلہ الفئۃ الباغیۃ جس میں حضرت نے بتصریح تمام گروہ معویہ کو فتنہ باغیہ کا خطاب دیا ہے حالانکہ تمام عالم کو معلوم ہے منافق بھی مسلمان ہی کہلاتے تھے پھر اس جملے سے آپ وہ اسلام کہاں ثابت کر سکتے ہیں جو متنازع فیہ ہے ورنہ اسکا تو کوئی بھی مدعی نہیں ہے کہ معویہ وغیرہ ایسے کافر تھے جیسا کہ ابوجہل وغیرہ کافر تھے۔

(۵) انما اموالکم و اولادکم فتنۃ اسپر اڈیٹر صاحب حاشیہ دیتے ہیں اس سے شبہہ نہو کہ آنحضرت محبت اولاد وغیرہ غالب تھی ہرگز نہیں حضرت کو جس سے بھی محبت تھی وہ محض اللہ کیلیے تھی مگر افسوس آپ حضرات کا عمل درآمد اسکے بالکل خلاف ہے کیونکہ ہر شخص دیکھ رہا ہے جہانکہیں کوئی حدیث انکے ان حضرات کے بارے میں ملتی ہے اوسمیں ایسی تاویل بلکہ تحریف کرتے ہیں کہ خواہی نخواہی اوسکے معنی بدل جائیں۔

جس حدیث کو آپ نے لکھا ہے اور اوسپر حاشیہ دینے کی ضرورت پڑی ایسی حدیث ہے کہ خود امام ترمذی نے جو اسکے مخرج ہیں اسکی جرح کر دی چنانچہ لکھتے ہیں ھذا حدیث

حسن غریب انما نعرفہ من حدیث الحسین بن واقد ۔ ۲۶۲

یہ حدیث حسن غریب ہے جسکو ہم صرف حسین بن واقد کے طریق سے جانتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ خود ترمذی نے پہلے ہی قدح کی مگر شکر خدا کہ آپنے اوسکو صحیح مانا اور وہ حاشیہ چڑھایا جس میں کوئی عذر نہیں کیونکہ حضرت کی محبت محض بحکم خدا تھی نہ از راہ ہوا و ہوس۔

(۶) اس روایت میں ہے کہ حضرت جناب امام حسن کو اپنے شانے پر سوار کیے ہوئے تھے کسی نے کہا مگر افسوس اوس قائل کا نام نہ لکھا کہ وہ کون صاحب تھے جنکے مقولہ کے رد میں حضرت نے فرمایا وہ سوار بھی تو اچھا ہے اگر مولف زیادہ تفحص سے کام لیتا تو پتہ چل جاتا کہ وہ کون شخص تھا جسکو اتنی عظمت بھی جناب امام حسن کی گوارا نہ ہوئی کتاب مناقب ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ میں ہے ص ۱۵۸ جلد ۳

السمعانی فی الفضائل عن اسلم مولی عمر عن عمر بن الخطاب قال رایت الحسن والحسین علی عاتقی رسول اللہ ص فقلت نعم الفرس لکما فقال رسول اللہ ونعم الفارسان هما ابن مہاد عن ابیہ عن النبی برک للحسن والحسین فحملهما وخالف بین ایدیہما وارجلہما وقال نعم الجمل جملکما الحرکوشی فی شرف النبی عن عبد العزیز باسنادہ عن النبی صلعم انہ کان جالسا فاقبل الحسن والحسین فلما راہما النبی قام لہما واستبطا بلوغہما الیہ فاستقبلہما وحملہما علی کتفیہ وقال نعم المطی مطیکما ونعم الراکبان انتما وابوکما خیر منکما

تفسیر ابی یوسف یعقوب بن سفیان عن عبید اللہ بن موسی عن سفیان عن منصور عن ابراھیم عن علقمہ عن ابن مسعود قال حمل رسول اللہ الحسن والحسین علی ظہرہ الحسن علی اضلاعہ الیمنی والحسین علی اضلاعہ الیسری ثم مشی وقال نعم المطی مطیکما ونعم الراکبان انتما وابوکما خیر منکما ۔ الحمیری

من ذا الذی حمل النبی براقۃ ۔ ابنیہ حتی جاوز العضلاء ۔ من قال نعم الراکبان هما ولم یکن الذی قد کان منہ خلاء ۔

خود عمر بن الخطاب سے اونکے غلام اسلم روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت نے حسنین ع کو اپنے دوش پر سوار کیا ہمنے کہا کتنی اچھی سواری ہے تو حضرت نے فرمایا وہ دونوں سوار بھی تو اچھے ہیں

ابن مہاد کی روایت ہے کہ حضرت نے حسنین کو آتے دیکھکر ہاتھ پھیلا دیئے اور فرمایا

کیا خوب تمھارا اونٹ ہے خرگوش کی روایت ہے کہ حضرت کی آنکھیں دیر ہوئی تو حضرت نے آگے بڑھکر
اپنے پشت پر سوار کیا اور فرمایا کیا اچھی سواری تمھاری ہے اور کیسے اچھے سوار تم دونوں ہو اور باپ
تم دونوں کے بہتر ہیں تم دونوں سے ابن مسعود کی روایت ہے کہ حضرت نے دونوں کو سوار کرکے فرمایا
کیا اچھی سواری تمھاری ہے اور کتنے اچھے سوار تم دونوں ہو اور باپ تمھارا بہتر ہے تم سے سید حمیری نے
اس واقعہ کو نظم بھی کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا تم دونوں اچھے سوار ہو

ہماری غرض صرف اس قدر ہے کہ مولف اسد الغابہ نے اصل قائل کا نام چھپا دیا تھا تاکہ
یہ معلوم ہو وہ جگر سوختہ کون تھا جسکو ناگوار گذرا کہ رسول نے اپنے فرزندوں کو اپنی پشت پر سوار کیا اور
حضرت نے فوراً اسکا جواب دیا کہ صرف مرکب ہی ان دونوں کا نہیں بہتر ہے بلکہ سواری بھی بے مثیل ہے۔
اس سوال وجواب سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ رسول اللہ پر انکی قلبی حالت کیسی واضح تھی کہ
انکو اونٹ کے اشارے کو سمجھ گئے کہ یہ ہماری تعریف خلوص دل سے نہیں ہے بلکہ خاص غرض ہے جس سے
ایکطرح کا اشارہ تھا حسنین کے اس قابل حسد ترقی کیطرف۔

(۷) حضرت ام سلمہ کے گھر میں جب یہ آیت نازل ہوئی انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس
اھل البیت ویطھرکم تطھیرا اسپر ادیٹر صاحب حاشیہ دیتے ہیں "یہ آیہ تطہیر کے نام سے مشہور ہے
ترجمہ اللہ بھی چاہتا ہے کہ اے اہلبیت محمد تم سے ناپاکی کو دور کرے اور تمہیں خوب پاک کردے
اس آیہ کی تفسیر میں اہلسنت کا اتفاق ہے کہ اہلبیت سے مراد ازواج نبی ہیں لغت عرب بلکہ تمام دنیا کی
لغت میں اہلبیت اور اہلخانہ اور گھر کے لوگ بی بی ہی کو کہتے ہیں اور سیاق آیت بھی اسکی دلالت
کرتا ہے کیونکہ اس سے پہلے کی آیتوں میں تمامتر خطاب ازواج سے ہے مگر احادیث سے معلوم ہوا
کہ آنحضرت نے ازواج کے علاوہ حضرات حسنین اور حضرت مرتضی اور حضرت فاطمہ زہرا کو بھی
اہلبیت میں داخل فرمایا یا داخل کرنیکی دعا کی ازواج کا اس آیہ میں اضافہ اور حقیقۃً داخل ہونا
اس جواب سے بھی سمجھا جاتا ہے جو حضرت ام سلمہ کی درخواست پر جناب رسالتمآب صلعم نے دیا تھا
جیسا اس حدیث میں مذکور ہے صفحہ ۱۶

اس تحریر سے آپکا عقیدہ معلوم ہوا کہ کسقدر عداوت اہلبیت انکو خمیر میں داخل ہے کہ لکھتے ہیں
اس آیہ کی تفسیر میں اہلسنت کا اتفاق ہے حالانکہ جتنے علماء اہلسنت کچھ بھی تعصب سے پاک گذرے ہیں

وہ سب اس آیہ کو حق اہلبیت طاہرین میں مخصوص تسلیم کرتے ہیں یہانتک کہ جن علماء نے احادیث مناقب اہلبیت اور مناقب ازواج کو لکھا ہے سب نے مناقب اہلبیت میں اس آیہ کو لکھا ہے نہ مناقب ازواج میں چنانچہ قول مستحسن میں ہے وقال الدهلوی فی شرح المشکوٰۃ لم یذکر الازواج المطہرۃ وعقد لهن بابا علحدہ اما لاستبداد هن بمناقب مخصوصة او لعدم دخولهن فی اهل البیت علی ماهو المتعارف من اطلاقه علی الاربعة ص ۲۶

یعنی شیخ عبدالحق دہلوی شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ مصنف نے اس باب مناقب اہلبیت میں ازواج مطہرات کو نہیں داخل کیا اور ایک باب ان کا علحدہ لکھا یا اسوجہ کہ ان کے فضائل مخصوصہ علحدہ ہیں یا اسوجہ سے کہ ازواج داخل اہلبیت نہیں ہیں جیسا کہ مشہور ہے کہ مراد اس سے چار ہی آدمی ہیں جناب امیر جناب سیدہ حسنین۔

پھر نہ معلوم اڈیٹر صاحب کمال نے یہ دعویٰ کیا کہ اہلسنت کا اس پر اتفاق ہے حالانکہ ابن ابی حاتم طبرانی ابن ابی عاصم ابوالشیخ حاکم مردویہ بغوی نے مصابیح میں مناقب اہلبیت میں اسکو داخل کیا ہے نہ مناقب ازواج میں۔

ہاں ازواج نبی کو صرف عکرمہ اور عروہ بن الزبیر نے البتہ ازواج نبی کو داخل اہلبیت نبی کیا ہے جس پر اہلسنت کا اتفاق ہے کہ وہ خارجی اور کذاب تھا بس اگر یہی مذہب اہلسنت ہے تو مجبوری ہے وقال ابوحیان فی البحر وقول عکرمة ومقاتل وابن السائب ان اهل البیت فی هذہ الاٰیة مختص بزوجاته لیس بجید اذ لو کان کما قالوا لکان الترکیب عنکن ویطهرکن وان کان هذا القول مرویا عن ابن عباس فلعله لا یصح عنه ۱۵ قول مستحسن۔

یعنی امام ابوحیان اپنی تفسیر بحر محیط میں لکھتے ہیں کہ عکرمہ مقاتل و ابن ابی السائب نے جو کہا ہے کہ مراد ازواج اہلبیت ہیں تو درست نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ترکیب یوں ہوتی لیذهب عنکن الرجس ویطهرکن تطهیرا اور اگر ابن عباس کی روایت ہو تو غالباً وہ صحیح نہیں ہے۔ قول مستحسن میں ہے ومن هنا قد اختار هذا القول جمهور المحدثین لوروده فیما علمنا عن اربعة عشر صحابیا منهم اهل البیت علی والحسن والحسین وعبد الله بن جعفر وابن عباس اخرا وعائشة وام سلمة وابنها وربیب الله وانس وسعد وسعید وابی الحمراء ومعقل رضی الله عنهم من غیر خلاف عن غیرهم کما

الاسلاف فیہ نحن جماعة من ائمة الاخلاف منہم زین العابدین والباقر والصادقؑ
ومجاہد وقتادہ صـ۲۲۴

یعنی جس سے ہے کہ جمہور محدثین نے یہی اختیار کیا ہے کہ یہ آیہ پنجتن پاک کے بارے میں نازل ہوا کیونکہ چودہ صحابی سے یہ روایت آئی ہے جناب امیر امام حسن امام حسین عبد اللہ بن جعفر ابن عباس ام سلمہ عائشہ عمر بن ام سلمہ واثلہ انس سعید ابو سعید ابو الحمرا معقل جس میں کسی طرح کا اختلاف نہیں ہے اور ائمہ اخلاف سے جناب امام زین العابدین امام محمد باقر امام جعفر صادق قتادہ مجاہد اسکے راوی ہیں پھر اڈیٹر صاحب بتائیں کہ انکا دعوی بہ اتفاق اہلسنت کیا ہوا کیا دنیا میں کوئی ایسا بھی جھوٹا ہوا ہے جو اپنے مذہب پر ایسا غلط اتہام لگائے۔

اوس سے بڑھکر یہ غلط دعوی کیا کہ لغت عرب بلکہ تمام دنیا کی لغت میں اہلبیت بی بی ہی کو کہتے ہیں حالانکہ اسکا جواب بھی قول معترض میں موجود ہے والاہلیة لہن علی کل حال جائزة الزوال لانہ عسی من ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن الایہ وزعم بعضہم ان اطلاق اہل البیت علی نساء الرجل محض وارع وعرفا وعادة لیس علی منہاج العلم فہو بلسان العجم مسلم صفحہ ۱۴۱۔

یعنی ازواج کا اہل ہونا ہر وقت قابل زوال ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے عسی ربہ اور بعض نے کہا ہے کہ اہلبیت کا استعمال عورات پر بقاعدہ علم نہیں ہے ہاں زبان عجم پر اوسکا استعمال مسلم ہے پھر حیف ہے کہ ہندی یا عجمی زبان پر عربی زبان کا قیاس کیا جاتا ہے کاش یہ شخص صحیح مسلم کی روایت دیکھتا کہ خود زید بن ارقم صحابی نے کہا ازواج داخل اہلبیت نہیں ہیں اور صحیح بخاری کی روایت دربارہ جناب امام حسنؑ نحن اہلبیت لا تحل لنا الصدقة کہ ہم اہلبیت پر صدقہ حلال نہیں ہے پھر ازواج پر صدقہ کا حلال ہونا دیکھکر سمجھتا کہ ازواج داخل اہلبیت نہیں ہیں۔

رہا سیاق آیہ تو چونکہ ایک سو ستائیس آیہ کا اس سورہ سے نکلجانا در منثور سیوطی وغیرہ میں بتصریح مذکور ہے پھر سیاق آیت سے استدلال طرفہ خبط ہے کاش وہ اسی پر غور کرتے کہ جن ازواج کی اسقدر تفضیح قرآن میں عموما اور سورہ احزاب وسورہ تحریم میں مذکور ہے وہ کیونکر ان آیات تطہیر کے مورد ہو سکتی ہیں

اب اس فقرہ کا کیا جواب دیا جائے کہ لکھتے ہیں کہ حضرت نے زینب بجنا کو بھی داخل اہلبیت فرمایا ہے
کیونکہ تمام حدیثیں میں تو ھولاء اھلبیتی ہے کہ حضرت نے فرمایا خدایا یہی میرے اہلبیت ہیں جس میں
حصر و قصر ہے پھر ازواج کیونکر داخل ہوسکتی ہیں ۔؟

رہا یہ کہنا کہ ازواج کا اصالۃً و حقیقۃً داخل ہونا اس صورت سے بھی سمجھا جاتا ہے تو یہ طرفہ خبط ہے کہ حضرت
تو اس صراحت سے اسکی نفی فرمائیں کہ تم ازواج سے ہو نہ اہلبیت سے اور یہ آیہ خاصکر پنجتن کے
بارے میں نازل ہوا اور آپ کہیں کہ اونکا اصالۃً و حقیقۃً مراد ہونا اس جواب سے سمجھا جاتا ہے۔
چونکہ اسکی بحث تفصیلی "اصلاح" نمبر ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱ جلد اور نمبر ۳ جلد ۲ میں بتفصیل ہو چکی ہے
لہذا زیادہ کی ضرورت نہیں من شاء فلیرجع الیہ۔

(۸) زید بن ارقم سے روایت ہے وہی حکم تمسک قرآن و اہلبیت طاہرین۔ اسپر حاشیہ دیتے ہیں کہ قرآن کے
ساتھ تمسک کرنیکا مطلب یہ ہے کہ اسپر عمل کیا جائے اور اہلبیت کیساتھ تمسک کا یہ مطلب ہے کہ انسے محبت کیجائے
مگر یہ مطلب بھی خاص تحریف ہے کیونکہ حضرت کا حکم تو دونوں کے ساتھ تمسک کا یکساں ہے پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے
کہ ایک جگہ تو تمسک کے معنی اطاعت ہوں اور دوسری جگہ محبت ذرا الفاظ حدیث پر لحاظ فرمائیے
انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و اھلبیتی عترتی کہ ہم دو چیز بزرگ چھوڑے جاتے ہیں کتاب اللہ
اور اہلبیت کہ جبتک انسے تمسک کرو گے گمراہ نہ ہوگے دنی روایۃ اخری من استمسک بہ و اخذ بہ
کان علی الھدی کہ جو اوس سے تمسک کرے اور لے اوسکو تو وہ ہدایت پر ہوگا کیا اخذ بہ محبت کے
معنی میں استعمال ہو سکتا ہے مولوی صدیق حسن خاں اسکے شرح میں لکھتے ہیں دیقتدی بھم فیما یوافق
الکتاب والسنۃ کہ اونکی اقتدا کرے اون چیزوں میں جو موافق کتاب و سنت ہو پھر آپنے صرف محبت
کہاں سے نکالا۔ دوسرا حاشیہ دیتے ہیں الحمد للہ کہ یہ تمام فرق اسلام میں جس اعتدال و خوش
اسلوبی کا معاملہ قرآن و اہلبیت کیساتھ اہلسنت نے کیا کسیکو نصیب نہیں ہوا بجواب اسکے گذارش ہے کہ
خدا نہ کرے کسی شخص کو یہ مخالفت قرآن و اہلبیت نصیب ہو جو اہلسنت کو نصیب ہوئی قرآن میں تو
صدہا قسم کے تحریف کے قائل ہیں کہ رسول اللہ بعض قرآن بھول گئے اور صدہا ہزارہا آیتوں کو جو لکھی جو قرآن
موجود ہے کسی طرح قابل عمل نہیں صدہا آیتوں کا خلاف کیا اہلبیت کیساتھ جو برتاو روز وفات رسول
سے ہوا وہ سب کو معلوم ہے بضعۃ الرسول کے گھر میں آگ لگائی گئی جناب امیر کو اسطرح بیعت پر مجبور کیا

جناب امام حسن کو زہر دلوایا جنازہ پر تیر چلایا اور جناب امام حسن کو اسطرح شہید کیا اونکو قاتل اور زہر دینے والے سب مقتدایان اہلسنت ہیں اس سے بڑھکر کون سلوک ہو سکتا ہے۔

(۹) جناب امام حسن کی بردباری اور پرہیزگاری نے اگر ترک سلطنت پر آمادہ کیا تو پھر فرمایئے آپ کے حضرت ابوبکر و عمر کیا ہوئے جنھوں نے بمخالفت احادیث صریحہ رسول باتصال خلافت پر اقدام کیا جسکے لیے جنازہ رسول کو بے غسل و کفن چھوڑا اور ہزاروں مسلمان بلکہ صحابہ کا اسوجہ سے خون کیا بلکہ زندہ آگ میں جلوایا کہ وہ خلافت ابوبکر سے دست کش رہے اور اس خلافت کو ناجائز سمجھتے تھے۔

جناب امیر کا خلافت کو قبول کرنا اور امام حسن کا بدرجہ مجبوری ترک کرنا یہ سب پرہیزگاری سے تھا کیونکہ خلاف تقویٰ تو کبھی ان حضرات سے ممکن نہ تھا ہاں غاصبین خلافت پر دونوں مقام پر لعنت ہے خواہ وہ جناب امام حسن کو مجبور کریں یا جناب امیر کو محروم۔

(۱۰) حضرت عثمان کی مدد میں سبقت کرنیوالوں میں سے تھے مگر افسوس اسپر بھی وہ حضرت اور جناب امیر اس امر پر متہم کئے گئے کہ قتل عثمان میں شریک تھے۔

(۱۱) یہ سچ ہے کہ حضرت کے ہاتھ پر چالیس ہزار آدمیوں نے بیعت کی تھی مگر یہ بیعت کرنیوالے ویسے ہی تھے جیسے رسالتمآب کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کی تھی اور ہر بار نکث بیعت کیا ورنہ اگر یہ لوگ ثابت قدم اور راسخ العقیدہ ہوتے تو جناب امام حسن ترک خلافت پر کیوں مجبور ہو جاتے دیکھیے یہی ابن اثیر جزری تاریخ کامل میں لکھتے ہیں کہ حضرت نے اہل کوفہ سے فرمایا الا وانا واللہ ما یثنینا عن اهل الشام شک ولا ندم فان اردتم الحرب بعدنا ہ علیہ وحاکمناہ الی اللہ عز وجل بظبا السیوف وان اردتم الحیاۃ قبلناہ واخذنا لکم الرضا فناداہ الناس من کل جانب البقیہ البقیہ وامضی الصلح فلما عزم علی تسلیم الامر الی معاویہ خطب الناس فقال ایہا الناس انما نحن امراءکم وضیفانکم ونحن اهلبیت نبیکم الذین اذهب اللہ عنهم الرجس وطهرهم تطهیرا وکرر ذلک حتی ما بقی فی المجلس الا من بکی حتی سمع نشیجہ ط ۱۹۲ جلد ۳ کہ قسم خدا کی ہم جو اہل شام سے لڑتے تھے تو اوس میں نہ ہمکو ندامت ہوئی نہ کسی قسم کا شک اگر تم لوگ لڑنا چاہتے ہو تو ہم اوسکے سوال کو رد کریں اور اگر طالب زندگی ہو تو ہم قبول کریں ہر طرف سے آواز آنے لگی ہم زندگی چاہتے ہیں صلح کر لیجیے جب حضرت نے عزم بالجزم کر لیا تو خطبہ میں فرمایا ہم تمہارے امرا ہیں اور

مہمان ہم تمھارے رسول کے اہلبیت ہیں جنکو خدا نے پوری طور سے پاک کیا ہے (آیۂ تطہیر)

پھر نہ معلوم کہاں سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضرت نے برضا و رغبت صلح کیا حالانکہ آپ نے کیسی مجبوری اپنی دکھائی ہے۔

یہ شرط بھی نہ معلوم کہاں سے ایجاد کی گئی ہے کہ حضرت نے فرمایا ہم تمہارے بعد خلیفہ بنائے جائینگے تاریخ کامل میں ہے وکان الذی طلب الحسن من معویہ ان یعطیہ ما فی بیت مال الکوفہ و مبلغہ خمسۃ الاف الف وخراج دارابجرد من فارس وان لا یشتم علیا فلم یجبہ الی الکف عن شتم علی فطلب ان لا یشتم وھو یسمع فاجابہ الی ذلک ثم لم یف بہ ایضا ص ۱۹۲ جلد ۳۔

یعنی جناب امام حسن نے معویہ سے مطالبہ کیا کہ بیت المال کوفہ میں جو پانچ لاکھ ہے وہ دیگا اور خراج دارابجرد جو ملک فارس میں ہے وہ دیا کرے اور جناب امیر کو سب و شتم نہ کیا کرے معاویہ نے اس شرط کو نہ مانا کہ سب و شتم جناب امیر کو موقوف کریں تب امام حسن نے کہا کہ اچھا وہاں پر سب و شتم نہ کرو جہاں ہم موجود ہوں معویہ نے اسکو قبول کیا مگر اسکو بھی نہ پورا کیا اور خراج دارابجرد کو معویہ نے سکھا کر اہل فارس سے رد کروا دیا۔

پھر کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ جناب امام حسن نے بخوشی و رضا یہ صلح کی جسمیں یہ بھی نہ قبول نہ کیا گیا کہ یہ بزرگ جناب امام حسن پر سب و شتم موقوف کر دیا جائیگا۔

ہاں مناقب ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معویہ نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ ہمارے بعد آپ ہی خلیفہ ہونگے مگر اسکا اندراج صلحنامہ میں معلوم نہیں ہوتا بلکہ اوسکے ساتھ دوسری روایت ہے کہ اگر ہم سمجھتے کہ آپ امور ممالک کو ضابط ہونگے تو آپ سے جنگ ہی نہ کرتے۔

پھر کیونکر یہ روایت قبول کیجا سکتی ہے کہ حضرت نے اسکو قبول کیا ہو ہاں اسوجہ سے کہ معویہ نے جناب امام حسن کو زہر دیکر شہید کرایا لہذا یہ خیال ہوتا ہوگا کہ اسوجہ سے قتل کیا تو یہ خیال بھی غلط ہے کیونکہ اوسکا مقصد اصلی تو یہی تھا کہ حضرت زندہ نہ رہیں خواہ اسوجہ سے کہ شاید آپ کیطرف کوئی رجوع کرے یا کسی وجہ سے ہو۔

(۱۲) یہ انتہا درجہ کی بے ایمانی ہے کہ لکھا معویہ نے یہ درخواست منظور کر لی کیونکہ اوسکی کیا حقیقت تھی جو درخواست کو منظور کرتا۔

(۱۳) افسوس آپنے اصلی خواب کو رسول اللہ کے نہ لکھا کیونکہ حضرت نے خواب دیکھا تھا کہ بنی امیہ مثل بندروں کے ہمارے منبر پر چڑھ رہے ہیں جس سے حضرت کو بیحد ملال ہوا مگر آپ لوگ او نہیں بنی امیہ کے تسلط پر

خوش ہو رہے ہیں عثمان و معاویہ و یزید کے حمایت میں سرگرم ہیں۔

(۱۴) اسکو بھی لکھتے ہیں کہ جناب امام حسن نے خطبہ میں آیہ تطہیر انما یرید اللہ کو اپنے بارے میں پڑھا جہاں صدہا صحابی بھی تھے مگر پھر بھی قول رسول کی تصدیق نہیں کرتے کہ یہ آیہ انہیں خمسہ نجبا کے بارے میں نازل ہوا بلکہ بتقلید عکرمہ خارجی ازواج کے بارے میں لکھتے ہیں جیسا کہ سابقاً اشارہ کیا گیا۔

(۱۵) اسکو بھی مانتے ہیں کہ عمرو عاص نے حضرت کو تذلیل کیلئے خطبہ دینے کا مشورہ دیا مگر نہ عمرو عاص کو دشمن امام مانتے ہیں نہ معویہ کو۔

(۱۶) جناب امام حسن نے جو آیہ معاویہ کے بارے میں پڑھی افسوس کہ اہلسنت نے عموماً اور اڈیٹر صاحب نے خصوصاً اوس سے سبق نہ لیا بلکہ معویہ کو خلیفہ برحق جانتے ہیں حالانکہ حضرت نے اس آیہ کے تلاوت سے بتا دیا تھا کہ یہ خلافت فتنہ ہے جیسا عمر نے خلافت ابوبکر کو فتنہ کہا مگر اب بھی پرچہ کے رہے۔

(۱۷) سبب وفات میں لکھا کہ آپکے زوجہ جعدہ بنت اشعث نے زہر دیا مگر افسوس حمایت معویہ سے نہ لکھا کہ کیوں اوسنے زہر دیا حالانکہ خود استیعاب میں ہے وقالت طائفة کان ذلک منها بتدلیس معویة وما بذل لها فی ذلک وکان لها ضرائر واللہ اعلم ص ۱۴۵ جلد اول

یعنی ایک طائفہ کا قول ہے کہ زہر دینا بتعلیم معویہ تھا اور اسکے لئے بہت سا مال صرف کیا مگر ابن اثیر کی ایمانداری دیکھئے کہ اوسکا ذکر ترک کیا حالانکہ صدہا کتب اہلسنت میں اسکی تصریح موجود ہے ملاحظہ ہو ذوالفقار حیدری جلد ۲ اور مناظرہ اکبر حصہ اول و دویم۔

(۱۸) دفن کے متعلق لکھا کہ عائشہ سے حضرت نے اجازت چاہی اور اونہوں نے اجازت دی مگر دفن کے وقت مروان مانع ہوا حالانکہ محض غلط ہے خود عائشہ سوار ہو کر خچر پر آئیں اور دفن امام حسن ع کو روکا ملاحظہ ہو کشف الظلمات جلد ۲ ص ۲۳۵

استیعاب میں ہے فقال مروان کذب وکذبت واللہ لا یدفن هناک ابداً منعوا عثمان من دفنه فی المقبرة ویریدون دفن الحسن فی بیت عائشة ص ۱۴۵

کہ مروان نے کہا عائشہ نے جھوٹ کہا قسم خدا کی یہاں دفن نہیں ہو سکتے کہ انلوگوں نے دفن عثمان کو روضہ رسول میں روکا اور آپ چاہتے ہیں کہ یہاں امام حسن کو دفن کریں اس سے معلوم ہوا کہ جناب امام حسن

دفن عثمان سے مانع تھے پھر وہ سب خوبی اتحاد و محبت کیا ہوا۔

(۱۹) ماتم کے بارے میں لکھا ہے کہ بنی ہاشم کی عورتوں نے ایک مہینے تک انکی لیے نوحہ کیا اور ایک سال تک سوگ کا لباس پہنا اس میں دیکھنا یہ ہے کہ اہلحدیث کا اس بارے میں کیا فتوے ہوتا ہے کیونکہ رونیکا حکم تین روز تک ہے اور یہاں ایک مہینہ تک نوحہ کیا گیا کیا یہ بھی بدعت ہے

ہمنے بنظر اختصار ان چند سطور پر اس غرض سے تنقید کیا ہے کہ معلوم ہو اُسد الغابہ جو ترجمہ کیلیے اس اسد الغابہ کو منتخب کیا کیونکہ وہ تمامتر اس غرض سے لکھی گئی ہے کہ صحابہ کے احوال پر پردہ پڑے ورنہ صحابہ کے حال ایسے نہیں ہیں جو چھپائے چھپ سکے۔

(۸۲) حصین بن حارث بن مطلب بن عبد مناف بن قصی کا بیان ہے کہ آیہ ممن ذان یرجوا لقاء ربہ درباره جناب امیر و حمزه و جعفر و عبیده و طفیل و حصین فرزندان حارث نازل ہوا صـ۲۱ اسد الغابہ جلد ۳

(۸۳) حصین بن یزید ایک سو چھتیس برس کی عمر میں مرے مگر شریک معرکہ کربلا نہ ہوئے صـ۲۷ اسد الغابہ

(۸۴) حصین بلا لقب راوی ہیں کہ حضرت نے فرمایا جو شخص دس آدمیوں پر حکومت کرے وہ قیامت کے روز اس حال میں آئیگا کہ زنجیر و غل کسا ہوا ہو گا صـ۳۵

مگر افسوس خلفائے ثلثہ نے اسکا مطلق نہ خیال کیا اور بلا وجہ و استحقاق خلیفہ بنگئے۔

(۸۵) حضرمی حضرت نے بنی زرینہ سے کہا تملوگ کون ہو کہا بنی زرینہ ہیں آپنے فرمایا تم بنی رشدہ ہو انلوگوں نے کہا ہم اپنے باپ کا نام نہ چھوڑینگے صـ۳۹

ایسے ہی صحابہ پر اہلسنت کو ناز ہے جو حضرت کے حکم سے نام بھی بدلنا نہ پسند کرتے تم ختم کیا اچھا ایمان تھا اصابہ میں ہے کہ حضرتؐ نے سورہ عبس کی تعلیم حاصل کی تو اوس میں یہ اضافہ کیا و اللذی انعم الحبلی فاخرج منها نسمه تسعی صـ۲۴ جلد ۲

اب تو کیا اس میں عذر نہو گا کہ خود صحابہ تحریف کیا کرتے تھے اگر حضرت منع نفرماتے تو یہ آیہ بھی قرآن میں موجود ہوتا۔

(۸۶) حطیہ شاعر نے ایک آدمی کی ہجو کی عمر نے ایک حدیث بیان کر کے کہا اوسکی زبان کاٹ ڈالو مگر جب اوسنے اگر عمر کے مدح میں دو شعر کہا تو قصور معاف کر دیا صـ۱۴۲ اسد الغابہ۔

(۸۵) حکم بن حارث سلمی کی روایت ہے کہ رسولخدا نے فرمایا جو ایک دینار چھوڑ جائے اوسکو ایک داغ دیا جائیگا اور جو دو دینار چھوڑ جائے اوسکو دو داغ ملیں۔

اب خلفائے ثلثہ کے متروکات پر خیال کیجئے کہ وہ کسقدر مال چھوڑ گئے تھے۔

(۸۶) حکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس حضرت عثمان کے چچا ہیں انھوں نے قصد کیا تھا کہ حضرت کو قتل کر ڈالیں مگر ایک آواز ہیبت ناک سنکر ڈر گئے حضرت نے اس شخص کو دیکھکر کہا اس شخص کی نسل سے میری امت کی خرابی ہوگی۔ یہ حکم حضرت کے نکالے ہوئے تھے حضرت نے مدینہ سے طائف کے طرف نکالدیا تھا اسکا بیٹا مروان بھی نکل گیا تھا یہ شخص رسول اللہ کا راز سنا کرتا تھا حضرت نے چاہا چاقو سے اسکی آنکھ پھوڑ دیں یہ حضرت کی رفتار کی نقل کیا کرتا تھا جسپر حضرت نے بددعا کی اور اوسکے بدن میں رعشہ پیدا ہوگیا عبد الرحمن نے جو حکم کو لعین کہا تو اسوجہ سے کہ حضرت عائشہ نے مروان بن حکم سے کہا میں شہادت دیتی ہوں کہ رسول اللہ نے تیرے باپ پر لعنت کی اور اوسوقت تو اپنے باپ کی پشت میں تھا پھر شیعہ جو نام لیکر لعنت کرتے ہیں تو اہلسنت کیوں چڑتے ہیں حالانکہ خود حضرت نے اور عبد الرحمن بن ثابت نے لعنت کی ہے المختصر حکم کے لعنت اور اخراج میں بہت سی حدیثیں مروی ہیں جنکے ذکر کرنیکی حاجت نہیں (اس سے بڑھکر اخفائے واردات کیا ہوسکتی ہے) نبی کے زندگی میں حکم مدینہ سے نکالا گیا عثمان نے ابوبکر سے اجازت چاہی ابوبکر نے کہا میں اس گرہ کو نہیں کھول سکتا جسکو رسول اللہ نے باندھا ہے ایسا ہی حضرت عمر نے بھی کیا پھر جب عثمان خلیفہ ہوگئے تو اونھوں نے حکم کو واپس بلالیا اور فرمایا میں نے رسول اللہ سے سفارش کی تھی اور حضرت نے وعدہ کیا تھا صفحہ ۳۴ اسد الغابہ۔

کیا اب بھی دروغ گوئی عثمان میں شبہہ ہوسکتا ہے کیا ابوبکر و عمر بھی انکو سچا نہ جانتے تھے جو ان کی روایت پر اعتماد کر کے حکم کو واپس بلاتے لہذا معلوم ہوا کہ عثمان نے قصداً مخالفت حکم رسول کیا اور اوسکے ساتھ افترا بھی کیا کہ حضرت نے وعدہ فرمایا تھا۔

چونکہ یہ قصہ بہت طولانی ہے کہ عثمان نے صریح مخالفت حکم رسول بلکہ طرز عمل شیخین کی لہذا زیادہ ضرورت تحریر نہیں مگر اہلسنت کیلئے عموماً اور اڈیٹر النجم کیلئے خصوصاً یہی کافی ہے کہ ایسے ملعون مطرود کیلئے بھی اڈیٹر صاحب وہی لفظ استعمال کرتے ہیں جو ابوبکر و عمر کیلئے لکھتے ہیں

پھر بتلایئے انکے منافق اور طرفدار منافق ہونے میں کیا عذر رہا۔

اصابہ میں ہے ص۳۴ جلد ۲

ابن سکین کا قول ہے کہ حضرت نے اسپر بددعا کی مگر ثابت نہیں۔ عطا خراسانی راوی ہیں کہ اصحاب رسول حضرت کے خدمت میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ حضرت حکم پر لعنت فرما رہے ہیں لوگوں نے پوچھا تو حضرت نے فرمایا ہم نے اسکو فلاں زوجہ کیساتھ دیکھا تو اسنے منھ چڑھایا صحابہ نے کہا کہیے تو ہم بھی لعنت کریں تو حضرت نے فرمایا نہیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اوسکی اولاد ہمارے منبر پر چڑھیگی اور ترقی ہو لوگوں نے کہا کہیے تو ہم اوسکو پکڑ لائیں حضرت نے کہا نہیں اور اوسکو نکلوا دیا۔ معویہ مروان کا بہت خیال کرتا تھا لوگوں نے پوچھا تو کہا اس کا باپ حکم ہماری بہن ام حبیبہ کے ساتھ جب اوسکا زفاف ہوا رسول اللہ سے تو یہ حکم اونھیں کی کشتی برداری کرتا تھا حضرت نے حکم کی طرف نگاہ تیز دیکھا جب باہر نکلا تو رسول اللہ سے پوچھا کیا وجہ تھی تو حضرت نے فرمایا جب اسکی اولاد تیس یا چالیس کے عدد پر پہونچیگی تو تمامی امور کی مالک ہوجائیگی عائشہ نے مروان سے کہا رسول نے تیرے باپ پر لعنت کی جبکہ تو اوسکی پشت میں تھا ابن حجر لکھتے ہیں اصل قصہ کو بخاری نے لکھا مگر آخر کے زیادتی کو حذف کردیا (کیا امانت داری بخاری ہے) ثعلبہ بن ابی مالک راوی ہیں کہ اس حکم نے عہد عثمانی میں انتقال کیا تو اوسکے قبر پر شامیانہ کھڑا کیا گیا کیونکہ زمانہ گرمی تھا لوگوں نے اعتراض کیا تو عثمان نے کہا زمانہ عمر میں زینب بنت جحش (زوجہ رسول صلعم) نے انتقال کیا تو اونپر بھی شامیانہ لگایا گیا تھا کیا اوسپر کسینے اعتراض کیا انتہیٰ۔

کیا عزت افزائی دشمن رسول ہے کہ بعد مرنے اوسکے قبر پر شامیانہ کھڑا کیا اور مثال کیلیے ام المومنین زینب بنت جحش کو پیش کیا اسپر بھی عثمان کے اسلام کا دعویٰ کیا جاتا ہے یا للعجب۔

(۸۹) **حکم بن عمرو غفاری** حاکم خراسان بنائے گئے تو زیاد نے انکو لکھا کہ معاویہ کا حکم ہے لڑائی میں سونا چاندی جو ملے وہ ہمارے لیے رہنے دیا جائے مگر انھوں نے نہ مانا اور کہا کہ حکم خدا کے خلاف ہے لہذا سب کو تقسیم کردیا غالباً انہیں سے روایت ہے کہ حضرت نے عورت کے نہائے ہوے پانی سے وضو کرنے کو منع فرمایا صفحہ ۴۹۔

اس سے معویہ کی مخالفت حکم خدا و رسول ظاہر ہے اور یہ روایت بھی طرفہ ماجرا ہے کہ عورت کے نہائے ہوے پانی سے وضو نہ کیا جائے۔

(۹۰) حکم بن عمر ثمالی ان کا شمار اہل شام میں ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسولخدا کو دیکھا نماز شب اور نماز صبح میں بسم اللہ باواز بلند کہتے تھے ص۵

مگر اہلسنت کا عمل اسکے خلاف ہے بتقلید شیخین بسم اللہ کہتے ہی نہیں یا آہستہ آواز سے کہتے ہیں۔

(۹۱) حمران بن جابر عنقی تمامی راوی ہیں کہ آپنے تین مرتبہ فرمایا بنی امیہ کیلئے خرابی ہے ص۲۱

مگر اولعین بنی امیہ کے طرفدار اہلسنت ہیں۔

(۹۲) حمزہ بن عمرو کی وفات ۶۱ھ میں اسی برس کے سن میں ہوئی ص۲۸

مگر شریک معرکہ کربلا نہ ہوئے۔

(۹۳) حمنن عبد الرحمن بن عوف کے بھائی ہیں مگر نہ ہجرت کیا نہ مدینہ آئے اسلام کے بعد ساٹھ برس زندہ رہے عبد اللہ بن زبیر کو اپنا وصی کیا ص۳۲

مگر شرکت کربلا سے محروم ہی رہے۔

حنظلہ غسیل الملائکہ کے حال میں لکھتے ہیں خزرج والوں نے کہا کہ ہم میں چار آدمی تھے جنھوں نے رسول اللہ کے زمانہ میں قرآن یاد کر لیا تھا انکے سوا اور کسی نے پورا قرآن نہ یاد کیا تھا۔ زید بن ثابت۔ ابو زید۔ ابی بن کعب۔ معاذ بن جبل ص۳۹

جس سے معلوم ہوا کہ لاکھوں صحابی میں صرف یہی چار آدمی حافظ قرآن تھے اور کوئی نہیں اس میں بھی بوقت جمع قرآن کوئی نہ شریک کیا گیا باستثنا زید بن ثابت جو عثمان کے عامل دیوان تھے پھر تاہم قرآن کی کیا عظمت کی گئی تفصیل [illegible] السارقین [illegible]

(۹۴) حوشب حمیری [illegible] علی کو پکارا اور کہا کہ اے ابن ابیطالب [illegible] جائیے ہم [illegible] تمہارے [illegible] واسطہ [illegible] شام [illegible] اور مسلمانوں کی خونریزی نہ کرو حضرت علی نے فرمایا اے ابن ظلیم یہ بات بہت دور ہے خدا کی قسم اگر دین میں نرمی جائز ہوتی تو ہم ایسا ہی کرتے اور یہ بات میرے لئے آسان تھی مگر اللہ اسپر راضی نہیں ہے کہ اہل قرآن سکوت اور سستی کریں اس حال میں کہ اللہ کی نافرمانی کیجاتی ہو اور وہ لوگ اوسکے روکنے اور جہاد کرنے کی طاقت رکھتے ہوں یہانتک کہ اللہ کا دین غالب آجائے ص۵۹

کیا اب بھی کسی کو معاویہ اور اوسکے معاونین کے بے دین ہونے میں شک رہ سکتا ہے کہ اسکے ذریعہ سے

خدا کی معصیت کیجاتی تھی اور اس سے ترک جہاد ناجائز تھا۔

حوشب کو سلیمان بن صرد خزاعی نے قتل کیا بروایت مالک اشتر نے اور ذوالکلاع کو حریث بن جابر نے

اس واقعہ سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ قاتل و مقتول دونوں صحابی ہیں پھر فیصلہ ہو تو کیونکر کون حق پر تھا

اور کون باطل پر لہذا حجت خواب بنگیا کہ عمرو بن شرحبیل نے خواب دیکھا کہ جنت میں داخل ہوئے تو کچھ قبے

نظر آئے تو پوچھا یہ قبے کسکے ہیں کہا ذوالکلاع اور حوشب کیلئے ہے جو معاویہ کیطرف سے لڑے گئے تھے

تو اسنے پوچھا عمار کہاں ہیں کہا کہ وہ انکے آگے ہیں پوچھا یہ کیونکر ہوا حالانکہ ان میں سے ایکدوسرے کا

قاتل ہے تو کہا کہ خدا سے ملاقات کی تو اسکو واسع المغفرۃ پایا صفحہ جلد ۲ اصابہ۔

یہ عزت افزائی ہے صحابہ کی کہ خدا فرماتا ہے جو کسی مومن کو قتل کرے تو وہ ہمیشہ جہنم میں رہیگا مگر یہاں وہ سب

منسوخ ہوگیا قاتل و مقتول دونوں جنت میں مزہ اڑا رہے ہیں جناب امیر کے بارے میں تو یہ حدیث اور کو

بیان مشہور ہے قاتل و مقتول دونوں جہنمی ہیں اور یہاں قاتل و مقتول دونوں جنتی ہیں ہنگے انا للہ۔

(۹۵) حوط بن مرہ کے نسبت بیان ہے کہ یس بن حسن بن یس نے کہا ہے ۲۴۶ھ میں انکو دیکھا جو کہ کبھی

میں خدمت رسول میں پہونچا تھا اور طعام جنت کھایا تھا ابن حجر اس روایت کو نہیں مانتے صفحہ

(۹۶) حویطب بن عبد العزی قریشی ہیں مروان بن حکم نے ایکمرتبہ حویطب سے کہا اے شیخ

تم بہت دیر میں اسلام لائے یہانتک کہ کم عمر لوگ تم سے سبقت لیگئے حویطب نے کہا اللہ ہی کے ہاتھ

کام چلتا ہے واللہ میں نے کئی مرتبہ اسلام کا ارادہ کیا مگر تمہارا باپ ہر مرتبہ مجھے اس سے باز رکھتا تھا اور

مجھے منع کرتا تھا کہ تم اپنی بزرگی اور اپنے باپ دادا کا دین ایک نئے دین کیلئے کیوں چھوڑتے ہو

اور کیوں دوسرے کے تابع ہوئے جاتے ہو مروان چپ ہوگیا اور اسنے اس بات پر نادم ہوا پھر

اس سے کہا کہ کیا تمسے حضرت عثمان ذوالنورین بیان کیا جب وہ مسلمان ہوئے تو تمہارے باپ سے

اونھیں کیا کیا صعوبتیں پہونچی صفحہ ۹۰

حکم کا حال سابقا مذکور ہوچکا حضرت عثمان کے چچا ہیں اور اسلام لائے بھی مگر اسطرح دوسروں کی طرح نہ تھے

تھے اسکو حضرت نے مدینہ سے نکلوا دیا تھا ابوبکر عمر نے بھی نہ آنے دیا مگر عثمان نے اپنے زمانہ حکومت میں

اسکو مدینہ بلوایا اور مرنے پر اسکے قبر پر شامیانہ لگوایا۔

(۹۷) حارث بن سوید تمیمی اور ان لوگوں میں ہیں جو عہد رسالت میں پیدا ہوئے اصحاب ابن مسعود میں

نامی شخص گذرا ہے بہت سی روایتیں اس سے منقول ہیں سنہ وفات ۳۶ھ ہو جب ابن الزبیر کوفہ میں تھے مگر حضرت امام سے محروم ہی رہے نہ وقت درود ظریف کوفہ میں کی خدمت کی ۳۵ج ۵ اصابہ

(۹۸) حارث بن عمرو زبیری بھی حضرت کے زمانہ میں اسلام لائے زمانہ یزید میں وفات ہو مگر شرکت کربلا سے محروم رہے ص۳۵ اصابہ

(۹۹) حارثہ بن بدر بھی صحابی ہو عراق میں رہتا تھا ۶۳ھ میں وفات ہو مگر نصرت امام اس نے بھی نہ کی ۵۶ اصابہ

(۱۰۰) حارثہ بن عبید کلبی پانچسو برس زندہ رہا مگر نصرت امام نہ کی ۵۶ اصابہ۔

(۱۰۱) حبّہ کا بیان ہے ہم حالت شرک میں تھے جبکہ حضرت نے غدیر خم میں من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ فرمایا یہانتک کہ دونوں کے بغلوں کی طرف نگاہ کیا یہ اسکا بھی راوی ہے کہ جب حضرت نے سب کے دروازے مسجد کی طرف بند کیے باستثنار جناب امیر تو دیکھا تھا کہ حضرت حمزہ آئے اور فرمایا تم نے اپنے چچا کو نکال دیا اور ابن عم کے دروازے کو باقی رکھا ۷۶ھ میں یا ۷۷ھ میں اسکی وفات ہو مگر نصرت امام سے محروم رہا ص۶ جلد ۲ اصابہ۔

(۱۰۲) حبیب بن مطہر (جنکا شیعوں میں نام مشہور حبیب بن مظاہر ہے) یہ بھی صحابی ہیں جناب امام حسین ع کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے ص۵

کیا اور صحابہ ان کی تاسی نہ کر سکتے تھے۔

(۱۰۳) حجر بن عنبس اسکا راوی ہو کہ ابوبکر و عمر نے جناب سیدہ کی خواستگاری کی تو خود حضرت نے جناب امیر سے کہا ھی لک یا علی ص۵۹

(۱۰۴) حرام بن ربیعہ یہ بھائی ہو حرام بن خالد کا جسکی بیٹی ام البنین مادر حضرت عباس سے جناب امیر نے نکاح کیا تھا اسکا بیٹا رو سار کوفہ سے تھا اس کو مختار نے منجملہ شرکاء قتل امام قتل کیا ص۶

(۱۰۵) حریث بن مخفض مازنی زمانہ حجاج تک زندہ رہا مگر نصرت امام سے دست کش رہا ص۶

(۱۰۶) حصین بن نویرہ یزید کے بعد زندہ رہا جس نے یمامہ میں خروج کیا تھا نجدہ حروری پر مگر نصرت امام سے محروم رہا ص۶۱

(۱۰۷) حمران بن ابان ۔ یہ بڑے علما سے تھا عثمان کے پیچھے نماز پڑھتا عثمان جہاں بھول جاتے
یہ لقمہ دیتا بصرہ میں رہا ۷۵ھ یا ۷۶ھ میں وفات ہوئی مگر جناب امام حسین ؑ کی اسنے بھی مدد نہ کی
حالانکہ حضرت نے اہل بصرہ سے بھی اعانت طلب کیا تھا ۔ ۶۵ اصابہ۔

(۱۰۸) حنظلہ بن ربیعہ بھی صحابی ہے جو محاصرہ ابن الزبیر میں حجاج کے ساتھ شریک تھا
وفات اسکی زمانہ مروان میں ہوئی مگر حضرت امام سے دستکش رہا ۔ ۶۶

(۱۰۹) حنظلہ بن شرقی زبیر بن عبد المطلب کا ندیم تھا دو سو برس تک زندہ رہا ۔ ۶۶
مگر حضرت امام اسنے بھی نہ کی۔

(۱۱۰) حکیم بن عیاش کلبی شعرا بنی امیہ سے تھا اسنے حضرت زید کے شہادت پر چند
اشعار کہے جس میں سے دو شعر جناب امام جعفر صادق کے سامنے پڑھا گیا ۔ صلبنا لکم زیدا
علی راس نخیلة ٭ ولم ار مهدیا علی الجذع یصلب ٭ وقستم بعثمان علیا سفاهة
وعثمان خیر من علی واطیب یعنی ہمنے حضرت زید کو درخت پر سولی دیا حالانکہ کوئی مہدی
درخت پر سولی نہیں دیا جاتا تم لوگ ایسی سفاہت سے عثمان اور علی کا قیاس کرتے ہو حالانکہ
عثمان بہتر ہے علی سے اور اطیب ہیں۔

قال فرفع جعفر یدیه فقال اللهم ان کان کاذبا فسلط علیه کلبک فخرج حکیم فافترسه الاسد
قلت کان قتل زید بن علی سنة اثنین وعشرین فیدل ذلک ان حکیم عمر بعده الغایة ضج ۲ اصابه
یعنی جناب امام جعفر صادق ؑ نے جب ان اشعار کو سنا تو ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ خداوندا اگر یہ جھوٹا ہے
تو اپنا ایک کلب مسلط کر چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ گھر سے باہر نکلا تو ایک شیر نے اوسے ہلاک کر دیا ۔ الا
ابن حجر کہتے ہیں کہ حضرت زید کی شہادت ۱۲۲ھ میں ہوئی جس سے معلوم ہوا کہ وہ اسکے بعد تک زندہ
رہا تو اس سے معلوم ہوا وہ صحابی نہ تھا مگر ہم خود ابن حجر سے نقل کر چکے ہیں بہت کہ صحابہ پانچ سو برس
تک زندہ رہے ہیں۔

خالد بن ربعی کہتے ہیں کہ حضرت نے کسی کو بنی تمیم پر حاکم بنانا چاہا ابو بکر نے ایک شخص کا نام
یا عمر نے ایک دوسرے کا نام لیا حضرت نے فرمایا اگر تم متفق ہو کر بات کہتے تو میں دونوں کی رائے
مان لیتا مگر تم کہیں کہیں مختلف ہو جاتے ہو اسپر یہ آیت نازل ہوئی ۔ یا ایها الذین آمنوا لا تقدموا

یعنی یہ جو اللہ و رسول کا تھا اور رسول کے سامنے تم آگے آگئے تو صفحہ ۱۴۰ اسد الغابہ
کیا اس سے ان لوگوں کے اسلام کی حالت نہ معلوم ہوئی کہ خدا کو منع کرنا پڑا۔

(۱۱۲) **خالد بن کلیب** (ابو ایوب انصاری) جنکے مکان پر رسول اللہ نے بعد ہجرت قیام کیا جب حضرت علی کے خلافت کا زمانہ آیا تو انھوں نے ابو ایوب سے پوچھا تمھیں کس چیز کی ضرورت ہے ابو ایوب نے کہا میرا وظیفہ مجھکو ملتا ہے اور آٹھ غلام مجھکو چاہیے کہ وہ میرے زمین کا کام کریں۔ ان کا وظیفہ چار ہزار تھا حضرت علی نے اسکو پچگنا کر دیا اور بیس ہزار دیے اور ۴۰ غلام دیے صفحہ ۲ اسد الغابہ مگر کسی روایت سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ شیخین یا عثمان نے ان کیساتھ سلوک کیا حالانکہ ایسی ہی خدمتیں رسول اللہ کی کی تھیں ہاں ابن عباس نے بھی اسکا بدلہ دیا تھا کہ اپنا پورا مکان حضرت ابو ایوب انصاری کو بعوض حق خدمات رسول دیدیا تھا مگر شیخین یا عثمان نے کوئی معاوضہ اسکا نہ دیا ان کی وفات سنہ ۵۱ھ یا ۵۲ھ میں ہوئی

(۱۱۳) **خالد بن زید** سے حضرت نے فرمایا جو شخص گیارہ مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھے اسکے لیے جنت میں ایک محل ہے حضرت عمر نے عرض کیا اب تو ہم بہت سے محل بنوا لینگے صفحہ ۱۱۱ کیا یہ کلام بطور استہزا نہ تھا حالانکہ یہی عمر ہیں جنھوں نے ابو ہریرہ کو اس بشارت پر کہ جو لا الہ الا اللہ کہے اوس پر جنت واجب ہے کیسا دھکا دیا تھا کہ وہ منھ کے بل گر پڑے۔

(۱۱۴) **خالد بن سعید بن عاص** اموی ہیں قدیم الاسلام ہیں بعض کہتے ہیں کہ ابوبکر کے بعد اسلام لائے تیسرے یا چوتھے مسلمان ہیں بعض پانچویں کہتے ہیں حضرت علی اور ابوبکر و زید بن حارثہ و سعد کے بعد اسلام لائے (مگر جب ابوبکر خود پچاس آدمیوں کے بعد اسلام لائے تو یہ تیسرے یا چوتھے کیسے ہو سکتے ہیں لہذا صحیح یہی ہے کہ ابوبکر سے پہلے اسلام لائے کیونکہ اسلام ابوبکر کی بعد سے پھر نیا سلسلہ قائم ہوا) انھوں نے خواب میں جہنم کو دیکھا حضرت نے فرمایا تم اسلام لاؤ اونکے باپ احیحہ کو جب معلوم ہوا تو بہت غصہ ہوئے اور گھر سے نکال دیا حضرت کے پاس آئے اور آپ ہی کے خدمت میں زندگی بسر کرنے لگے (بعد فتوحات اسلام) حضرت نے یمن کے صدقات وصول کرنے پر مقرر کیا اور بعض کہتے ہیں مذحج اور صنعا کے صدقات پر مقرر کیا تا عہد رسول یہی کام کرتے رہے بعد وفات رسول انھوں نے اوس کام کو چھوڑ دیا ابوبکر کی بیعت میں توقف کیا

اور بنی ہاشم سے کہا کہ آپ لوگوں کا شجرہ عالی نسب ہے اور اوسکا میوہ شیریں ہے ہم آپکے تابع ہیں جب بنی ہاشم نے بیعت کر لی تو خالد اور اونکے بھائی ابان نے بھی بیعت کر لی ابوبکر نے خالد کو ایک لشکر کا سردار بنا کر شام کیطرف بھیجا تھا ۱۳ھ اسد الغابہ

اصابہ ابن حجر عسقلانی میں ہے قال خالد بن سعید اسلمت قبل علیؑ لکن کنت افرق ابا احیحہ یعنی والدہ سعید بن العاص وکان لا یفرق اباہ صفحہ ۹

یعنی خالد بن سعید کہتے ہیں کہ ہم اسلام تو لائے تھے حضرت علی کے پہلے مگر ہم اپنے باپ سعید بن العاص سے ڈرتے تھے اور حضرت علی نہیں ڈرتے تھے۔ اس سے یہ تو ثابت ہوا کہ ابوبکر کے قبل اسلام لائے کیونکہ جناب امیر کے نسبت تو سب کا بیان ہے حضرت دوشنبہ کو مبعوث ہوئے اور جناب امیر سہ شنبہ کو اسلام لائے پھر حضرت پر تقدم تو کسی طرح ممکن نہیں یہ روایت محض اسی غرض سے بنائی گئی ہے کہ ابوبکر پر آپکی سبقت مخفی رہجائے۔

یہاں تو اسی قدر لکھا ہے کہ خالد بن سعید نے خدمت حکومت کو بعد وفات رسول ترک کر دیا مگر علی ابن اثیر جزری تاریخ کامل میں لکھتے ہیں بذیل ذکر ۱۳ھ

قیل فی سنۃ ثلاث عشرۃ وجہ ابوبکر الجنود الی الشام بعد عودہ من الحج فبعث خالد بن سعید بن العاص وقیل انما سیرہ لما سیر خالد بن الولید الی العراق وکان اول لواء عقدہ الی الشام لواء خالد ثم عزلہ قبل ان یسیر وکان سبب عزلہ انہ تربص بیعۃ ابی بکر شہرین ولقی علی بن ابی طالب وعثمان ابن عفان فقال یا ابا الحسن یا بنی عبد مناف اغلبتم علیہا فقال علی امغالبۃ تری ام خلافۃ فاما ابوبکر فلم یحفلہا علیہ واما عمر فاضطغنہا علیہ فلما ولاہ ابوبکر لم یزل بہ عمر حتی عزلہ عن الامارۃ وجعلہ ردا للمسلمین بتیماء وامرہ ان لا یفارقہا الا بامرہ

یعنی ۱۳ھ میں ابوبکر نے شام کیطرف لشکر روانہ کیا تو سب سے پہلا علم خالد بن سعید بن عاص کو دیا پھر اونکو معزول کر دیا وجہ عزل یہ ہوا کہ انھوں نے ابوبکر کے بیعت میں توقف کیا تھا دو مہینہ تک اور جناب امیر و عثمان سے کہا اے ابوالحسن اے فرزندان عبد مناف کیا تم لوگ مغلوب ہوگئے جناب امیر نے کہا یہ مغالبہ ہے یا خلافت ابوبکر کو تو اسکا کینہ نہیں ہوا مگر عمر کو دلمیں اسکا کینہ رہا

ابوبکر نے جب حکومت شام پر انکو نامزد کیا تو عمر نے اسقدر دق کیا ابوبکر کو کہ آخر کو معزول کر دیا امارت سے اور حکم دیا کہ تیا میں مسلمانوں کی حفاظت کو رہیں اور جب تک ہمارا حکم نہو وہاں سی علیحدہ نہوں۔ اس عبارت سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ خلافت تھی یا قیامت محض اسقدر کہنے پر کہ اے علی تم مغلوب ہوگئے وہ صحابی جو سب سے پہلے اسلام لایا تھا اور مدۃ العمر خدمت رسول کرتا رہا کسطرح محروم کیا گیا ابوبکر کو تو اسقدر غصہ نہیں آیا مگر عمر نے جب تک امارت لشکر شام سے موقوف نہ کر لیا چین نہ لگایا اسپر بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ کوئی کام انکا نیک نیتی سے تھا اور جب شیعہ اس بڑھکر ظلم و ستم پر تبرا کرتے ہیں تو پھر کیوں چراغ پا ہوتے ہیں حالانکہ تذلیل صحابہ کی بنیاد ڈالنے والے شیخین ہی ہیں جنھوں نے ہزاروں صحابہ کو بیجرم و قصور قتل کرایا اور عمر نے ایسے صحابی کو اسطرح ذلیل و خوار کیا تاریخ طبری میں ہے

ان خالد بن سعید حین قدم من الیمن بعد وفاۃ رسول اللہ صلعم تربص بیعتہ شہرین یقول قد امرنی رسول اللہ ثم لم یعزلنی حتی قبضہ اللہ وقد لقی علی بن ابی طالب وعثمان بن عفان فقال یا بنی عبد مناف لقد طبتم نفسا عن امرکم یلیہ غیرکم فاما ابوبکر فلم یحفلہا واما عمر فاضطغنہا علیہ ثم بعث ابوبکر الجنود الی الشام وکان اول من استعمل علی ربع منہا خالد بن سعید فاخذ عمر یقول اتومرہ وقد صنع صنع وقال ما قال فلم یزل بابی بکر حتی عزلہ وامر یزید بن ابی سفیان ص ۲۸ ج ۴

یعنی خالد جب حکومت یمن سے بعد وفات رسول وارد مدینہ ہوئے اور دو مہینہ تک ابوبکر کی بیعت نہ کی تو کہتے تھے حضرت نے ہمکو امارت دی اور کبھی معزول نہ کیا یہانتک کہ حضرت نے وفات پائی (مطلب یہ کہ ہمارے رہتے یہ لوگ کیونکر خلیفہ ہو سکتے ہیں جنکو کبھی رسول نے کہیں کا حاکم نہ بنایا) اسکے بعد حضرت علی اور عثمان سے ملاقات کی اور کہا کہ اے فرزندان عبد مناف کیونکر تمنے اسکو گوارا کیا کہ دوسرے لوگ تمپر حاکم ہوں ابوبکر کو تو اس کلام سے کچھ غصہ نہ آیا مگر عمر کی دل میں اسکا کینہ پڑ گیا ابوبکر نے جب شام کو لشکر بھیجنا چاہا تو پہلے اسی خالد بن سعید کو سردار لشکر بنایا مگر عمر نے اسقدر اصرار کیا کہ آخر ابوبکر نے معزول کرکے یزید بن ابوسفیان کو سردار لشکر بنایا یہ سپلا روز ہے کہ بنی امیہ کے ہاتھ میں حکومت گئی جسکے بانی حضرت عمر ہیں

کہ ایسے مقدس صحابی کو معزول کراکے یزید کو حکومت شام دلوایا جسکے بعد معویہ آیا اسکا بھائی پھر یزید اور تمامی بنی امیہ کا دور چلا ع خون شہدا تمام بر گردن اوست

پھر لکھتے ہیں قال کان خالد بن سعید بن العاص بالیمن زمن النبی ص وتوفی النبی ص وھو بھا وقدم بعد وفاتہ بشھر وعلیہ جبۃ دیباج فلقی عمر بن الخطاب و علی بن ابیطالب ع فصاح عمر بمن یلیہ مزقوا علیہ جبتہ وھو فی رجالنا فی السلم مھجور فمزقوا جبتہ فقال خالد یا ابا الحسن یا بنی عبد مناف اغلبتم علیھا فقال علی ع مغالبۃ تری ام خلافۃ قال لا یغالب علی ھذا الامر اولی منکم یا بنی عبد مناف وقال عمر لہ فض اللہ فاک واللہ لا یزال کاذب یخوض فیما قلت ثم لا یضر الا نفسہ فابلغ عمر ابابکر مقالتہ فلما عقد ابوبکر الالویۃ لقتال اھل الردۃ عقد لہ فیمن عقد فنھاہ عنہ عمر وقال انہ لمخذول وانہ لضعیف التروئہ ولقد کذب کذبۃ لا یفارق الارض مدل بھا وخائض فیھا فلا تستنصر بہ فلم یحتمل ابوبکر علیہ وجعلہ ردءا بتیماء اطاع عمر فی بعض امرہ وعصاہ فی بعض شرح ۲ جلد ۳

یعنی خالد بن سعید بن عاص بعد وفات رسول وارد مدینہ ہوئے تو وہ جبہ دیبا پہنے ہوئے تھے عمر نے چیخ کر کہا اسکے جبہ کو پھاڑ ڈالو کہ ریشمی کپڑہ پہنے ہوئے ہے سب نے اوسکا جبہ چاک کیا خالد نے جناب امیر سے کہا کیا آپ مغلوب ہوگئے جناب امیر نے کہا یہ مغالبہ ہے یا خلافت؟ خالد نے کہا اے فرزندان عبد مناف تم اس بارے میں مغلوب نہیں ہو سکتے عمر نے کہا خدا تیرے منہ کو توڑے واللہ جھوٹا ہمیشہ مبتلا رہیگا اس میں جو تو نے کہا مگر اسکا ضرر بجز اوسکے نفس کے اور کسیکو نہیں ہو سکتا عمر نے اس کلام کو ابوبکر تک پہونچایا جب ابوبکر نے قتال اہل ردہ کیلئے علم مقرر کرنا شروع کیا تو ایک علم خالد کو بھی دیا عمر نے منع کیا اور کہا یہ مخذول ہے اور ضعیف التروّیہ یہ ایسا جھوٹا ہے جو کبھی جدا نہیں ہو سکتا ہرگز اسکو حکومت نہ دو ابوبکر نے بعض امور میں عمر کی اطاعت قبول کی اور بعض میں نہیں کیونکہ بمقام تیماء اونکو مقرر کیا

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ابتدائی سب و شتم صحابی عمر کے بدولت جاری ہوئی کہ عمر نے اونکا جبہ چاک کیا اور جھوٹا اور مفتری بنایا اسی وجہ ابوبکر کو مجبور کیا کہ حکومت شام سے آخر محروم کر دیا حالانکہ یہ کیسے مقدس صحابی ہیں کہ ابوبکر سے پہلے اسلام لائے پھر اگر شیعہ ایسے صحابہ پر لعنت کریں

جو ظالم کاذب غاصب ہوں تو نہ معلوم اہلسنت کیوں ناراض ہوتے ہیں حالانکہ ابتدا اس کی تو حضرت عمر سے ہوئی۔

(۱۱۵) **خالد بن عاص** ابوجہل و حارث کے بھتیجے ہیں ایک حدیث ہی انہوں نے رسول سے سنی مگر چونکہ ابوجہل کے بھتیجے ہیں جو حضرت عمر کے رشتہ دار تھے لہذا عمر نے انکو حاکم مکہ مقرر کر دیا۔
صہ ۱۱۶ اسد الغابہ

غور کرنے کا مقام ہے کہ خالد بن سعید بن عاص کو جو کہ ایسا قدیم الاسلام اور عامل رسول تھا اس جرم پر معزول کیا کہ اونہوں نے بیعت ابوبکر میں دو ماہ تک توقف کیا اور خالد بن عاص کو صرف اس وجہ سے مقرر کیا کہ وہ انکا طرفدار اور ابوجہل کا بھتیجا تھا یعنی عمر کے ماموں کا بیٹا تھا سنہ وفات نہیں معلوم مگر زمانہ معویہ تک زندہ رہا صہ ۹۳ اصابہ جلد ۲

(۱۱۶) **خالد بن عرفطہ** بڑے صحبہ کے صحابی ہیں کوفہ میں رہتے تھے حضرت سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اے خالد عنقریب کچھ نئی باتیں اور اختلافات پیدا ہونگے جب ایسا ہو تو اگر تم سے ہو سکے مقتول بنو قاتل نہ بنو تو ایسا کرنا انکی وفات کوفہ میں ہوئی جس سال حضرت حسین بن علی شہید ہوئے صہ ۱۱۹ اسد الغابہ

مگر امام حسین کی نصرت نہ کی۔

اصابہ میں ہے کہ ایک شخص نے جناب امیر سے عرض کیا کہ ہمارا گذر وادی القری میں ہوا تو وہاں دیکھا کہ خالد بن عرفطہ مر گیا ہے اوس کے لیے استغفار فرمائیے حضرت نے فرمایا وہ نہیں مرا ہے اور نہ مریگا اوس وقت تک کہ لشکر ضلالت کا وہ سردار ہو جسکا علم بردار حبیب بن حمار ہوگا اور وہ اس مسجد کوفہ کے اس دروازے سے داخل ہوگا جسکو باب الفیل کہتے ہیں

یہ کلام سنکر وہاں ایک شخص کھڑا تھا اوٹھ کھڑا ہوا اور کہا حبیب بن حمار تو میں ہی ہوں اور میں تو آپ کا دوستدار ہوں حضرت نے فرمایا مگر ہوگا ایسا ہی ضرور۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ابن زیاد نے جو عمر بن سعد کو جناب امام حسین سے لڑنے کو بھیجا تو اوسنے خالد بن عرفطہ کو مقدمہ لشکر پر مقرر کیا اور حبیب بن حمار کو علمدار بنایا اور وہ علم لیکر داخل مسجد کوفہ ہوا باب الفیل سے صہ ۹۵ جلد ۲ اصابہ

غور فرمایئے کہ صحابہ اہلسنت کے کیا افعال تھے اسی لیے شاید حضرت نے وصیت کی تھی کہ قاتل نہ بنا اگرچہ مقتول ہی کیوں نہ ہو مگر کیا خوب اسکی تعمیل کی کہ خود فرزند رسول کو قتل کیا اور اس کو بھی اوڈیٹر انجم سیدنا لکھتے ہیں

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ واقعہ کربلا کی اہمیت کس درجہ تھی کہ خود رسول اللہ نے ہر طلب و یابس اسکا جناب امیر کو بتا دیا تھا کہ حضرت نے قبل از وقوع واقعہ خبر دی اسیر ہی لوگ ایمان نہیں لاتے کہ حضرت کو علم ماکان ومایکون حاصل تھا

اہلسنت جو قتل امام حسین کی نسبت شیعوں کی طرف دیتے ہیں شاید اسی حبیب بن حمار کی سبب سے جسنے دعوائے محبت امیرالمومنین کیا تھا مگر افسوس اونھوں نے یہ نہ سمجھا کہ شیعہ سمجھ لیا ہے حالانکہ وہ خود ہی جو اسکا مرتکب ہو اور شیعہ ہے اسکو کیا واسطہ

(۱۷۰) خالد بن ولید جسکا لقب سیف اللہ مشہور ہے لقب کے متعلق یہ روایت ہے کہ حضرت نے اسکو حالت کفر میں یہ لقب دیا تھا صـ ۱۱۸ اسد الغابہ

مالک بن نویرہ کے بھی قاتل ہیں جسپر خود حضرت عمر نے بہت انکار کیا تھا صـ ۱۳۰

جب حضرت عمر کو یہ خبر ملی کہ بنی مغیرہ کی عورتیں خالد پر رونے کیلئے ایک گھر میں جمع ہوئی ہیں تو حضرت عمر نے فرمایا کہ کچھ حرج نہیں ہے کہ وہ ابو سلیمان کیلئے روئیں بشرطیکہ بلند آواز اور بین نہ ہو بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ بنی مغیرہ کی کوئی عورت نہیں بچی جسنے خالد کی قبر پر اپنے سر کے بال نہ منڈوائے ہوں صـ ۱۳۱ اسد الغابہ

مسلمانو! غور کرو یہ کس قسم کی بات ہے کہ حضرت عمر جناب زینب و رقیہ و ام کلثوم دختران رسول پر گریہ و بکا کو منع کریں اور ان المیت لیعذب ببکاء اہلہ کی روایت کریں کہ میت پر اوسکے اہل وعیال کے رونے سے عذاب ہوتا ہے

مگر خالد بن ولید کیلئے سب جائز کر دیا گیا اور عورتوں نے جس میں سب گویا صحابیاں ہیں یہ غضب کی کہ سب نے جا کر قبر خالد بن ولید پر سر منڈا دیا جو آجتک ہندوؤں میں جاری ہے مگر یہاں تو شاید صرف وہی عورت ایسا کرتی ہے جو بیوہ ہوتی ہے مگر خالد کے قبیلہ کی سب عورتوں نے سر منڈا دیا واہ رے اسلام

استیعاب میں ہے کہ حضرت نے ایک قبیلہ پر اسکو بھیجا تو ناحق لوگوں کو اس نے قتل کیا حضرت نے اون کی دیت دلوائی اور فرمایا اللھم انی ابرء الیک مما صنع خالد بن ولید وخبرہ بذالک من صحیح اشرح صفحہ ۱۵۱ جلد اول

خداوند عالم بیزار کرتے ہیں اوس سے جو کچھ کیا خالد نے اور یہ حدیث صحیح ہے پھر اگر شیعہ بھی ایسے ہی صحابہ سے تبرا کریں تو اہلسنت کیوں چڑتے ہیں

یہ خالد وہی ہے جسنے حضرت ملک بن نویرہ کو قتل کیا اور اوسی شب کو اوسکی زوجہ کیساتھ زنا کیا پھر حضرت عمر نے کہا یا قتل کرو یا سنگسار کرو یا معزول کرو مگر ابوبکر نے ایک نہ مانا اور اوسکو سیف اللہ کا خطاب دیا جب عمر خلیفہ ہوئے تو اوسکو معزول کیا اور عمامہ سے قید کرایا اور مال اوسکا آدھا لیا اسپر بھی الصحابۃ کلھم عدول کا نعرہ بلند کیا جاتا ہے

(۱۱۸) خزیمہ بن ثابت انصاری انکا لقب ذو الشہادتین ہے جنگ جمل وصفین میں حضرت علی کے ہمراہ تھے مگر قتال نہیں کیا جب جنگ صفین میں حضرت عمار بن یاسر شہید ہوئے تو خزیمہ نے کہا میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا ہے کہ عمار کو باغی گروہ قتل کریگا اسکے بعد انہوں نے اپنی تلوار کھینچ لی اور قتال کیا یہانتک کہ مقتول ہوئے واقعہ صفین ۳۷ھ میں ہوا تھا صفحہ ۱۵۶ اسد الغابہ جلد ۲

مگر افسوس اسپر بھی اہلسنت نہ معویہ کو باغی کہتے ہیں نہ انکو فرقہ باغیہ میں داخل کرتے ہیں

(۱۱۹) خویلد بن عمر مدینہ میں آگر رہے تھے اور قبل فتح مکہ اسلام لائے مدینہ میں ۶۰ھ میں وفات پائی صفحہ ۱۶۷ اسد الغابہ جلد ۳

مگر ہائے بدقسمتی کہ امام حسین ع کی نصرت کی اور نہ شریک معرکہ کربلا نہیں ہوئے

(۱۲۰) خیر انکا نام عبد خیر تھا سہل نے روایت کیا ہے کہا ہمکو والد نے عبد خیر سے کہا اے ابو عمارہ میں آپکا جسم بہت توانا دیکھتا ہوں آپ کی عمر کس قدر ہے کہا کہ میری عمر ایکسو بیس برس کی ہے صفحہ ۱۶۵ مگر ہائے شریک معرکہ کربلا نہ ہوئے نہ کسی طرح حضرت کی مدد کی۔

(۱۲۱) دغفل نسابہ اسکو معاویہ نے یزید کی تعلیم کیلئے مقرر کیا تھا یہ بھی صحابی ہے جس سے حسن بصری روایت کرتے ہیں ۶۰ھ میں اسکی وفات ہے اصابہ صفحہ ۹۲۴

مگر نصرت امام حسین ع نہ کی

(۱۲۲) **ذوالجوشن** شمر کا باپ ہے بعض لوگوں کا بیان ہے کہ ابو اسحٰق نے اسسے نہیں سُنا بلکہ انھوں نے ان کی حدیث انکے بیٹے شمر ذی الجوشن سے سنی ہے صـــ۱۹۳

یعنے شمر قاتل امام حسین اہلسنت کے یہاں راوی حدیث بھی ہے جس سے ابو اسحٰق روایت کرتے ہیں

اصابہ میں بھی ہے ولہ حدیث عند ابی داؤد من طریق ابی اسحٰق عنہ ویقال انہ لم یسمع منہ وانما سمعہ من ولدہ شمر صـــ۱۶۵ جلد ۲

(۱۲۳) **ذوالخویصرہ** تیمی ایک دن رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھہ تقسیم کر رہے تھے ذوالخویصرہ نے جو بنی تمیم میں سے ایک شخص تھے کہا کہ یا رسول اللہ انصاف کیجیے حضرت نے فرمایا تیری خرابی ہو اگر میں نہ انصاف کرونگا تو کون انصاف کریگا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھی اجازت دیجیے تو میں اس منافق کی گردن ماردوں حضرت نے فرمایا نہیں اس شخص کے کچھہ ساتھ والے ہیں جنکے نماز روزے کے سامنے تم اپنے نماز روزے کو حقیر سمجھو گے وہ لوگ دین سے اسطرح نکلجاینگے جسطرح تیر کمان سے نکلجاتا ہے اوسکو کانسی کی طرف دیکھو تو اس میں کچھہ نہ ملیگا اور اوسکی پر دیکھو دیکھو تو اس میں کچھہ نہ ملیگا اور اوسکی ڈنڈی کو دیکھو تو اس میں کچھہ نہ ملیگا حالانکہ وہ لید اور خون چھو کے آیا ہے یہ لوگ اسوقت ظاہر ہونگے جب لوگوں میں باہم اختلاف پیدا ہوجائیگا اونکی نشانی یہ ہے کہ اونکی دو پستانوں میں ایک پستان عورت کی پستان کے مثل یا گوشت کے ٹکڑے کے مثل ہوگا وہ ہلتا ہوگا ابو سعید کہتے تھے میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا جب انھوں نے ان لوگوں سے قتال کیا مقتولین میں جستجو کیگئی تو ایک شخص اوسی ہیئت کا نکلا جو رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھی

ابو سعید خدری سے روایت کرکے خبر دی وہ کہتے تھے کہ ایک دن رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کچھہ تقسیم کر رہے تھے حضرت ابن عباس کہتے تھے کہ وہ ہوازن کا مال غنیمت تھا اور حنین کا دن تھا کہ یکایک ذوالخویصرہ تمیمی آئے جنکا نام حرقوص بن زہیر تھا ذی

خوارج کی بنیاد ڈالنے والے تھے انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ انصاف کیجیو حضرت نے فرمایا تیری خرابی ہو اگر میں انصاف نکرونگا تو کون انصاف کریگا اسکے بعد انہوں نے وہی واقعہ بیان کیا جو اوپر گذر چکا پس اس روایت سے معلوم ہوا کہ ذو الخویصرہ کا نام حرقوص بن زہیر ہے وہ عالم حرقوص کے نام میں انکے باقی حالات گذر چکے اسد الغابہ جلد ۱ ص ۱۹۴

اس نام کو اگرچہ ہمارے رسالہ سے چنداں تعلق نہیں ہے مگر یہ تو معلوم ہوا کہ حضرات اہلسنت ایسے منافق کو بھی صحابہ میں داخل کیا ہے حالانکہ خود لکھتے ہیں یہ خوارج کا موجد ہے۔

دوسرے یہ کہ اس سے معلوم ہوا تقسیم رسول اللہ پر اعتراض کرنیوالا منافق ہے تو اب دیکھو یہ صفت حضرت عمر میں پائی جاتی ہے یا نہیں خود صحیح مسلم میں ہے ص ۳۳۴ جلد اول

عن سلمان بن ربیعہ قال عمر بن الخطاب قسم رسول اللہ قسما فقلت واللہ یا رسول اللہ لغیر ہولاء کان احق بہ منہم قال خیرونی بین ان یسالونی بالفحش او یبخلونی ولست بباخل

یعنی سلمان بن ربیعہ راوی ہیں کہ عمر کہتے تھے ایک روز رسول اللہ نے کچھ تقسیم کیا تو میں نے کہا یا رسول اللہ قسم خدا کی غیر لوگ انکے زیادہ مستحق ہیں حضرت نے فرمایا مجھکو مخیر کیا ہے کہ ہم سے سوال کریں۔ بدخلقی یا فحش یا مجھکو منسوب کریں طرف بخل کی حالانکہ ہم بخیل نہیں ہیں

اب فرمایئے اعتراض عمر اور اعتراض ذو الخویصرہ میں کیا فرق ہے کیونکہ ذو الخویصرہ یہ فرمائش کرتا ہے کہ انصاف فرمایئے اس میں اسکی تصریح نہیں ہے کہ آپ بے انصافی کرتے ہیں اگرچہ التزاما یہ معنی پیدا ہوتے ہیں بخلاف اعتراض عمر کہ اوس میں وہ تقسیم کہتے ہیں کہ آپنے بے انصافی کیا غیر لوگ زیادہ مستحق تھے پھر فرمایئے انکا نفاق زیادہ ہو یا ذو الخویصرہ کا۔

امام نووی شرح میں اسکی لکھتے ہیں قلت بباخل معناہ انہم الحوا فی المسئلۃ لضعف ایمانہم والجؤنی بمقتضی حالہم الی السوال بالفحش او نسبتی الی البخل ولست بباخل ولا ینبغی احتمال واحد من الامرین ففیہ مداراۃ اہل الجہالۃ والقسوۃ اذا کان فیہم مصلحۃ وجائز دفع المال الیہم لہذہ المصلحۃ ص ۳۳۴ جلد اول

یعنی انہوں نے بسبب ضعف ایمان الحاح کیا سوال میں اور ملجا کیا طرف سوال کے فحش کے ساتھ یا منسوب کیا مجکو بخل کیطرف حالانکہ کوئی بات اس میں مناسب نہیں اس روایت سے

معلوم ہوا کہ اہل جہالت کیساتھ مدارا کیا جائے اور جو لوگ قسی القلب ہیں انکی ساتھ نرمی کیجائیگی اور تالیف قلب کی غرض سے مال دیا جاوے اگر اوس میں مصلحت ہو

اسکے بعد اس میں شک رہ سکتا ہے کہ حضرت عمر بھی اہل جہالت اور قساوت سے تھے جو اس سختی سے سوال کرتے اور رسول اللہ کو تقسیم مال میں غیر عادل ماننے جیسے قسم ہی کہا ہے جس

افسوس کہ حضرت عمر ایسے شخص کو محض اپنی فرمائش پر کہ عمل کیجیے منافق کہتے ہیں اور اپنی خبر نہیں لیتے کہ ہمارا اعتراض تو اوس سے بڑھا ہوا ہے مگر کسکو جرأت تھی جو اس منافق کی قتل کا ارادہ کرتا کیونکہ جو لوگ تابع حکم خدا و رسول تھے وہ تو اپنی ارادہ سے کوئی کام نہ کرتے اونکو رسول کی مصلحت معلوم تھی کہ آپ کسی موحد کو نہ قتل کرتے اگرچہ وہ خود حضرت کے قتل کا ارادہ کیوں نہ کرے چنانچہ اصحاب عقبہ کیساتھ یہی سلوک رہا۔ ذو الخویصرہ جس طرح موجد مذہب خوارج ہوا اوسی طرح حضرت عمر موجد مذہب اہلسنت ہیں تو جسطرح اعتراض دونو کا یکساں ہے اوسی طرح مصلحت رسول بھی دونو کی باقی رکھنے میں ایک ہے کیونکہ جب تک شیطان نہ ہو امتحان کامل کیونکر ہو سکتا ہے

اصابہ میں ہے ان النبی صلعم قال لا یدخل النار احد شہد الحدیبیہ الا واحد فکان ہو حرقوص بن زہیر صفحہ ۴۲۳ جلد اول چونکہ ذو الخویصرہ کا نام حرقوص بن زہیر تھا اسلیے اس حدیث کو لکھدیا کہ معلوم ہو بقول رسول یہ شخص جہنمی ہے

ذو الخویصرہ کو داخل صحابہ کرنا یہ بھی مخصوصات سے اس کتاب اسد الغابہ کے ہے چنانچہ ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں ذکرہ ابن الاثیر فی الصحابہ مستدرکا علی من قبلہ و غفل عن فی ذکرہ من الصحابہ و تحفہ صفحہ ۱۲۵ جلد ۲

یعنی ابن اثیر نے اسکو صحابہ میں لکھا ہے جسکی غرض اعتراض ہے یعنی ما قبل پر ہمارے نزدیک اسکے ذکر میں زمرہ صحابہ سے غافل ہے

پھر بتائیے ابن اثیر کی غرض اس تذکرہ سے بجز اسکے کیا ہو سکتی ہے کہ خوارج کو بھی اہلسنت بنائے کیونکہ جسطرح عمر صاحب صحابی ہو کر موجد مذہب اہلسنت ہوئے اوسی طرح یہ صحابی بھی موجد مذہب خوارج ہے شاید اسی سبب سے یہ نام استیعاب میں

نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو کھلا ہوا منافق تھا

(۱۲۴) ذوالخویصرہ یمانی وہ بھی جسنے رسول اللہ کے حضور میں آکر مسجد رسول میں پیشاب کیا لوگوں نے کچھ سختی کرنا چاہا تو حضرت نے فرمایا اسکو تعلیم دو

(۱۲۵) ذوالکلاع یہ زمانہ رسول اللہ میں اسلام لائے تھے پھر شام کیطرف چلے گئے اور وہیں رہے جب زمانہ فتنہ آیا تو جنگ صفین کا سامان انہیں نے کیا یہ معاویہ کی طرف تھے جب یہ مارے گئے تو معاویہ انکے مقتول ہونے سے بہت خوش ہوا یہ بھی طرفہ ماجرا ہے کہ اپنے طرفدار صحابی کے مقتول ہونے سے معاویہ خوش ہوا اسوجہ سے کہ ذوالکلاع کو جب یہ خبر ملی کہ نبی نے عمار بن یاسر کے حق میں فرمایا ہے کہ انکو باغی گروہ قتل کریگا اور عمار حضرت علی کے طرف تھے تو انہوں نے حضرت معاویہ اور عمر عاص سے کہا کہ ہم علی اور عمار سے کسطرح لڑسکتے ہیں تو لوگوں نے یہ جواب دیا کہ حضرت عمار ہمارے ہی طرف آجائیں گے اور ہمارے طرف سے لڑینگے پھر جب ذوالکلاع شہید ہوگئے اور اون کے بعد عمار شہید ہوئے تو یہ نصف لوگونکو لیکر حضرت علی کے طرف چلے جاتے اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ذوالکلاع نے حضرت معاویہ سے اسوجہ سے اختلاف کیا تھا کہ انکے نزدیک ثابت ہوگیا تھا کہ حضرت علی حضرت عثمان کے خون سے بالکل بری ہیں صفحہ ۱۹۹ اسد الغابہ

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ معاویہ نے حدیث تقتلہ الفئۃ الباغیۃ کی صرف یہی تاویل نہیں کی تھی کہ اونکی شہادت کے باعث حضرت علی ہوئے جو ہمراہ لائے تھے بلکہ یہ تاویل کی تھی کہ عمار ہمارے طرف آجائینگے یہ بھی معلوم ہوا کہ ذوالکلاع پر ہر طرح حقیقت جناب امیر ثابت ہوچکی تھی مگر پھر بھی وہ باطل ہی پر مصر رہے اور اوسی حالت میں قتل ہوئے پھر معاویہ کا انکی موت پر اسوجہ سے خوش ہونا کہ حق کا ظہور کچھ مخفی رہگیا کسدرجہ کی ایمانداری معاویہ کی ظاہر کررہا ہے

ہاں چونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ اس معاملہ میں حق ایکہی طرف تھا اور بنص صریح حق پر حضرت عمار تھے لہذا اس نص صریح کے ابطال کیلئے یہ خواب بنایا گیا کہ عمر بن شرحبیل نے یہ خواب دیکھا اور حضرت عمار باغ کی روش پر کھڑے ہیں پوچھا تو کہا ہمنے خدا کو

سبت دسیع المغفرة پایا میں نے پوچھا کہ اہل نہروان یعنی خوارج کا کیا حال ہے تو مجھے کہا گیا کہ وہ بھی مصیبت میں ہیں ت ۲

مگر اس خواب کی موضوعیت اس سے ظاہر ہے کہ خوارج کا واقعہ اسکے بعد ہوا ہے پھر اوسوقت انکا حال کیونکر پوچھا جا سکتا تھا ایک جواب یہاں بھی مذکور ہو چکا ہے ۔

(۱۲۵) ذو الثدیہ افسوس کہ اسد الغابہ میں انکا تذکرہ نہیں ہے مگر اصابہ ج ۲ صفحہ میں پورا حال لکھا ہے جو حسب ذیل ہے ۔

عن انس قال كان في عهد رسول الله صلعم رجل يعجبنا تعبده واجتهاده وقد ذكرنا ذلك لرسول الله صلى الله عليه وآله وسلم باسمه فلم يعرفه فوصفناه بصفته فلم يعرفه فبينا نحن نذكره اذ طلع الرجل قلنا هو هذا قال انكم لتخبروني عن رجل ان في وجهه لسفعة من الشيطان فاقبل حتى وقف عليهم ولم يسلم فقال له رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم انشدك الله هل قلت حين وقفت على المجلس ما في القوم احد افضل مني او خير مني قال اللهم نعم ثم دخل يصلي فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من يقتل الرجل فقال ابو بكر انا فدخل عليه فوجده يصلي فقال سبحان الله اقتل رجلا يصلي وقد نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن قتل المصلين فخرج فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ما فعلت قال

یعنی انس سے روایت ہے کہ حضرت کے زمانہ میں ایک عابد تھا جسکی عبادت سے ہم لوگوں کو تعجب ہوتا تھا ہم لوگوں نے حضرت سے اوسکا نام لیکر تعریف کیا تو حضرت نے اوسکو نہ پہچانا پھر اوسکے اوصاف کو بیان کیا آپ بھی نہ پہچانا ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ وہ شخص سامنے آیا ہم نے کہا یہی شخص ہے حضرت نے فرمایا تم ایسے شخص کا بیان کرتے تھے جسکے چہرہ پر شیطانی نشان ہے وہ آکر کھڑا ہوا اور کسی پر سلام نہ کیا حضرت نے فرمایا ہم تجھے قسم دیتے ہیں کہ تو اپنی مجلس سے اوٹھا تھا تو یہ کہا تھا کہ مجھ سے افضل یا بہتر دوسرا کوئی نہیں اوس نے کہا ہاں کہا تھا اسکے بعد وہ نماز پڑھنے چلا گیا تو حضرت نے کہا کون شخص اسکو قتل کرتا ہے ابو بکر نے کہا ہم جاتے ہیں وہاں جا کر دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے تو کہا سبحان اللہ کیا ہم ایسے شخص کو قتل کریں جو نماز پڑھتا ہے حالانکہ حضرت نے نمازیوں کو قتل سے منع کیا ابو بکر یہ کہکر واپس آئے تو حضرت نے پوچھا کیا کیا کہا یا حضرت وہ نماز

لو رهبت ان اقتله وهو يصلي وانت قد نهيت
عن قتل المصلين قال من يقتل الرجل
قال عمر انا فدخل فوجده واضعا جبهته
فقال عمر ابو بكر افضل مني فخرج فقال
له النبي صلى الله عليه وآله وسلم مه قال
وجدته واضعا جبهته لله فكرهت ان
اقتله فقال من يقتل الرجل فقال علي
انا فقال انت ان ادركته قال فدخل عليه
فوجده قد خرج فرجع الى رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم فقال له مه قال
وجدته قد خرج قال لو قتل ما اختلف
من امتي رجلان كان اولهم وآخرهم
قال موسى فسمعت محمد بن كعب يقول
الذي قتله علي ذو الثدية + قلت وقصة
ذي الثدية طرق كثيرة جدا استوعبها
محمد بن قدامة في كتاب الخوارج واصح
ما ورد فيها ما اخرجه مسلم في صحيحه و
ابو داود من طريق محمد بن سيرين
عن عبيدة عن علي ان عليا ذكر اهل النهر
وان فقال فيهم رجل مودن اليد او
مخدج اليد لولا ان تبطروا لنباتكم ما وعد
الله الذين يقتلونهم على لسان محمد فقلت
لعلي انت سمعته قال اي ورب الكعبة

پڑھتا تھا آپنے منع کراہت کی اسکی کہ اوسکو قتل
کریں حالانکہ آپنے نماز پڑھنے والوں کے قتل سے منع کیا ہے
پھر حضرت نے فرمایا کون شخص اسکو قتل کرتا ہے عمر نے
کہا میں جاتا ہوں یہ بھی اوسی طرح واپس آئے
کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور دل میں کہا کہ ابوبکر
ہم سے افضل ہیں جب کہ ہم قتل نہ کریں پھر حضرت
نے فرمایا کون شخص اسکو قتل کرتا ہے جناب امیر نے
عرض کیا میں جاتا ہوں حضرت نے فرمایا تم اگر
تم ملو جناب امیر واپس آئے اور عرض کیا وہ
مسجد سے جا چکا تھا تب حضرت نے فرمایا اگر وہ قتل
ہو جاتا تو تمہارے امت میں دو آدمی بھی اختلاف
نکرتے اول میں نہ آخر میں۔
موسی راوی کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن کعب سے سنا کہ وہ کہتے
تھے ذو الثدیہ کو جناب امیر نے قتل کیا ابن حجر کہتے ہیں کہ
قصہ ذی الثدیہ بہت سے طرق سے مروی ہے محمد بن
قدامہ نے کتاب الخوارج میں اسکو جمع کیا ہے اور سب سے
صحیح وہ روایت ہے جو صحیح مسلم میں ہے کہ جناب امیر نے
اہل نہروان کا ذکر کیا تو فرمایا ایک شخص اون میں
ایسا ہے جسکا ایک ہی ہاتھ ہے اگر تم اترانہ کرو
تو ہم اوسکو بیان کر سکتے ہیں جس کا
رسول اللہ نے وعدہ کیا ہے اون لوگوں سے جو اوسکو
قتل کرینگے راوی نے کہا کیا تم خود آپ سے سنا ہے فرمایا
ہاں قسم اوس خدا کی جو رب کعبہ ہے یاد رکھا ہے

وقال ابو الربیع الزهرانی حدثنا حماد
حدثنا جمیل بن مرة عن ابی الوضی ان
علیا لما فرغ من اهل النهروان قال
التمسوا المخدج فطلبوه ثم جاؤا فقالوا
لم نجده قال ارجعوا فلا والله ما کذبت ولا کذبت
فقال علی والله ما کذبت ولا کذبت
قال فوجدوه تحت القتلی فی طین فکانی
انظر الیه حبشی علیه قریطق احدی ثدییه
مثل ثدی المرأة علیها شعیرات مثل
الذی علی ذنب الیربوع اخرجه ابو داود

جب حضرت فارغ ہوئے اہل نہروان سے تو آپ نے
فرمایا اس شخص کی تلاش کرو۔ لوگ ڈھونڈھ
کر آئے تو کہا ہمنے نہیں پایا تین مرتبہ
یہ بیان کیا تو حضرت نے فرمایا قسم بخدا
نہ ہم نے جھوٹ کہا ہے نہ ہم سے جھوٹ
کہا گیا ہے آخر میں اوسکو سب مقتولوں کے
نیچے پایا جو کیچڑ میں دھسا ہوا تھا راوی کہتا
ہے کہ ہمنے دیکھا وہ ایک حبشی ہے جس کا
ایک ہاتھ مثل پستان کے ہے جسپر چند بال ہیں مثل
دم یربوع کے صفحہ ۱۷۲

ایسے واقعات کی تفصیل آپ کو تنقید بخاری حصہ دوم صفحہ ۲۹ الغایت صفحہ ۱۳۷ میں ملیگی جس سے معلوم ہوگا کہ ان صحابہ نے حضرت کے احکام کی کیسی تعمیل کی ہے کہ حضرت حکم صریح قتل کا دیتے ہیں اور ابوبکر و عمر دونوں اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں اور قتل نہیں کرتے۔۔ اور ما نحن فیہ

رافع بن خدیج بڑے پایہ کے صحابی ہیں ایک تیر انکی گلے پر لگا تھا جسکا زخم بزمانہ عبد الملک کھل گیا اور ۷۴ھ میں بعمر ۸۶ سال انھوں نے وفات کی ابن عمر انکے جنازہ میں گئے تھے لوگوں نے عصر کے بعد تک تاخیر کردی تھی تو ابن عمر نے کہا اپنے صاحب پر نماز پڑھ لو قبل اسکے کہ آفتاب غروب کرے ان کی اولاد مدینہ اور بغداد میں تھی زرد خضاب لگایا کرتے اور مونچھیں منڈواتے تھی صفحہ ۲۱ اسد الغابہ ج ۳۔

مگر افسوس شرکت معرکہ کربلا سے یہ بھی محروم رہی حضرت کی مدد نہ کی۔

ربیعہ بن العامر حضرت معویہ کے زمانہ میں لوگوں کو فتوی دیا کرتے تھے فقیہ تھے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا شریعت پر مستقیم رہو کیا اچھی بات ہے اگر تم مستقیم رہو اور وضو کی حفاظت کرو اور تمھارے اعمال میں سب سے بہتر عمل نماز ہے مرج راہط کے واقعہ میں مقتول ہوئے ۶۴ھ میں مروان بن حکم اور ضحاک بن قیس فہری کے درمیان

سفیر بحث ٢٣٦ اسد الغابہ

کیا کیا ایسے ایسے مقدس صحابہ پر امام حسین ع کی امداد نہ لازم تھی جو صحابہ کے زمانہ میں فتوے دیا کرتے اور انکو اپنا قاضی و مفتی مانتے خاص شام میں تو تھے۔

(١٢٨) ربیعہ بن کعب بن مالک یہ اصحاب صفہ سے تھے سب کو کی رسول اللہ کے بعد وارز بر رہا کرتے تھے اور آنکو وضو کیلئے پانی دیا کرتے تھے واقعہ حرہ کے بعد ٦٣ھ میں وفات پائی ٢٣٦ مگر امام حسین ع کی مدد نہ کی حالانکہ اہل حجاز سے ہیں۔

(١٢٩) رافع بن عمر و قیل عمرو رافع بن ابی رافع اصابہ میں ہے کہ غزوہ ذات السلاسل میں ابوبکر کیساتھ تھے کہتے ہیں کہ ابوبکر ہمکو اپنے فرش پر سُلاتے اور اپنا کپڑہ اوڑھنے کو دیتے ابوبکر سے کہا کہ ایسی بات بتاؤ کہ ہمکو نفع دے ابوبکر نے کہا خدا کی عبادت کرو اور شرک نہ کرو اور نماز پڑھو تصدق کرو اگر مال ہو اور دار کفر چھوڑ کر ہجرت کرو اور دو آدمیوں پر بھی حکومت نہ اختیار کرو ١٨٦ ج ٢

استیعاب میں ہے اخبر فی صحبتہ ابی بکر فی غزوہ ذات السلاسل ١٨٦ ج ١

کہ انکی ایک خبر ہے دربارہ صحبت ابوبکر بمقام غزوہ ذات السلاسل اسکے سوا اور کچھ نہیں لکھا۔

اسد الغابہ میں بھی ہے یہ واقعہ غزوۃ السلاسل میں شریک تھے اور اسمیں حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ رہے اور انکا قصہ مشہور ہے ٢١٦ ج ٣۔

مگر افسوس اصل روایت کو کسی نے نہ لکھا کہ ابوبکر سے انسے وہ کونسی بات ہوئی جسکو لکھتے ہیں کہ قصہ انکا مشہور ہے اب اسکی اصلیت کنز العمال ج ٣ صفحہ ١٣٥ میں ملاحظہ فرمایئے۔

عن طارق بن شہاب عن رافع بن ابی رافع قال لما استخلف الناس ابا بکر قلت صاحبی الذی امرنی ان لا اتامر علی رجلین فارتحلت فانتہیت الی المدینۃ فتعرضت لابی بکر فقلت لہ یا ابا بکر اتعرفنی قال نعم قلت اتذکر شیئا قلتہ لی ان

یعنی رافع بن ابی رافع صحابی کا بیان ہے کہ جب ابوبکر کو لوگوں نے خلیفہ بنایا تو میں نے کہا یہ تو ہمارا وہی صاحب ہے جو حکم دیتا تھا کہ کبھی دو آدمی پر بھی حکومت کرنا اسی خیال سے میں گھر سے سفر کیا اور وارد مدینہ ہوکے ابوبکر سے ملاقات کر کے کہا ہمکو پہچانتے ہو کہا ہاں تب میں نے کہا یہ بھی

لا نامر علی رجلین وقد ولیت امر الامة
فقال ان رسول اللہ صلعم قبض والناس
حدیث عہد بکفر فخفت علیہم ان یرتدوا
وان یختلفوا فدخلت فیها وانا کارہ ولم
یزل بی اصحابی فلم یزل یعتذر حتی عذرتہ
وابن راہویہ والعدنی والبغوی ابن خزیمہ

حکم یا کر ہمکو نصیحت کیا کرتے تھے دو آدمی پر بھی
حکومت نہ کرنا پھر کیا ہوگیا کہ تم ساری امت کو
حاکم بن بیٹھے ابوبکر نے کہا حضرت نے انتقال کیا
اور لوگ تازہ عہد تھے کفر کے اور حضرت کی نبوت
کو ۲۳ سال گذر چکے تو اسپر بھی تازہ عہد تھے لہذا
ہمکو یہ خوف ہوا کہ کہیں مرتد نہوں اور اختلاف
نہ پیدا ہو اسلیے ہم اسمیں داخل ہو حالانکہ کارہ تھے
اور ہمیشہ ہمارے اصحاب کھینچتے رہے ابوبکر اسی قسم کا
عذر بیان کرتے رہے یہانتک ہمنے اونکا عذر قبول کیا

ہمکو ابوبکر کے کلام سے غرض نہیں کیونکہ دو دل ہورہے جو آج کل اسلامی ممالک کی دست برد میں
عذر کررہے ہیں اور انکے وزرا جس قسم کی تقریریں کرتے ہیں وہ سب کے پیش نظر ہیں جیسے حضرت
ابوبکر تو سب کے استاد تھے مگر کون کہے کہ تیس برس تک حضرت نبوت فرماچکے اسپر بھی سب مسلمان
تازہ عہد بکفر ہیں تو آپ کونسے قدیم الاسلام ہیں آپکی تازہ عہد بکفر ہونیکی تو وہی حدیث صحیح بخاری
کافی ہے جس میں حضرت آپکی بیٹی عائشہ سے فرمارہے ہیں کہ اگر تیری قوم تازہ مسلمان نہ ہوتی
جس میں کسی مسلمان کو عذر نہیں ہوسکتا کہ ابوبکر اوس میں ضرور داخل ہیں پھر وہ حدیث ثانیہ بھی
دیکھیے کہ حضرت نے بقسم شرعی فرمایا ابوبکر کے دل میں شرک کی چال چیونٹی کی چال سے بھی
زیادہ مخفی ہے تو انکا خلیفہ بننا زیادہ کفر کی علامت ہے یا یہ خوف کرنا کہ لوگ مرتد ہوجائیں
جس رسول نے تیس برس تک امت کی تعلیم کی اوسکو تو اسکا خوف نہوا کہ ہمارے بعد
امت مرتد ہوگی جسکے لیے آپ انتظام کرجاتے اور آپکو خوف ہوا کہ خلیفہ بن بیٹھے حالانکہ ہزارہا
روایات اہلسنت موجود ہیں جن میں حضرت نے اسکا اوسی روز انتظام کیا تھا جسروز اپنی نبوت
کا اعلان فرمایا پھر یہ کیسا احمقانہ عذر ہے کہ لوگوں نے کھینچ کے ہمنے قبول کیا۔
ہماری غرض اس تذکرہ سے صرف اس قدر ہے کہ معلوم ہو جن علمائے سنت نے حالات صحابہ میں
کتابیں لکھی ہیں ان دھوں نے کسدرجہ بے ایمانی سے کام لیا ہے۔

(۱۳۰) رافع مولی الشعبی سعید بن عاص (بنی امیہ) کا ایک غلام تھا جسکو اسکی اولاد نے (آزاد کیا مگر ایک شخص نے اپنا حصہ رسول اللہ کو ہبہ کیا اور حضرت نے آزاد کردیا اسوجہ سے وہ مولی (آزاد کردہ) رسول کہلاتا تھا شک قریب عمرو بن سعید اشدق جو اسی سعید بن عاص کے تھا خلیفہ بنا (جو آخر کو بعہد عبد الملک مارا گیا) تو اس رافع کو بلا کر پوچھا تو کسکا غلام ہے اسنے کہا آزاد کردہ رسول ہوں عمرو بن سعید نے سو کوڑے مارا) دوبارہ پھر پوچھا تو اسنے وہی جواب دیا پھر سو کوڑے مارا گیا سہ بارہ جب سوال کیا تو جواب دیا میں تیرا غلام ہوں اصابہ ج ۲ ط ۱۹۱

اس روایت سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ اسنے بھی جناب امام حسین کی مدد نہ کی حالانکہ ۲۲۲ برس تک اسکے بعد زندہ رہا وہاں بنی امیہ کی اسلامی حالت بھی معلوم ہوئی کہ رسول اللہ کیطرف نسبت بھی انکو ناگوار تھی اور پھر تقیہ کی اجازت معلوم ہوئی کہ مارے خوف کے اس نسبت کو چھوڑ دیا اور غلامی عمرو بن سعید اشدق کو قبول کیا

(۱۳۱) رافع مولی عائشہ غلام حضرت عائشہ راوی ہیں کہ حضرت نے فرمایا عادی اللہ من عادی علیا ط ۱۹۱ اصابہ خدا اسکو دشمن رکھے جو جناب امیر سے عداوت کرے مگر افسوس اسنے بھی جناب امام حسین ع کی نصرت نہ کی۔

(۱۳۲) رباح بن معترف اس سے عبد الرحمن بن عوف نے فرمائش کی کچھ گا وے تو اسنے کہا عمر ہیں کہا جب وہ منع کریں تو چھوڑ دینا اسنے گانا شروع کیا عمر نے پوچھا یہ کیا ہے کہا عبد الرحمن کی فرمائش ہے عمر نے اسسے پوچھا تو کہا رات اس سے کٹتی ہے عمر نے کہا اگر ایسا کرتے ہو تو ضرار بن خطاب کے اشعار گایا کرو ص ۱۹۳ اصابہ۔

دیکھیے عبد الرحمن بن عوف کی خیال سے گانا حلال کردیا گیا اور اسیر اور فرمائش کیگئی۔

(۱۳۳) ربیع بن زیاد یہ مخصوصین حضرت عمر سے تھے زیاد کیطرف سے حاکم خراسان تھے ص ۱۹۵ انتقال مگر نصرت امام حسین سے محروم رہے۔

(۱۳۴) ربیعہ بن عباد یہ بھی بڑے پایہ کے صحابی ہیں ولید بن عبد الملک کے زمانہ تک زندہ رہے ص ۲۰۱ اصابہ۔
مگر نصرت امام حسین ع نہ کی۔

ربیعہ حرشی یہ بڑے بزرگ صحابی ہیں زمانہ معاویہ میں سب سے بڑے فقیہ تھے ضحاک
بن قیس کے ساتھ واقعہ مرج راہط میں مارے گئے ۶۴ھ ص۲۲۳ اصابہ۔

مگر امام حسینؑ کی نصرت نہ کی اور ضحاک بن قیس کے ساتھ جان دی

(۱۳۶) ربیعہ بن کعب بن مالک یہ اصحاب صفہ سے تھے حضرت کی دن رات
حاضر باش رہتے بعد وفات رسول اللہ مدینہ سے ایک منزل پر جاکر قیام کیا ۶۳ھ واقعہ حرہ
تک زندہ رہے مگر نصرت امامؑ نہ کی ص۲۰۳ اصابہ۔

(۱۳۷) ربیعہ بن یزید السلمی بخاری نے اسکو صحابی لکھا ہے مگر ابن عبد البر لکھتے ہیں
کان من النواصب یشتم علیا قال ابو حاتم لا یروی عنه ولا کرامة ومن ذکره
فی الصحابة فلم یصنع شیئا انتہی وقد استدرکه ابن فتحون وابو علی الغسانی
وابن معوز علی ابی عمر اعتمادا علی قول البخاری ص۲۰۴

ابو عمر کہتے ہیں یہ ملعون ناصبی تھا جو جناب امیر کو گالیاں دیا کرتا ابو حاتم کہتے ہیں یہ اس
قابل نہیں ہے کہ اس سے روایت کیجائے جسنے اسکو صحابہ میں لکھا اسنے بیکار کام کیا مگر ابن فتحون
ابو علی غسانی ابن معوز کلام ابن عبد البر کو رد کرتے ہیں کیونکہ بخاری نے اسکو صحابی لکھا ہے
مگر حق یہ ہے کہ ابن عبد البر صاحب کا اسوجہ سے اعتراض کہ وہ ناصبی تھا جناب امیر کو
گالیاں دیا کرتا خود تعجب خیز ہے کیونکہ صدہا صحابہ دشمن جناب امیر تھے اور وہ صحابی کہے جاتے
ہیں پھر ربیعہ نے کیا قصور کیا جو وہ صحابیت سے خارج کیا جاتا ہے۔

(۱۳۸) رحضہ بن خزیمہ انصاری بن خفاف یہ اور انکے بیٹے ایاس صحابی ہیں
اسپر ابن حجر لکھتے ہیں فرد علی قول موسی بن عقبة ومن تبعه ان اربعة فی نسق
صحبة مختص ببیت ابی بکر الصدیق ص۲۰۵ اصابہ
یعنی اس حساب سے موسیٰ بن عقبہ کا یہ قول کہ ایک خاندان میں چار آدمی کا صحابی ہونا مختص ہے
خاندان ابوبکر سے رد ہو جاتا ہے۔

ہوا خواہان خلفا نے کیا کیا فضیلتیں خلفا کیلئے گڑھی ہیں جس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک
خاندان میں چار آدمی کا صحابی ہونا مخصوص ہے ابوبکر سے حالانکہ ابن حجر نے علاوہ رحضہ کے

اور بھی دو تین خاندان کا نام لکھا ہو کہ وہ سب بھی صحابی تھے ابن اسامہ بن زید بن حارثہ دوسرے ابن سلمہ بن عمرو بن الاکوع -

(۱۳۵) رفاعہ بن رافع انصاری بہت اعلیٰ درجہ کے صحابی ہیں بدر کا احد خندق بیعت الرضوان اور تمام مشاہد میں رسول اللہ کے شریک تھے اسد الغابہ میں ہو صفحہ ۲۴۹ ج ۳ رفاعہ جنگ جمل میں حضرت علی مرتضےٰ کے ہمراہ تھے اور جنگ صفین میں بھی شعبی نے کہا ہو کہ جب طلحہ اور زبیر بصرہ کی طرف گئے تو ام الفضل بنت حارث یعنی زوجہ عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہم نے حضرت علی کو ان کی خبر لکھ کے بھیجی حضرت علی نے فرمایا بڑے تعجب کی بات ہو لوگوں نے عثمان پر حملہ کیا اور اونکو قتل کر دیا اور انھوں نے مجھسے بغیر جبر کے بیعت کی اور طلحہ اور زبیر نے بھی بیعت کی اب وہ لشکر لیکے عراق کی طرف گئے ہیں پس حضرت (علی مرتضےٰ سے مخاطب ہو کر) رفاعہ بن رافع زرقی نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے اوٹھایا تو ہم سمجھے تھے کہ ہم لوگ (یعنی انصار) اس امر (خلافت) کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ ہمنے رسو لخدا صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد کی اور ہمارا مرتبہ دین میں بڑا تھا مگر تمنے (اے مہاجرین) کہا کہ ہم مہاجرین اولین ہیں اور رسو لخدا صلے اللہ علیہ وسلم کے دوست اور عزیز ہیں ہم تمھیں اللہ کی یاد دلاتے ہیں کہ تم رسو لخدا صلے اللہ علیہ وسلم کی جانشینی میں ہم سے مزاحمت نہ کرو بس معاملہ خلافت ہمنے تمھارے لیے چھوڑ دیا اور تم اس سے خوب واقف ہو اور اسکی وجہ کیا اور نہ تھی سوا اسکے کہ ہمنے دیکھا حق پر عمل ہو رہا ہے اور کتاب اللہ کی پیروی کیجاتی ہے اور سنت رسول قائم ہے تو ہم راضی ہو گئے اور ہمکو اسکے سوا اور کیا چاہیے تھا اب ہمنے آپ سے بیعت کی اور ہمنے رجوع نہیں کیا اب آپ سے اون لوگوں نے مخالفت کی ہے جنسے آپ بہتر ہیں اور بہ نسبت انکے زیادہ پسندیدہ ہیں پس آپ ہمیں اپنے حکم سے مطلع فرمایئے اسی اثنا میں حجاج بن غزیہ انصاری آئے اور انھوں نے کہا کہ اے امیر المومنین اس معاملہ کا تدارک اس سے پہلے کرنا چاہیے کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے میری جان کو کبھی ایسا چین نہ نصیب ہو اگر میں موت کا خوف کروں اے گروہ انصار امیر المومنین کی بھی مدد کرو جسطرح تمنے رسو لخدا صلعم کی مدد کی تھی واللہ آخر کو اول سے نسبت ہوتی ہے یعنی

مگر اول بہت افضل تھی انکا تذکرہ ہمنے نہیں لکھا ہے۔
اس قصہ کو اسد الغابہ میں بہت اختصار سے اسی قدر لکھا ہے حالانکہ یہ بہت عظیم الشان قصہ ہے ہم
کتاب استیعاب سے لکھتے ہیں تاکہ ناظرین کو پورا قصہ معلوم ہو ملاحظہ ہو جلد ۲ ص ۴۲ مطبوعہ حیدرآباد دکن

عن الشعبی قال لما خرج طلحہ والزبیر کتبت
ام الفضل بنت الحارث الی علی رضی اللہ عنہ
بخروجہم فقال علی العجب لطلحہ والزبیر ان
اللہ عز وجل لما قبض رسولہ صلی اللہ علیہ و
سلم قلنا نحن اہلہ واولیاؤہ لا ینازعنا سلطانہ
احد فابی علینا قومنا فولوا غیرنا وایم اللہ
لولا مخافۃ الفرقۃ ان یعود الکفر ویبور
الدین لغیرنا فصبرنا علی بعض الالم ثم لم نر
بحمد اللہ الا خیرا ثم وثب الناس علی عثمان
فقتلوہ ثم بایعونی ولم استکرہ احدا وبایعنی
طلحہ والزبیر ولم یصبرا شہرا کاملا حتی
خرجا الی العراق ناکثین اللہم فخذہما
بفتنتہما للمسلمین فقال رفاعۃ بن رافع الزرقی
ان اللہ لما قبض رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم
ظننا انا احق الناس بہذا الامر لنصرتنا الرسول
ومکاننا من الدین فقلتم نحن المہاجرون
الاولون واولیاء رسول اللہ الاقربون
وانا نذکرکم اللہ ان تنازعونا مقامہ فی
الناس فخلیناکم والامر فانتم اعلم فما کان
بینکم غیر انا لما راینا الحق معمولا بہ والکتاب

اسد الغابہ میں ابتدائی حصہ قصداً چھوڑ دیا گیا ہے وہ
یہ ہے کہ جب ام الفضل نے جناب امیر کو اسکی خبر بھیجی کہ
طلحہ و زبیر نے خروج کیا تو جناب امیر نے فرمایا بڑے
تعجب کی بات ہے طلحہ و زبیر سے حالانکہ جب رسول اللہ
نے انتقال کیا تو ہمنے کہا ہم حضرت کے اہل
اور اولیا ہیں کوئی حضرت کی سلطنت کے بارے میں
ہم سے نزاع نہ کریگا مگر قوم نے اس سے انکار کیا اور
دوسرے کو خلیفہ بنایا قسم خدا کی اگر تفرقہ کا
خیال نہ ہوتا اور اسکا کہ کفر پلٹ آئیگا اور دین خدا
مٹ جائے تو ہم ضرور اس منصوبہ کو الٹ دیتے
لہذا ہمنے صبر کیا اس سختی پر اور نہ دیکھا بجز خیر
اسکے بعد لوگوں نے عثمان پر حملہ کیا اور قتل کر ڈالا
پھر بلا جبر و اکراہ ہماری بیعت کی اور ہمنے کسی کو مجبور نہیں
کیا طلحہ و زبیر نے بھی بیعت کی اور ایک مہینہ بھی
صبر نہ کیا کہ عراق کیطرف بیعت توڑ کر چلے گئے خداوندا
تو انسے مواخذہ کر اسکا کہ مسلمانوں میں فتنہ ڈالا ر
فاعہ بن رافع نے کہا کہ خدا نے جب رسول اللہ کا
انتقال ہوا تو ہم لوگوں نے گمان کیا کہ ہم لوگ
سب سے زیادہ مستحق ہیں امر خلافت کیونکہ رسول اللہ
کی نصرت کی تھی اور ہمارا مرتبہ دین میں عظیم ہے

متبعاً والسنة فاتممته هنيئا ولم يكن لنا
الا ذلك فلما رأينا الاثرة انكرنا لرضى الله
عز وجل فمها بيناك ولم نال وقد خالفك
من انت فی انفسنا خير منه وارضى فرينا
بامرك وقدم الحجاج ابن غزية الانصاری
فقال يا امير المؤمنين دراكها دراكها
قبل الفوت لا والت نفسی ان خفت الموت
يا معشر الانصار انصروا امير المؤمنين آخرا
كما نصرتم رسول الله صلی الله عليه وسلم اولا
ان الآخرة لشبيهة بالاولى الا ان الاولى
افضلها ومن حديث صالح بن كيسان
بن عبد الملك بن نوفل بن مساحق والشعبی
وابن ابی ليلى وغيرهم ان عليا عليه السلام
قال فی خطبة حين نهوضه الى الجمل ان الله
عز وجل فرض الجهاد وجعل نصرته وناصره
وما صلحت دنيا ولا دين الا به وانی بليت
باربعة ادهى الناس واسخاهم طلحة واشجع
الناس الزبير واطوع الناس فی الناس
عائشة واسرع الناس فتنة يعلى بن امية
والله ما انكروا علی منكرا ولا استاثرت بمال
ولا ملت بهوى وانهم ليطلبون حقا
تركوه ودما سفكوه ونحن ولوه دونی وان
كنت شريكهم ما كان لهما انكروا وما تبعه

امیر ہم لوگوں (مہاجرین) ذکر کیا کہ ہم مہاجرین الخ میں
اور رسول اللہ کی قرابت مندیں خدا سے ڈرو ہم سے اس بات میں
نزاع نہ کرو تو ہم لوگوں نے چھوڑ دیا اور خلافت کی بات میں
نزاع کو ترک کر دیا تو اب تمہاری حکومت ہوا اور جو کچھ کہا خود ا
ہو ہم تو صرف اسقدر دیکھتے ہیں کہ تم حق کی مطابق عمل
کر رہا ہو اور کتاب خدا کی پیروی کیجاتی ہے اور سنت رسول
قائم ہے اسکی سوا ہمکو اور کچھ نہ تھا جب دیکھا کہ اب
وہ طریقہ بدل رہا ہے تو بعض رضاء خدا کیلئے ان
باتوں سے انکار کیا (اشارہ قتل عثمان کی طرف)
پھر ہم نے انکی بیعت کی اور خدا کی فضل و کرم سے ہم کو یہ طمع
خسارہ میں نہیں رہے اب اسکی خلافت کی اور ہمکو اس نے
جسے ہم انکو افضل جانتے ہیں اور سب سے زیادہ
مرضی ہیں لہذا جو کچھ حکم دیجئے اسکی تعمیل کو ہم حاضر ہیں
اسی وقت حجاج بن غزیہ انصاری اٹھ کھڑے ہوئے
اور کہا یا امیر المؤمنین جلد اسکی خبر لیجئے ای گروہ انصار تم
امیر المؤمنین کی نصرت کرو آخر میں جیسا کہ رسول اللہ
کی نصرت کی تھی اول میں یہ نصرت پہلی نصرت کو مشابہ
ہے مگر یہ کہ پہلی نصرت رسول اللہ کی افضل تھی۔
حدیث صالح بن کیسان میں ہے کہ جناب امیر نے جب جنگ
جمل کا قصد کیا تو خطبہ میں فرمایا کہ خدا نے جہاد کو
مسلمانوں پر فرض کیا ہے اور اسکو انہیں نصرت اور ناصر کا
خطاب دیا ہے کوئی دین و دنیا بغیر اس جہاد کے صلاح
نہیں پا سکتی ہم چار شخصوں میں مبتلا ہوئے ہیں

معرّة عثمان الا عليهم وانهم لهم الفئة
الباغية بايعوني ونكثوا بيعتي وما استأنوا
بي حتى يعرفوا جوري من عدلي واني لراض
بحجة الله عليهم وعلمه فيهم واني مع هذا
لداعيهم ومعذر اليهم فان قبلوا فالتوبة
مقبولة والحق اولى مما انصرفوا اليه وان ابوا
اعطيتهم حد السيف وكفى به شافيا من
باطل وناصرا والله ان طلحة والزبير وعائشة
ليعلمون اني على الحق وانهم مبطلون ١٦٢ ط

جس پر یہ الگ تھے وہ اشعثی اور یہی طلحہ و زبیر اور ابو
ہیں زبیر تو مبرا وہ شخص ہی جو کہ دنیا میں سب سے زیادہ اسکی
بیجاتی ہی عائشہ جو تھا وہ شخص ہی جو سب سے زیادہ
فتنہ کی طرف دوڑنیوالا ہی یعلی بن امیہ جو یمن کا حاکم تھا
بزمانہ عثمان اور بیت المال لیکر اونٹ عائشہ کو آیا تھا
جس پر جنگ جمل میں عائشہ سوار تھیں وہ یہی لایا تھا جو ساتھ
تین ہزار دینار کو خرید لیا تھا قسم خدا کی وہ ہمارے
ہی وہ ناراض ہوگئے تھے بیت المال میں تصرف کیا اپنی
خواہش سے کہ عمل کیا وہ اوس حق کو طلب کرتے ہیں

جسکو خود چھوڑ دیا اور اوس خون کا مطالبہ کرتے ہیں جسکو خود اونھوں نے بہایا ہے تو اگر ہم اونکی
خونریزی کیا اور اگر ہم شریک تھے اونکے تو مخالفت ہی مگر اونھوں نے بہانا خون عثمان کا جو کہ الزام ہمپر دیتے ہیں
اور یہی فئۃ باغیہ ہے جسنے ہماری بیعت کی اور پھر نکث بیعت کیا اتنا بھی اونھوں نے صبر کیا کہ دیکھتے
ہم عدل کرتے ہیں یا جور اور ہم راضی ہیں حجت خدا پر جو اونپر تمام ہوئی اور علم خدا اونکے بارے میں جاری ہوچکا
اور ہم ان سب باتوں کے ساتھ اونکو دعوت کرتے ہیں اور عذر خواہ ہیں اگر قبول کریں تو توبہ مقبول ہوجائے
اور حق کا دینا ہے اوس چیز سے جس کی طرف وہ مائل ہوئے ہیں اور اگر انکار کرینگے تو ہم بھی تلوار کی باڑھ کو اونکے بارے میں جاری
کرینگے جو حق و باطل کے درمیان فیصل کرنیوالی ہی قسم خدا کی طلحہ و زبیر و عائشہ خوب جانتے ہیں کہ ہم حق پر
ہیں اور وہ باطل پر ہیں انتہی ترجمہ استیعاب ج ا ص ۱۶۲

اب اس روایت کو دیکھیے اور اوس روایت کو جو اسد الغابہ سے منقول ہی تو معلوم ہوگا کہ کس قدر کتمان
حق سے کام لیا گیا ہی ابن حجر عسقلانی نے تو اور بھی کمال کیا کہ مطلق اس واقعہ کو لکھا ہی نہیں بلکہ
صرف اسقدر لکھا و زعم ضرار بن صرد باسناده الی عبد الله بن ابی رافع انه شهد صفين
اخرجه الطبراني وروى ابو عمر قصة فيها انه شهد الجمل وكذا ابن قانع لكن سنده تالف
او انه شهد الاربعين ص ۲۰۹ ج ۲
یعنی ضرار بن صرد نے اپنی اسناد سے روایت کیا ہی کہ وہ شریک معرکہ صفین ہوئے اور ابو عمر صاحب

استیعاب نے ایک تعداد اسکا لکھا ہی کہ وہ جنگ جمل میں شریک ہوے وفات انکی ۲۳ھ یا ۲۴ھ میں ہوئی۔

اس واقعہ سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ علماء اہلسنت نے بیان احوال صحابہ میں کیسا کیسا تصرف کیا ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ ابتدائی تصنیف میں اگرچہ حق گوئی کیگئی ہی تو آخری تصنیف میں وہ بالکل چھپا دیاگیا ہی کیونکہ استیعاب مقدم ہی اور اسکے بعد اسد الغابہ لکھی گئی اور اسکے بعد اصابہ جسمیں ایکدم پردہ ڈالدیا گیا۔

اس روایت نے اچھی طرح بتادیا کہ جناب امیر ان خلافتوں کو کیسا سمجھتے تھے کیونکہ حضرت فرماتے ہیں ہم اپنے کو سب سے بڑھکر حقدار خلافت رسول جانتے تھے اور اسکا گمان بھی نہ تھا کہ کوئی ہم سے نزاع کریگا مگر قوم نے غیر ذیکو خلافت دی اور انکو خلیفہ بنایا۔

اب اس سے بڑھکر کونسی تصریح ظلم وغضب کی ہو سکتی ہی کہ جنکو کسیطرح کا استحقاق نہ تھا کہ وہ خلیفہ بنائے گئے اسپر بھی کہا جاتا ہی کہ جناب امیر ہیں اور ان میں اتحاد تھا لا لانکہ حضرت فرماتے ہیں اگر اسکا خوف نہ ہوتا کہ تفرق پیدا ہو کفر پھر پلٹ آئے دین خدا مٹ جائے تو ہم ضرور اصل نظام کو بدل دیتے پھر فرمائیے خلفا ثلثہ مومن تھے یا منافق کیونکہ اگر مومن ہوتے تو اس تبدیلی کی کیا ضرورت تھی اور اس تبدیلی ہی کیوں اسکا خوف ہوتا کہ دین اسلام مٹ جائیگا مگر کتب تواریخ و سیر بتاتی ہیں کہ خلفا ثلثہ نے ابو سفیان اشعث بن قیس ایسے منافقوں اور ملحدوں کو ذرا سی دھمکی پر ملالیا ہی جنھوں نے کیا کیا فساد پیدا کیے لہذا یقین ہوتا ہی کہ اگر جناب امیر اسوقت ان منافقوں کو جہاد کر لیتے تو وہ کافر نہیں کھلم کھلا ساز باز کرکے اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکتے

سقیفہ بنی ساعدہ نے جو فرم انصار کو خدا ترسی کو بیان کیا کہ ہم لوگ اسوجہ سے باز آئے کہ مہاجرین اولیاء و قرابت مندان رسول ہی ہیں یا اسکو خود جناب امیر نے بمقابلہ مہاجرین پیش بھی کیا چنانچہ کتاب الامامۃ والسیاستہ ابن قتیبہ میں ہی مثلا

ثم ان علیا کرم اللّٰہ وجھہ اتی بہ ابو بکر وھو یقول انا عبد اللّٰہ واخو رسولہ فقیل لہ بایع ابا بکر فقال انا احق بھذا الامر منکم

پھر حضرت علی ہلائے گئے (مجبور کرکے) ابوبکر کے پاس اور حضرت علی کہہ رہے تھے کہ ہم بندہ خدا برادر رسول ہیں کسی نے کہا ابوبکر کی بیعت کرو حضرت علی کہتے تھے

لا ابایعکم وانتم اولی بالبیعة لی اخذتم هذا
الامر من الانصار واحتججتم علیهم بالقرابة
من النبی صلی الله علیه وسلم تاخذونه
منا اهل البیت غصبا الستم زعمتم للانصار
انکم اولی بهذا الامر منهم لما کان محمد منکم
فاعطوکم المقادة وسلموا الیکم الامارة وانا
احتج علیکم بمثل ما احتججتم علی الانصار
نحن اولی برسول الله حیا ومیتا فانصفونا
ان کنتم تؤمنون والا فبوؤا بالظلم وانتم تعلمون
فقال له عمر انک لست متروکا حتی تبایع
فقال له علی احلب حلبا لک شطره وشده
له الیوم یردده علیک غدا ثم قال والله
یا عمر لا اقبل قولک ولا ابایعه فقال له
ابوبکر فان لم تبایع فلا اکرهک

ہم اس امر کو تم سے زیادہ مستحق ہیں تمہاری بیعت نہ کرینگے
تم مستحق ہو کہ ہماری بیعت کرو تم نے انصار سے اس
خلافت کو اسی بنیاد پر لیا ہے کہ تم اہل قرابت رسول
ہو اور ہم اہلبیت سے از راہ غصب لیتے ہو کیا تم نے انصار
سے نہیں کہا تھا کہ ہم اس وجہ سے مستحق خلافت ہیں کہ
رسول ہم میں سے ہیں (یعنی ہمارے بیچ) جسپر انصار نے
قبول کر لیا اور خلافت کو تمہارے حوالہ کیا اب ہم
اوسی دلیل کو پیش کرتے ہیں کہ ہم زیادہ مستحق ہیں
خلافت کے کیونکہ رسول اللہ سے حیات و ممات میں قریب تر
ہیں پس اگر ایمان دار ہو تو انصاف کرو ورنہ جس طرح
جانتے ہو ظلم کرو اور تم خوب جانتے ہو عمر نے کہا تم اس
تقریر سے چھوڑے نہ جاؤ گے جبتک بیعت نہ کرو گے جناب
امیر نے فرمایا اے عمر آج دودھ دوہ لو کہ تیرا بھی اوس میں
حصہ ہے آج اوسکی مضبوطی کرو کل تم کو واپس دے
کرینگے پھر کہا اے عمر قسم خدا کی ہم تیرا کہنا نہ مانینگے اور
ابوبکر کی بیعت نہ کرینگے ابوبکر نے کہا اگر بیعت نہیں
کرتے تو ہم جبر بھی نہیں کرتے صـ ۱۹

ہماری غرض صرف اسقدر ہے کہ رفاعہ بن رافع انصاری نے جو وجہ تسلیم خلافت بیان کیا تھا
اوسکو خود جناب امیر نے بھی مہاجرین کے سامنے پیش کیا کہ جب انصار اس حق سے دست بردار ہو گئے
تو کیا وجہ کہ جب وہی دلیل ہم پیش کرتے ہیں تو تم نہیں مانتے ظلم و جور پر آمادہ ہو
اسکے ساتھ اوس نطاقہ کو بھی سنلیجئے جو خلیفہ دوم نے بمقابلہ انصار کہا تھا کتاب الامامة میں ہے

فقام عمر رضی الله عنه فقال هیهات
لا یجتمع سیفان فی غمد واحد انه والله لا

یعنی عمر نے کھڑے ہو کر اونکا جواب دیا کہ اونھوں نے کہا
تھا کہ ایک امر ہے سو ایک امیر ہمیں تو عرب کبھی راضی نہ ہونگے

ترضى العرب ان تؤمركم ونبيها من غيركم ولكن العرب لا ينبغي ان تولي هذا الامر الا من كانت النبوة فيهم وأولي الامر منهم لنا بذلك على من خالفنا من العرب الحجة الظاهرة والسلطان المبين من ينازعنا سلطان محمد وميراثه ونحن اولياؤه وعشيرته الا مدل بباطل او متجانف لاثم او متورط في هلكة ۱۲

کہ کیا سنا نہیں دو تم لوگوں کو کبھی عرب اس پر راضی نہ ہونگے کہ خلیفہ تو تم ہو اور نبی دوسری قوم سے ہو عرب یہ امر دینی شخص حکومت کر سکتی ہے جو خاندان نبوت سے ہو کہ اولی الامر بھی اوسی میں ان ہو اگر عرب ہم سے مخالفت کرینگے تو ہمکو یہ حجت ظاہر ہو اور سلطان حاصل ہے کون شخص ہے جو سلطنت محمد اور انکی میراث کے بارے میں ہم سے مخالفت کرے حالانکہ ہم انکے عشیرہ اور اولیاء ہیں ایسا کا مخالف وہی ہو سکتا ہے جو باطل پر رہتا ہے اور گنہگار اور ہلاکت میں غوطہ لگانیوالا ہے ۱۲

اب بتاؤ یہ سب خطابات انکو حاصل ہوئے یا نہیں جو جناب امیر کے مقابلہ میں کہتے ہیں اگر بیعت نکروگے تو قتل کروا دینگے۔

سبحان اللہ انصار کے مقابلہ میں تو یہ دعوے ہو ہماری مخالفت کون کر سکتا ہے ہم رسول اللہ کی قوم و قبیلے سے ہیں اور جناب امیر کے مقابلہ میں یہ ہو کہ اگر بیعت نکروگے تو گردن مارینگے۔

عمر صاحب وارث میراث سلطنت بنے من ینازعنا سلطان محمد و میراثہ ۱۲ کہ حضرت کے سلطنت اور میراث میں کون ہماری مخالفت کر سکتا ہے اور جناب سیدہ علیہا السلام کو مطالبہ فدک میں یہ حدیث سنائی نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث کہ ہم گروہ انبیاء نہ کسی کی وارث ہوتے ہیں نہ کسیکو میراث دیتے ہیں فرمائیے یہ کس قسم کی دیانتداری ہے۔

(۱۲۹) روح بن زنباع جذامی انکے صحابی ہونے میں اختلاف کیا گیا ہے امام مسلم بن حجاج (امام مسلم) نے اسماء وکنی میں لکھا ہے کہ ابو زرعہ یعنی روح بن زنباع جذامی صحابی ہیں۔

یہ روح عبد الملک بن مروان بادشاہ شام کے یہاں بہت مقرب تھے عبد الملک کہتے تھے کہ روح میں اہل شام کی عبادت اور اہل عراق کی عقلمندی اور اہل حجاز کی فقہ جمع ہے اسد الغابہ ۲۱۲ ج ۲ اصابہ میں ہے و مات سنۃ اربع وثمانین ۲۱۲ کہ ۸۴ھ میں انکی وفات ہوئی۔

مگر افسوس نصرت امام حسین نہ کی بلکہ یہ بھی مخالفین جناب امیر سے تھے کہ جنگ صفین میں یہ معاویہ کے ساتھ تھے۔

ہاں ایک واقعہ عجیب انکا کتاب حیوۃ الحیوان علامہ دمیری شافعی میں قابل دید ہے

صفحہ ۳۵۲ ج اول

بخیال اختصار صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

امام کسائی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز خلیفہ عباسی ہارون رشید کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا تو ایوان خلافت میں بیٹھے تھے اور سامنے اُنکے بہت سا مال پڑا ہوا تھا جسکو وہ اپنے خدام اور ارکان سلطنت میں تقسیم کر رہے تھے ہارون رشید کے ہاتھ میں ایک چمکیلا درہم تھا جسکی کتابت چمک رہی تھی اور بار بار بنظر غور و تامل دیکھ رہے تھے گویا کوئی خاص بات اسکی باعث تھی۔

ہارون رشید کی عادت تھی کہ اکثر مجھسے (امام کسائی) ادھر اُدھر کی حکایتیں بیان کیا کرتے پوچھا کہ جانتے ہو کسنے سب سے پہلے اس سکہ کو طلا و نقرہ میں جاری کیا۔ امام کسائی عبد الملک بن مروان نے اسکو جاری کیا ہے۔

ہارون رشید اسکا سبب کیا ہوا کیوں اسکی ایجاد ہوئی۔

کسائی۔ مجھے تو اور کچھ نہیں معلوم صرف اسقدر جانتا ہوں کہ عبد الملک نے یہ سکہ جاری کیا۔

ہارون رشید یہ فعل خالی از علت نہیں ہے اسکی ایک وجہ ہے جسکو میں بیان کرتا ہوں اصل یہ ہے کہ سابق زمانہ میں کاغذ جتنا ہوتا وہ سب رومیوں کے کارخانہ سے آتا تھا اور اہل مصر چونکہ اکثر نصرانی تھے قیصر روم کے مذہب پر اسلیے (طراز) ہر ایک قسم کا غذوں کا اس عنوان سے ہوتا "ابن اب روح" عبد الملک کی خلافت تک یہی مارک رومی جاری رہا چونکہ یہ مصر کہ زبان قبطی میں تھا اور طغرا میں اسلیے کسیکو خبر نہوئی نہ کسینے اسکی تفتیش کی برابر یہی کاغذ سب مروج رہے عبد الملک کو ایک دفعہ کچھ شبہہ ہوا ایک کاغذ دیکھکر مترجم سے کہا اسکا عربی میں ترجمہ کرو اوسنے بیان کیا کہ اقانیم ثلثہ اب۔ ابن۔ روح کے نام کا مہر کہ بنایا گیا ہے اوسپر عبد الملک نے کہا یہ تو اسلامی قواعد کے بالکل خلاف ہے کہ اس قسم کا مارک مملکت اسلامی میں جاری ہو حالانکہ یہ کاغذ سب ممالک بعیدہ میں جاتے ہیں موقوف ہونا چاہیے یہ مارک عیسائیوں کا کلمہ

کاغذ ہی پر نہیں ہوتا تھا بلکہ ظروف وغیرہ بھی جو مصر میں بنتے یا پردے وغیرہ بنائے جاتے یا کسی قسم کا کپڑہ وہاں تیار ہوتا ان سب پر بھی مارک رہتا اور وہی تمام ممالک اسلامی میں سرایت پاتا کیونکہ یہ کل صنعتیں رومیوں سے متعلق تھیں لہذا عبدالملک نے اپنے بھائی عبدالعزیز بن مروان کے نام جو مصر کا منجانب عبدالملک گورنر تھا اس مضمون کا حکمنامہ بھیجا کہ اس عیسائی مارک کو موقوف کرے کاغذ یا پردہ یا اور جو کپڑہ وغیرہ وہاں تیار ہو ان سب سے یہ مارک موقوف کر دیا جائے اور اس حکم کی منادی کر دو کہ جو اسکی مخالفت کریگا وہ مستحق تعزیر ہوگا اور کاغذ کے کارخانہ داروں کو ہدایت کیجائے کہ وہ اس مضمون کا مارک تیار کریں شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو چنانچہ یہ مارک اسوقت سے آجتک تمامی ممالک اسلامی میں جاری ہے اس مضمون کے فرمان شاہی تمام ممالک مقبوضہ میں جاری ہوگئے کہ جو کاغذ رومی نشان کے ملک میں جاری ہیں ان سب کو منسوخ کرکے نئے نشان کے کاغذ کو رواج دیں اور جو مخالفت کریگا وہ مستوجب تعزیر ہوگا۔

جب اس نئے نشان کے کاغذ نے رواج پایا جس پر کلمہ توحید ثبت تھا تو اہل روم کو بھی اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور رفتہ رفتہ یہ خبر قیصر روم کو بھی پہونچی جس سے وہ نہایت درجہ طیش میں آیا اور ایک دوستانہ خط بنام عبدالملک لکھا کہ تمہارے قبل جتنے خلفا گذرے ہیں ان سبھوں نے اسی مارک کو جائز رکھا تھا نہ کسی نے کچھ اعتراض کیا نہ تبدیلی کا قصد کیا یہانتک کہ تمہاری خلافت کا زمانہ آیا اب اسکا اقرار کرو کہ تم برسر خطا ہو اور خلفا ماسبق سب برسر صواب تھے یا وہ سب خاطی تھے اور تم برسر صواب ہو ان دونوں باتوں سے ایک بات کا اقرار کرنا تم پر لازم ہوگا دیکھو میں تمہاری شان کے موافق تحف وہدایا روانہ کرتا ہوں جسکے بارے میں مجھے امید ہے کہ تم قبول کروگے اور میری یہ حاجت بر لاؤگے کہ مارک قدیم کے اجراکی اجازت دو میں آپکا شکر گذار ہونگا۔"

عبدالملک نے سفیر کو مع ہدایا واپس کیا اور خط کا کچھ جواب نہ لکھا تاکہ معلوم ہو یہ عرض قابل قبول نہیں

قیصر نے دوبارہ سفیر روانہ کیا اور تحفہ کو مقدار کو المضاعف دوچند کیا اور اس مضمون

الآل والاصحاب

کا خط لکھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تُنے میرے ہدیہ کو کم مقدار سمجھا لہذا المضاعف کرکے اُسی مطلب کا خواستگار رہوں۔"

عبدالملک نے اس دفعہ بھی کچھ جواب نہ دیا اور سفیر کو مع تحائف واپس کیا۔

تب تیسری دفعہ قیصر نے یہ تہدید آمیز خط لکھا کہ تُنے میرے خط کا کچھ جواب نہ دیا اور میرا ہدیہ قبول کیا نہ میری حاجت برآری کی پہلے تو مجھے گمان تھا کہ تُنے مقدار ہدیہ کو کم تصور کیا ہے لہذا دوبارہ اُسکی افزایش کی۔ اور پھر سہ بارہ بھی میں نے اُسکی مقدار بڑھائی لیکن اب معلوم ہوا کہ تم میری توہین چاہتے ہو نہ جواب خط دیتے ہو نہ میرے ہدایا کو قبول کرتے ہو۔ اب میں مسیح کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر تُنے رومی سکہ کے رواج کا حکم نہ دیا۔ اور اپنے اس نئے سکہ کو نہ بند کیا تو میں بھی سکہ درہم و دینار کے بارے میں حکم جاری کرونگا کہ تمہارے رسول اللہ پر گالیاں سخت لفظوں میں نقش کئے جائیں جو تمہارے تمامی ملک میں رواج پائیگا۔ کیونکہ تمکو خوب معلوم ہے اسلامی ملک میں سکہ نہیں ہے جو نقش ہمارے ملک میں سکوں پر ہوتا ہے وہی سکہ تمہارے ملک میں جاری رہتا ہے اس خط کو پڑھکر اپنی پیشانی کا پسینہ پونچھ ڈالو۔ اور میرا ہدیہ قبول کرکے بدستور سابق قدیم سکہ کے رواج کا حکم دو جس سے ہماری اور آپکی محبت سابقہ بحال و قائم و برقرار رہے۔

قیصر روم کا یہ خط جسوقت پہونچا عبدالملک پر اسنے ایسا گہرا اثر ڈالا کہ دنیا اُسکی نگاہوں میں تاریک ہوگئی کوئی بات نہیں بنتی۔ سوچتا ہے کہ میں کیسا شامتی پیدا ہوا جسکے بدولت رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم پر علی العموم گالیاں رواج پائینگی اس عیسائی بادشاہ نے اگر اپنا قول پورا کیا تو ہمیشہ کو یہ الزام مجھپر رہجائیگا جسکا کوئی دفیعہ نہیں ہوسکتا کیونکہ تمامی ممالک اسلامی کے معاملات انھیں درہم و دینار سے ہوتے ہیں جو ملک روم میں ڈھلتے ہیں اور ہم کوئی جواب اسکا نہیں رکھتے۔

عبدالملک کے اس تردد وانتشار نے یہانتک ترقی کی کہ جتنے علما و فضلا، صحابہ و تابعین اہل اسلام سے وہاں موجود تھے سب کو جمع کیا اور اس بارے میں کمیٹی کی کہ کونسی تدبیر اختیار کی جائے جو یہ بلا دفع ہو اور پھر اپنی بات بھی رہجائے؟

یہ معاملہ ایسا نہ تھا کہ معمولی عقل والے انسان اسکو طے کر لیتے اور جنکے دماغ کی فطرت ہی ایسے امور کیلئے نہ ہوئی تھی وہ حل کر دیتے۔ سب خاموش رہے۔ کچھ جواب نہ دیسکے تب وزیر اعظم روح بن زنباع نے نہایت آزادی اور جرأت سے کہا کہ تو خوب جانتا ہے اس شخص کو جسکی بدولت اس مخمصہ سے نجات پاسکتا ہے مگر عمداً اسکو ترک کرتا ہے۔

"عبدالملک وائے ہو تجھپر وہ کون شخص ہے"

روح بن زنباع تجھے لازم ہے کہ رجوع کرے حضرت امام محمد باقرؑ کی طرف جو اہلبیت نبی سے ہیں کہ صرف انھیں سے یہ معاملہ حل ہو سکتا ہے۔

عبدالملک سچ کہا تو نے مگر میری رائے اُن کے بارے میں متزلزل ہے" (اس سے معلوم ہوا کہ وہ پہلے سے جانتا تھا مگر متامل تھا) اسکے بعد گورنر مدینہ کے نام خط لکھا کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام کو بہ تعظیم و احترام میرے پاس روانہ کرو اور اُن کے زادراہ و اخراجات کیلئے ضروری سامان فراہم کرو۔ اور روانگی میں کسی سختی نہ کرنا بلکہ بلاطفت و نرمی روانہ کرنا کہ جسکو چاہیں اپنے ہمراہ لائیں"

عبدالملک نے یہ خط مدینہ روانہ کیا اور سفیر قیصر روم کو اُسوقت تک اپنا مہمان رکھا کہ حضرت تشریف لائے جب جناب امام محمد باقر علیہ السلام تشریف لائے تو عبدالملک نے یہ سارا ماجرا عرض کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا یہ تو کوئی ایسی بات نہ تھی جسمیں تو اسقدر پریشان ہو کیونکہ۔ اوّلاً خود خداوند عالم محافظ ہے جو قیصر روم کے ارادہ کو کبھی اس بارے میں کامیاب نہونے دیگا کہ رسول اللہ پر سب و شتم جاری ہونے پائے"

ثانیاً تو مجبور بھی نہیں ہے بخوبی تدبیر اسکی کر سکتا ہے۔

عبدالملک میں کیا کر سکتا ہوں۔؟

امام علیہ السلام تو اسی وقت کاریگروں کو بلوا کر درہم و دینار کا اسلامی سکہ ڈھلوا سکتا ہے ایک کلمہ توحید ثبت کرائے اور دوسرے طرف اسم مبارک رسول اللہ صلے اللہ علیہ

والہ وسلم۔ اور اُسکے حلقہ میں نام شہر اور سنہ ضرب ثبت کراؤ کہ یہی اسلامی سکہ رواج پائے۔

اسکے بعد امام علیہ السّلام نے اوزان اسکے بتائے کہ سکے درہم کے اسوقت جاری ہیں یک بغلی جو ۱۰ مثقال کے دس ہوتے ہیں۔ دوسرے سمری خفاف جو ۶ مثقال کے دس ہوتے ہیں۔ اور تیسرا ۵ مثقال کا دس یہ کل ۲۱ مثقال ہوئے۔ اسکو ۳ پر تقسیم کیا تو حاصل تقسیم ۷ مثقال ہوا۔ اسی سات مثقال کے دس درہم بنوائے اور اسی ۷ مثقال کے قیمت کے سونے کو دینار بنایا جسکا خوردہ دس درہم ہو۔

سکہ درہم کا نقش چونکہ فارسی میں تھا اسلئے فارسی ہی میں اسکا بھی نقش رہنے دیا اور دینار کا سکہ رومی حرفوں میں۔ کیونکہ اسی انداز کے سکہ کی چلنساری تھی۔

اور ڈھالنے کا سانچہ کانچ کا بنوایا تاکہ زیادتی ونقصان سے محفوظ رہے۔

امام علیہ السّلام نے یہ سب تعلیم دیکر ارشاد فرمایا کہ اس اسلامی سکہ کو تمامی بلاد اسلامیہ میں جاری کردے اور اس مضمون کے فرمان کا اعلان کر کہ ہر شخص اس نئے سکہ کو استعمال کرے اور بصورت خلاف ورزی وہ مستحق سزا ہوگا اس ذریعہ سے رومی سکہ استعمال ہی کو قوف ہو جائیگا اور یہی اسلامی سکہ ہر جگہ رواج پائیگا۔

عبد الملک نے جناب امام علیہ السّلام کے ارشاد کے مطابق اسلامی سکہ بنوایا۔ اور ہر جگہ اس مضمون کا فرمان بھیجدیا کہ جو اس سکہ کے خلاف دوسرے سکہ کو مصرف میں لائیگا وہ واجب القتل ہوگا۔

تب سفیر قیصر روم کو رخصت دی اور وہی جواب جو امام علیہ السّلام نے فرمایا تھا اُس سفیر سے کہا کہ جاکر قیصر روم سے کہدینا کہ جس بات کی تونے دھمکی دی ہے اُسکو کر ڈالے کہ خدا بھی نہ اُسکو چلنے دیگا۔ ہم نے تیرے سکہ کو اپنے ممالک مقبوضہ میں باطل کردیا ہے اور اس مضمون کا فرمان جاری کیا ہے کہ جو شخص سکہ رومی کو یا رومی مارک کی اشیا کو استعمال میں لائیگا وہ واجب القتل ہوگا۔

قیصر روم کے پاس جب یہ جواب پہونچا تو وہ دم بخود ہوکر خاموش ہوگیا۔ لوگوں نے

اُس سے کہا کہ جو دھمکی تو نے بادشاہ عرب کو دی تھی (دشنام دہی رسول اللہ کی) اب کیوں نہیں اُس کا اجرا کرتا؟

تو قیصر نے جواب دیا کہ جسوقت میں نے دھمکی دی تھی اُسوقت البتہ میں اسپر قادر تھا تو مجبور ہوں کیونکہ اہل اسلام اس سکہ سے لین دین نہ کرینگے۔ تو پھر اس قسم کے سکہ سے کیا نفع ہوگا۔

امام علیہ السلام نے جسکی خبر دی تھی کہ قیصر اس امر کے اشاعت پر قادر نہیں ہوگا اُس کی تصدیق بخوبی ظاہر ہوئی۔ یہ حکایت بیان کر کے ہارون رشید نے وہ درہم جو ہاتھ میں لے تھا پھینک دیا۔

افسوس کہ باوصف عرفان حق دنیا کی محبت ایسی غالب تھی کہ محبت خاندان رسالت کو چھوڑ کر یہ خلفائے بنی امیہ کے رازدار اور طرفدار تھے جسکا نتیجہ یہ ملا کہ ولید نے خود عبد الملک کے سامنے کہا یہ شخص جھوٹ بولتا ہے ص۲۶۲

تو کیا ایسے ہی جھوٹے صحابی پر اہلسنت کو ناز ہے۔

(۱۳۹) ربیعہ بن زرارہ عتکی۔ یہ بصرہ میں رہتے تھے ایک سو بیس برس زندہ رہے زمانہ حجاج میں وفات ہے ص۲۳ اصابہ جلد ۲

مگر افسوس نصرت امام حسینؑ نہ کی۔

(۱۴۰) رفیع بن مہران ابوالعالیہ زمانہ رسول میں پیدا ہوئے (صحابی ہوئے) ابوبکر عمر کے پیچھے اکثر نماز پڑھا ہے بڑے تابعی ہیں رواۃ اہلسنت میں داخل ہیں مگر امام شافعی ان کی روایت کو ریاح کہتے ہیں ۹۰ھ یا ۹۳ھ یا ۱۰۶ھ میں وفات ہے۔ اصابہ ص۲۱۳

مگر نصرت امام حسینؑ میں انھوں نے بھی ایک قدم نہ بڑھایا۔

(۱۴۱) ربیعہ بن امیہ بن خلف بن وہب قرشی ہے حجۃ الوداع میں شریک تھا حضرت نے اسکو بھی ایک جگہ کی حکومت دی تھی اس نے خواب دیکھا تھا کہ ہم زمین شاداب سے نکلکر ایک غیر آباد زمین میں چلے گئے ہیں جسکو ابوبکر سے بیان کیا اور کہا درایتک فی جامعۃ من حدید عند سریر الی الحشر ص۲۲۴ اصابہ

کہ ابوبکر غل و زنجیر میں گرفتار ہیں حشر تک۔

جسکی ابوبکر نے یہ تعبیر دی کہ تو اسلام سے نکلکر کافر ہو جائیگا اور جس دین میں ہم ہیں یہ اشد الاشیاء ہے حشر تک (مگر افسوس ایسی تعبیر دی جو خلاف واقع ہے کیونکہ یہ جواب خلافت کے متعلق تھا جس میں وہ قیامت تک مبتلا رہے) مگر استیعاب میں ہے کہ یہ تعبیر عمر نے دی تھی۔

یہی ربیعہ بن امیہ ہے جو رات کو شراب پی رہا تھا تو عمر سیڑھی لگا کر اسکے مکان پر چڑھ گئے اور اوس نے جواب دیا کہ ہمنے اگر ایک خطا کی تو تو نے تین کہ سیڑھی لگا کر ہمارے مکان میں داخل ہوا اور تجسس کیا اور بغیر سلام داخل ہوا حالانکہ خدا نے منع کیا ہے۔

اسی ربیعہ بن امیہ نے ایک عورت سے متعہ کیا تھا جو حاملہ ہوئی اوسکے بعد عمر نے متعہ منع کیا۔

عمر نے ربیعہ بن امیہ پر حد شرب خمر نہیں جاری کیا بلکہ مدینہ سے نکلوا کر حکم دیا کہ خیبر میں رہا کرے وہاں سے نکلکر ہرقل شاہ روم کے پاس چلا گیا جسکے بعد عمر نے کہا اب میں کسی مجرم کو جلاوطن نہ کروں گا صفحہ ۲۲۲ اصابہ جلد ۲

(۱۴۲) رر رشید ثقفی صحابی ہیں ان کے مکان میں شراب کی بھٹی تھی جہاں شراب فروخت ہوا کرتی عمر نے اوس مکان کو جلوا دیا کیونکہ اوسی مکان میں یہ بھی رہتا تھا جو محلہ بنی عدی خاندان عمر تھا صفحہ ۲۱۲ اصابہ۔

(۱۴۳) ربیعہ بن عبد اللہ بن ہدیر بقول ابن حبان صحابی ہے کان من خیار الناس تعریف میں کہا جاتا ہے خیار ناس سے تھا۔ مگر افسوس اس نے بھی امام حسین کی نصرت نہ کی ۹۳ھ میں وفات کی صفحہ ۲۱۶ اصابہ جلد ۲

(۱۴۴) ربعی بن خراش کو بعض لوگ تابعی جلیل لکھتے ہیں خیثمہ نے فضائل الصحابہ میں ان کا ذکر لکھا ہے قال العجلی تابعی ثقۃ من خیار الناس لم یکذب قط بہت اچھا آدمی تھا کبھی جھوٹ نہ بولا۔ کوفہ میں رہتا تھا حضرت نے اسکے باپ کو خط لکھا اوس نے اوس خط کو چاک کر ڈالا اس سے معلوم ہوا کہ ربعی حضرت کے زمانہ میں صاحب

ہوش و حواس تھی سنہ ۱۰۰ میں وفات ہے صفحہ ۲۱۹ اصابہ

مگر نصرت امام حسینؑ سے یہ بھی دستکش رہا اور کسی طرح حضرت کی مدد نہ کی حالانکہ کوفہ میں داخل تھا۔

(۱۴۵) ربیع بن محمود ماردینی مدعی صحابیت تھا سنہ ۵۹۹ تک زندہ رہا صفحہ ۲۲۳ اصابہ

حضرات اہلسنت کے صحابہ پرستی کی حد ہو گئی کہ جس خر شخص نے دعوی صحابیت کیا وہ صحابی ہو گیا ذہبی تو اسکو دجال لکھتے ہیں مگر بہت سے علما یہ تاویل کرتے ہیں کہ حضرت کو اسنے خواب میں دیکھا تھا۔

(۱۴۶) رتن بن عبد اللہ ہندی سات سو برس زندہ رہا سنہ وفات ۵۹۶ھ ہے

اس میں بھی اہلسنت میں اختلاف ہے بہت سے لوگ تو منکر ہیں مگر علامہ صلاح صفدی بہت زور سے اسکا وجود ثابت کرتے ہیں ولما اجتمعت بشیخنا مجد الدین الشیرازی شیخ اللغة بزبید وهو اذ ذاك قاضی القضاة ببلاد الیمن رأیته ینکر علی الذهبی انکار وجود رتن صفحہ ۲۲۳ اصابہ

یعنی قاضی القضاة مجد الدین شیرازی بہت انکار کرتے تھے ذہبی پر جو منکر وجود رتن تھے

مگر افسوس امام حسینؑ کی نصرت سے یہ بھی محروم رہا۔ ہاں چند حدیثیں اوسکی یادگار رہ گئی ہیں جس میں سے ایک حدیث یہ ہے ما من عبد یبکی یوم اصیب ولدی الحسین الا کان یوم القیامة مع اولی العزم من الرسل وقال البکاء فی یوم عاشورا نور تام یوم القیامة صفحہ ۲۲۶ اصابہ

یعنی جو شخص مصیبت امام حسینؑ پر بروز عاشورا گریہ و بکا کرتا ہے وہ بروز قیامت پیغمبران اولوالعزم کے ساتھ محشور ہو گا اور گریہ روز عاشورا نور تام ہے بروز قیامت قال القشیری وهذا السند یتبرك به وان لم یوثق بصحته صفحہ ۲۲۳ اصابہ

یعنی روایات رتن کے نسبت امام قشیری کا حکم ہے کہ اس سند کے ساتھ تبرک حاصل کرنا چاہیے اگرچہ سند صحیح نہو۔

(۱۴۷) زبرقان بن اسلم خاندان ذی نفوہ سے ہیں ابو وائل یعنی شقیق بن سلمہ نے

روایت کی ہے کہ جب حضرت حسین بن علی میدان کربلا میں جنگ کے لئے باہر تشریف لائے تو آواز دی ھل مبارز پس ایک شخص خاندان ذی نعوہ سے مقابلہ میں نکلے جنکا نام زبرقان بن اسلم تھا۔ زبرقان بڑے جنگجو تھے انھوں نے پوچھا تو کون ہے مخاطب نے کہا میں حسین بن علی ہوں۔ زبرقان نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے تم لوٹ جاؤ اسلئے کہ خدا کی قسم میں نے ایک مرتبہ رسول خدا کو دیکھا آپ قبا کی طرف سے ایک سرخ اونٹنی پر سوار چلے آرہے تھے اور تم انکے آگے بیٹھے ہوئے تھے۔ پس میں نہیں چاہتا کہ رسول خدا سے اس حال میں ملوں کہ تمہارا خون میرے اوپر ہو۔ پس حضرت حسین بن علی لوٹ گئے اور زبرقان بھی لوٹ آئے صـ ۲۶۹ اسد الغابہ۔

اب کہاں ہیں وہ حضرات اہلسنت جو مدعی محبت اصحاب ہیں اہلبیت طاہرین کے ساتھ دیکھیں کہ یہ زبرقان صحابی ہے جو لشکر یزید میں امام حسینؑ سے لڑنے آیا ہے یہانتک کہ حضرت سے لڑنے نکلا۔ مگر وہ واقعہ یاد کر کے جنگ سے باز آیا۔ تو کیا اسپر یہ حق نہ تھا کہ حضرت پر اپنی جان نثار کرتا یا اہلبیت طاہرین کی کسی طرح مدد کرتا کیونکہ کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام تک ضرور ہی گیا ہوگا۔

اصابہ میں اس واقعہ کو جنگ صفین کے متعلق لکھا ہے۔

(۱۴۸) **زبرقان بن** بدر بصرہ میں رہتے تھے زمانہ جاہلیت میں بھی سردار تھے اور زمانہ اسلام میں بھی باعظمت تھے بنی تمیم کے وفد کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے بہت کچھ جوائز انعام بھی دیئے حضرت نے ان کی قوم بنی عوف کے صدقات کا متولی کیا تھا۔ بعد وفات رسول اللہ ابوبکر کو صدقات دیتے تھے۔ عمر نے بھی انکو اپنے عہدہ پر قائم رکھا حطیہ شاعر نے ان کی ہجو کی تو عمر نے تہ خانہ میں بند کیا۔ زبیر اور عبدالرحمان بن عوف کی سفارش پر رہا کیا۔ اسد الغابہ صـ ۲۰۶ جلد ۲

اصابہ میں ہے کہ زمانہ عبدالملک تک زندہ رہا اور پچیس گھوڑا دربار میں لایا اور سب کا نسب نامہ بیان کیا صـ ۴ جلد ۲

مگر حضرت امام حسینؑ سے یہ بھی دست بردار رہا حالانکہ بصرہ ہی میں رہتا تھا اور سردار تھا مگر طرفداران ابوبکر و عمر سے تھا پھر اس سے کیا امید ہو سکتی تھی۔

(۱۴۹) زرارہ بن خبری صحابی ہیں ہشام کلبی نے روایت کی ہے کہ جب مروان کی بیعت ہو چکی (بعد موت یزید) تو ایکدن اوسکا گذر زرارہ کی طرف ہوا وہ اس زمانہ میں بہت بوڑھے ہو گئے تھے مروان نے ان سے حال پوچھا تو کہا بہت اچھا حال ہے اسد الغابہ جلد ۲ صـ

مگر جناب امام حسینؑ کی اسنے بھی مدد نہ کی اصابہ میں ہے کہ بہت مالدار تھے۔ عمر کو انہیں نے بتایا تھا کہ زوجہ کو شوہر کے دیت سے بھی حصہ ملنا چاہیے۔

(۱۵۰) زر بن حبیش اسدی زمانہ جاہلیت کو پایا تھا نبی کو دیکھا نہیں تابعین کے اعلی طبقہ میں ہیں حضرت عمر اور حضرت علیؑ اور ابن مسعود سے روایت کی ہے بڑے فاضل اور قرآن کے عالم تھے ۸۲ھ میں انکی وفات ہوئی جبکہ ان کی عمر ایک سو بیس برس کی تھی صـ ۲۷۷ جلد ۲ اسد الغابہ

(۱۵۱) زہیرہ بن حویہ یہ بہت دنوں زندہ رہے شبیب ابن یزید خارجی نے انکو بازار حکم میں حجاج کے عہد میں قتل کیا ۷۷ھ۔

مگر افسوس حضرت امام حسینؑ سے یہ بھی محروم رہے حالانکہ بڑے بہادر تھے اہل فارس کی جنگ میں سعد کے آگے والے لشکر کے یہ سردار تھے صـ اسد الغابہ جلد ۲

(۱۵۲) زیاد بن سمیہ جسکے بیٹے عبید اللہ بن زیاد نے جناب امام حسینؑ کو شہید کیا یہ بھی صحابی ہے ملاحظہ ہو اسد الغابہ صـ ۱۷ جلد ۲

(۱۵۳) زید بن ارقم یہ سب سے پہلے مقام مریسیع کے موقع پر شریک ہوئے کوفہ میں رہتے تھے اور مقام کندہ میں ان کا گھر تھا اور یہیں ۶۸ھ ہجری میں انتقال ہوا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تھوڑے ہی دنوں بعد وفات پائی صـ ۲۲۳ اسد الغابہ جلد ۲

زید بن ارقم کی روایتوں سے کتب اہلسنت مالامال ہیں عبداللہ بن ابی سلول منافق

نے جو کہا تھا کہ ہم مدینہ واپس گئے تو ذلیلوں کو وہاں سے نکال دینگے جسکا تذکرہ سورہ منافقون میں ہے تو جب حضرت نے یہ خبر سنی تو عبداللہ بن ابی سلول نے انکار کر دیا خدا نے زید بن ارقم کی تصدیق نازل کی تو ابوبکر و عمر دوڑے کہ اس بشارت کو زید بن ارقم تک پہونچائیں ابوبکر دوڑ کر عمر کے پہلے پہونچ گئے تو عمر نے قسم کھا لیا اب کبھی ابوبکر پر سبقت نہ کرینگے استیعاب جلد اول صفحہ ۱۹۶

زید بن ارقم اوس وقت حاضر دربار تھے جب سر امام حسینؑ ابن زیاد کے پاس آیا ہے اور یہ اپنے بالا خانہ پر تھے جبکہ حضرت کا سر مبارک بازار میں گشت کے لئے جاتا تھا اور تلاوت کرتا قرآن کا سنا تھا مگر حضرت کی نصرت نہ کی اوڈیٹر النجم نے بھی اس کا اقرار کیا ہے اور کہا ہے اسکی وجہ بتائی جائیے مگر کوئی وجہ نہ بتا سکے کہ کیوں انھوں نے حضرت کی مدد نہ کی۔

(۱۵۴) **زمل بن عمرو** ایک بت سے آواز سنکر خدمت رسول میں حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا یہ مومن جن کی آواز ہے حضرت نے اسکو اپنی قوم کا جھنڈا دیا اوس علم کے ساتھ معویہ کا شریک ہوا جنگ صفین میں اسکو معاویہ نے اپنی شرطہ پر مقرر کیا اور یزید نے نہر کا افسر بنایا مرج راہط میں مروان کے ساتھ مارا گیا ۶۴ھ اصابہ جلد ۲ صفحہ ۱۲ اسد الغابہ صفحہ جلد ۲

مگر افسوس امام حسینؑ کی نصرت نہ کی اسکی روایت اہلسنت کے یہاں موجود ہے۔

(۱۵۵) **زہیر بن قیس** اسکی کنیت ابا شداد ہے مصر کی لڑائی میں شریک تھا عبد العزیز بن مروان جب حاکم مصر تھا تو عبد العزیز نے کچھ سخت کلامی سے کلام کیا تو زہیر نے جواب دیا کہا تو یہ کلام ایسے شخص سے کرتا ہے جسنے قرآن کو جمع کیا قبل اسکے کہ تیری ماں باپ جمع ہوں ۷۶ھ میں بمقام برقہ مارے گئے صفحہ ۱۱ اصابہ جلد ۳

مگر ہائے افسوس اس نے بھی امام حسینؑ کی نصرت نہ کی محبت دنیا نے طرفدار بنی امیہ بنایا۔

(۱۵۶) **زید بن خالد جہنی** بڑے صحابی ہیں حدیبیہ میں شریک تھے اور فتح مکہ کے

دن قبیلہ جہینہ کا علم انکے ساتھ تھا خود صحابہ ان سے حدیث کی روایت کرتے ہیں۔
قیام ان کا مدینہ میں تھا ۷۸ھ میں انکی وفات ہوئی اوس وقت پچاس برس کے تھے
صـ۲۳۷ اسد الغابہ جلد ۲

(۱۵۷) زریب بن برثملا طبری نے صحابہ میں ذکر کیا ہے جب سعد نے مقام حلوان کو فتح کیا تو ایک شخص سے آواز سنی تو جب وہ شخص نمایاں ہوا کہا میں حواری حضرت عیسیٰ سے ہوں ان عیسیٰ بن مریم دعالہ بطول العمر وانہ یعیش الی ان ینزل عیسے ولہ طریق اخری صـ۱۲۸ اصابہ جلد ۲

یعنی حضرت عیسیٰ نے دعائے طول عمر دی ہے اور یہ اوس وقت تک زندہ رہینگے کہ حضرت عیسیٰ کا نزول ہو۔

اس حدیث پر تو حضرات اہلسنت ایمان لاتے ہیں مگر اسکو نہیں مانتے کہ حضرت مہدی موعود زندہ ہیں یا للعجب۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی ازالۃ الخفا میں اسکو لکھا ہے

(۱۵۸) زیاد بن قائد لخمی بھی صحابی ہے جنگ مصر میں شریک رہا ۶۵ھ تک زندہ رہا۔ اصابہ صـ۲۴۲

مگر امام حسینؑ کی نصرت نہ کی بلکہ مروان کے ساتھ مصر میں رہا۔

(۱۵۹) زید بن وہب جہنی بڑے بزرگ صحابی ہیں ان کی روایت تاریخ بخاری وغیرہ میں موجود ہے کوفہ میں رہتے تھے ۹۶ھ میں وفات ہے صـ۲۴۲ اصابہ

مگر نصرت امام حسینؑ سے یہ بھی دستکش رہے

(۱۶۰) زیاد بن جاریہ شیبہ بن ابی عاصم نے انکو بھی صحابہ میں لکھا ہے ایک روز مسجد دمشق میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ لوگوں نے نماز جمعہ کو اسقدر موخر کر دیا کہ عصر کے وقت نماز جمعہ پڑھی گئی اسپر انھوں نے کہا محمد مصطفےٰ کے بعد تو کوئی نبی نہیں آیا پھر کسکے حکم سے اسقدر تاخیر کی جاتی ہے اسپر وہ گرفتار ہوئے اور قبۂ خضرا میں قتل کیے گئے یہ زمانہ ولید بن عبد الملک خلیفہ کا تھا صـ۹۴ اصابہ

اس سے معلوم ہوا کہ اوس وقت تک یہ زندہ رہے مگر نصرت امام حسینؑ نہ کی۔

(۱۶۱) سائب بن جباب ان کی کنیت ابو مسلم ہے صاحب المقصورہ کے لقب سے مشہور تھے ۹۰ کی عمر میں ۷۵ھ وفات پائی اسد الغابہ ص۲۴۹

مگر افسوس امام حسینؑ کی نصرت نہ کی اہلسنت کے یہاں انکی بھی روایت موجود ہے۔

(۱۶۲) سائب بن خلاد اس حدیث کے راوی ہیں کہ حضرت نے فرمایا مجھے خدا نے حکم دیا کہ اپنے اصحاب کو بلند آواز سے لبیک کہنے کا حکم دوں۔ معاویہ نے ان کو یمن کا حاکم مقرر کیا تھا ۷۱ھ میں وفات ہے ص۲۵۹ اسد الغابہ

مگر جناب امام حسینؑ کی کسی طرح مدد نہ کی۔

(۱۶۳) سائب بن یزید اور عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود حضرت عمر کی طرف سے بازار مدینہ کے عامل تھے چند روایتوں کے راوی ہیں ۸۰ھ یا ۸۲ یا ۹۱ میں وفات ہے ۹۴ یا ۹۶ برس کی عمر میں ص۲۵۹

مگر افسوس امام حسینؑ کی نصرت نہ کی حالانکہ خاص مدینہ میں رہتے تھے۔

(۱۶۴) سرباتک ہندی اسحق بن ابراہیم طوسی سے روایت ہے کہ اسکی عمر اسوقت ۹۷ برس کی تھی وہ کہتے تھے میں نے شاہ ہند سرباتک ہندی کو قنوج میں دیکھا میں نے پوچھا کہ تمہاری عمر کیا ہوگی اس نے جواب دیا ۹۲۵ برس کی وہ مسلمان تھا اور کہتا تھا نبی ص نے اپنے دس صحابی بھیجے تھے میں نے اسلام قبول کیا ص۲۰۲

مگر حضرت مہدیؑ کی طول عمر پر انکو تعجب ہوتا ہے۔

(۱۶۵) سعد بن ایاس یہ اونٹ چرا رہے تھے کہ ایک آواز سنی تہامہ میں ایک نبی نکلے ہیں چالیس برس کے بن میں جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے ۹۶ھ میں ایکسو بیس برس ہوکر انتقال کیا کوفہ میں رہتے تھے ۹۵ھ۔

مگر نصرت امام حسینؑ کی توفیق نہ ہوئی حالانکہ خاص کوفہ میں رہتے تھے۔

(۱۶۶) سعد قرظ موذن ہیں زمانہ حجاج تک زندہ رہے ص۹۲

مگر نصرت امام حسینؑ کی توفیق نہ ہوئی۔

(۱۶۷) سعد بن عبادہ بڑے بزرگ صحابی ہیں ہر روز ایک بڑا پیالہ ثرید اور گوشت سے

بھرا ہوا رسول اللہ کے واسطے لاتے تھے سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ کے بابت مشہور ہے کہ قریش نے رات کے وقت جبل ابو قبیس پر کسی پکارنے والے کو پکارتے سنا ؎ فان یسلم السعدان یصبح محمد * بمکۃ لا یخشی خلاف مخالف (اگر دونوں سعد مسلمان ہو جائیں تو پھر محمد کو مکہ میں کسی مخالف کی مخالفت کا خوف نہ رہے) قریش کو گمان ہوا کہ دو سعد سے مراد سعد بن زید سیاہ بن تمیم اور سعد ہذیم قبیلہ قضاعہ کے مراد ہیں دوسرے روز یہ آواز سنی ؎

ایا سعد سعد الاوس کن انت ناصراً ایا سعد سعد الخزرجین الغطارف
اجیبا الی داعی الحق وتمنیا علی اللہ فی الفردوس منیۃ عارف
وان ثواب اللہ لب الہدی جنان من الفردوس ذات زخارف

اے قبیلہ اوس کے سعد تو مددگار رہو اور اے قبیلہ خزرج کے سعد ہدایت کی طرف بلانے کو قبول کر جب حضرت کی وفات ہوئی تو آپکو خلافت کی خواہش ہوئی اور سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت لینے کے واسطے بیٹھے اتنے میں اونکے پاس ابوبکر و عمر آئے اور لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کی اور سعد کو چھوڑ دیا سعد نے نہ ابوبکر کی بیعت کی اور نہ عمر کی اور شام کی طرف چلے گئے اور مقام حوران میں اقامت کی یہانتک کہ ۱۴ھ یا ۱۵ھ اور بروایتے ۱۱ھ میں انتقال کر گئے اسپر سب مورخوں کا اتفاق ہے کہ یہ اپنے نہانے کی جگہ پر مرے ہوئے پائے گئے ان کا بدن سبز ہو گیا تھا مدینے والوں کو ان کی موت کی خبر ہوئی ابن عباس وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ جو شخص قرآن سیکھا پھر اوسکو بھولا دے وہ خدا سے کوڑھی ہو کر ملیگا اور جو شخص دس آدمیوں کا حاکم ہو وہ قیامت کے دن بندھا ہوا آئیگا حتی کہ عدل اگر اسکو چھوڑا دے صفحہ ۱۹۲ اسد الغابہ

اگرچہ اس رسالہ سے انکو تعلق نہیں ہے مگر اس غرض سے یہ نام لکھا کہ معلوم ہو ایسے ایسے صحابی بزرگ کو بھی طمع خلافت نے اسپر مجبور کیا کہ اوسکی فکر کریں تو پھر ابوبکر و عمر کے طمع خلافت پر کیونکر تعجب ہو سکتا ہے حالانکہ ان کا درجہ سعد بن عبادہ کے برابر ہی تھا کہ روز حضرت کے واسطے ثرید لایا کرتے اور بالقف نے انکے نصرت

کی شہادت دی کہ اگر یہ مسلمان ہوجائیں تو پھر حضرت کو ہر طرح کا غلبہ ہو یہ خود رسول اللہ سے حکومت کی مذمت روایت کرتے ہیں مگر پھر بھی طمع خلافت میں قدم بڑھاتے ہیں لطف تو یہ ہے کہ حضرت ابوبکر بھی اسی طرح کی روایت کرتے ہیں جیسا کہ رافع بن ابی رافع کے حال میں مذکور ہو مگر تحصیل خلافت کے وقت سب بالائے طاق رکھدیا گیا

(۱۶۸) **سعید بن حریث مخزومی قریشی** ۔ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے ۔ کوفہ میں قیام کیا ۔ جنگ خراسان میں شریک تھے جو واقعہ کربلا کے بہت بعد کا واقعہ ہے کوفہ ہی میں ان کی قبر ہے ص۱۱۴ اسد الغابہ

مگر افسوس نصرت امام حسینؑ کی توفیق نہ ہوئی ۔

(۱۶۹) **سعید بن نمران ہمدانی** حضرت علیؑ کے کاتب تھے حجر بن عدی کے ہمراہیوں سے تھے معاویہ نے ان کو بھی قتل کرنا چاہا مگر حمزہ بن مالک کی سفارش پر چھوڑ دیے گئے ۔ مصعب بن زبیر کو جب کوفہ پر تسلط ہوا تو [illegible] قاضی بنایا پھر معزول کرکے عبداللہ بن عتبہ بن مسعود کو قاضی مقرر کیا ص۳۲۶ اسد الغابہ

مگر نصرت امام حسینؑ سے یہ بھی دستکش رہے ۔

(۱۷۰) **سلمہ بن اکوع** اون لوگوں سے ہیں جنھوں نے شجرہ کے نیچے دو مرتبہ بیعت کی تھی مدینہ میں رہتے تھے پھر ربذہ چلے آئے بڑے شجاع تیرانداز تھے صلح حدیبیہ میں موت پر بیعت کی تھی ۷۴ھ میں بعمر اسی سال بمقام مدینہ انتقال کیا ص۳۳۲ اسد الغابہ یہ مخصوصین حضرت عمر سے تھے ۔ پھر کب ممکن تھا کہ یہ جناب امام حسینؑ کی نصرت کرتے حالانکہ معرکہ کربلا کے بعد چودہ برس زندہ رہے ۔

اس نام کے ساتھ سلمہ بن امیہ کا بھی ذکر ہے جو اون لوگوں سے ہیں جو ہمیشہ متعہ کو جائز جانتے اصابہ میں ہے قال ابن حزم فی المحلی ثبت علی تحلیل المتعۃ بعد النبی من الصحابۃ ابن مسعود و ابن عباس و جابر و سلمۃ و معبد ابنا امیۃ ابن خلف و ذکوا حزین ص۱۱۴ جلد۳

یعنی ابن حزم لکھتے ہیں کہ ابن مسعود ۔ ابن عباس ۔ جابر ۔ سلمہ ۔ مغیرہ پسران امیہ بن خلف

سب اسکے قائل تھے کہ متعہ جائز ہے۔

(۷۰) سلمہ بن ابی سلمہ زمانہ عبدالملک تک زندہ رہے مگر افسوس امام حسینؑ کی مدد نہ کی منتہ اسد الغابہ

(۷۱) سلیمان بن صرد خزاعی ان کا نام جاہلیت میں یسار تھا حضرتؐ نے سلیمان نام رکھا۔ سردار اور برگزیدہ دین دار عابد تھے کوفہ میں پہلی مرتبہ جب مسلمان وہاں مقیم ہوئے انھوں نے بھی سکونت اختیار کی تھی یہ اپنی قوم میں صاحب مرتبہ و شرافت تھے حضرت علی رضہ کے تمام مشاہد میں شریک ہوئے تھے انھوں نے حوشب ذوظلیم الھانی کو معرکہ صفین میں قتل کیا تھا اور یہ ان لوگوں میں ہیں جنھوں نے حسین بن علی رضہ کو معاویہ کے وفات کے بعد کوفہ میں بلایا تھا اور جب وہ کوفہ میں آئے تو انکے ساتھ ہو کر نہ لڑے اور جب حسینؑ شہید ہوگئے تو یہ اور مسیب بن نجبہ فزاری اور جن لوگوں نے مدد نہ کی تھی اور لڑائی میں شریک ہوئے تھے نادم ہوئے اور کہا ہماری توبہ نہیں ہوسکتی ہے مگر یہ کہ امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لیں اور ربیع الآخر کی چاند رات ۶۵ھ میں کوفہ سے نکلے اور سلیمان بن صرد کو اپنا سردار بنایا اور ان کا نام امیر التوابین رکھا اور عبیداللہ بن زیاد کی طرف چلے وہ شام سے بہت بڑا لشکر لیے ہوئے عراق کو جارہا تھا دونوں لشکروں میں بمقام عین الوردہ (جو جزیرہ کے سرزمین میں ایک چشمہ کا سرا ہے) مقابلہ ہوگیا اور سلیمان بن صرد اور مسیب بن نجبہ اور انکے ہمراہی بہت سے مقتول ہوئے اور سلیمان اور مسیب کا سر مروان بن حکم کے پاس ملک شام میں گیا قتل کے وقت ان کی عمر ۹۳ برس کی تھی ان سے ابو اسحاق سبیعی اور عدی بن ثابت اور عبداللہ بن یسار وغیرہم نے روایت کی ہے۔ عدی بن ثابت سلیمان بن صرد سے روایت کرتے ہیں کہ دو آدمیوں نے آپس میں سخت کلامی کی اور ان میں سے ایک کا غصہ زیادہ بڑھ گیا نبیؐ نے فرمایا میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر وہ اسکو کہہ لے تو غصہ فرو ہو جائے وہ کلمہ یہ ہے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

انکا تذکرہ تینوں نے کیا ہے ص۱۹۶ اسد الغابہ جلد ۴

اب تو کسی کو اسمیں عذر نہیں ہو سکتا کہ امام حسینؑ کے دعوت دینے والے کوفہ میں اور حضرت کو بلانے والے ایک ایسے صحابی رسول ہیں جو برگزیدہ و دیندار اور عابد تھے اپنی قوم کے سردار و رئیس تھے اور حضرت کو بلا کر خاموش بیٹھ رہے کسی طرح مدد نہ کی جس پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کسی وجہ سے مجبور تھے پھر فرمایئے اس **خون ناحق** کا باعث کون ہوا۔ وہی صحابہ جنکی پرستش کو اہلسنت اپنا دین و ایمان سمجھتے ہیں۔

اڈیٹر انجم نے ایک مضمون لکھا تھا جس میں **قاتلان** امام حسینؑ کو شیعہ کہا تھا جس کا جواب **قتلۃ الحسین** میں دیا گیا اگرچہ وہ ناتمام ہے۔ اب وہ خود غور کریں کہ انکی اس تحریر نے کیا بتایا کہ باعث **قتل** امام حسینؑ کون ہوا صحابی یا شیعہ کیونکہ وہ کسی شیعہ کو صحابی کہہ نہیں سکتے اصابہ میں ہے فمکان ممن کاتب الحسین ثم تخلف عنہ ص۱۲۲ جلد ۳

یعنی انھوں نے جناب امام حسینؑ کو کوفہ میں بلایا پھر بیٹھ رہے اور مدد نہ کی۔

(۱۷۳) **سماک بن مخرمہ** یہ حضرت عمر کے پاس اہل کوفہ کے وفد میں خمس لیکر آئے تھے جب جناب امیرؑ کوفہ میں تشریف لائے تو یہ وہاں سے جزیرہ کی طرف چلے گئے ص[illegible] اسد الغابہ یہ انتہا درجہ کی عداوت ہے کہ کوفہ کی بود و باش کو بھی چھوڑ دیا۔

(۱۷۴) **سنان بن سلمہ** صحابی ہیں بڑے جوان مرد بہادر تھے جب عبد اللہ بن سوار قتل ہوئے تو معاویہ نے زیاد کو لکھا ایسا آدمی تلاش کرو جو سرحد سندھ کے لائق ہو زیاد نے انکو مقرر کیا یہ ۴۵ھ کا واقعہ ہے آخری زمانہ حجاج میں انکی وفات ہوئی ص[illegible] اسد الغابہ مگر جناب امام حسینؑ کی نصرت نہ کی حالانکہ انکی روایتیں بھی کتب اہلسنت میں موجود ہیں اصابہ میں انکی وفات [illegible]ھ مرقوم ہے۔

(۱۷۵) **سنان بن شفعلہ اوسی** یہ اس روایت کے راوی ہیں کہ حضرت نے جبرئیل سے یہ روایت بیان کی کہ جس روز جناب سیدہ کا عقد ہوا تو خدا نے رضوان داروغہ بہشت کو حکم دیا کہ محبان اہلبیت کے عدد کے موافق تحفے حاصل ہو جائے درخت طوبیٰ نے اس حکم کی تعمیل کی اور جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو ان جو

ساتھ اتاریگا اور محبان اہلبیت سے ہرایک کو ایک پتہ دیگا جس میں آگ سے بری ہونا لکھا ہوگا ص۲۶۱ اسد الغابہ

افسوس کہ اہلسنت ایسی روایتیں دیکھتے ہیں مگر پھر بھی ایمان نہیں لاتے۔

(۱۶۶) **سہل بن سعد ساعدی** انھوں نے رسول اللہ کو دیکھا تھا اور آپ سے حدیث کی سماعت کی تھی وفات رسول کے وقت یہ پندرہ برس کے تھے یہ بہت طویل العمر ہوئے زمانہ حجاج کو انھوں نے پایا تھا ۷۴ھ میں حجاج نے لکھا تمنے عثمان کی مدد کیوں نہ کی سہل نے لکھا ہمنے مدد کیا تھا حجاج نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو پھر حکم دیا کہ ان کی گردن میں مہر لگادی جائے۔ اور انس بن مالک کی گردن میں بھی مہر لگائی گئی تھی یہانتک کہ عبد الملک کا حکم ان کے بارے میں حجاج کے پاس آگیا اور جابر بن عبداللہ کے بھی ہاتھ میں مہر لگائی گئی تھی مقصد اس مہر لگانے سے یہ تھا کہ ان لوگوں کو ذلیل کرے اور تاکہ لوگ ان سے دور رہیں اور ان لوگوں سے سماعت حدیث نہ کریں سہل ۹۱ھ میں ۹۶ برس کے ہوکر فوت ہوئے ص۳۶۶ اسد الغابہ

اب حضرات اہلسنت کو اس میں عذر نہ ہوگا کہ صحابہ کو اہلبیت طاہرینؑ سے کیسی نفرت تھی کہ سب ذلتیں گوارا کرتے مگر خلفائے جور کا ساتھ نہ چھوڑتے۔

مومنین نے اکثر روایتوں میں اس نام کو سنا ہوگا کہ جب اہلبیت طاہرین قید ہوکر وارد دمشق ہوئے ہیں تو انھوں نے حضرات کے مصائب کو سنکر بہت گریہ وبکا کیا ہے مگر یہ نہ ہوسکا کہ امام حسینؑ پر اپنی جان قربان کردیتے اور اس ذلت سے نجات پاتے کہ حجاج ان کے ہاتھ اور گردن پر مہر لگائے جیسا کہ یہود ونصاری کیساتھ اوسکا عمل تھا۔

(۱۶۷) **سہل بن قیس انصاری** یہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ واقعہ حرا میں نکلا اور راہ میں اونکے پتھر لگا تو اونھوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جسنے رسول خدا کو پریشان کیا ہمنے پوچھا یہ کیا بات ہے تو کہا حضرت نے فرمایا ہے کہ جس نے اہل مدینہ کو پریشان کیا اوس نے میرے دلکو پریشان کیا ص۳۸۱ اسد الغابہ

مگر افسوس ان دونوں باپ بیٹوں سے یہ نہ ہوسکا کہ امام حسینؑ کی مدد کرتے

اور اوسوقت تک زندہ رہے جبکہ یہ واقعہ حرا پیش آیا جس میں ہزار صحابہ کی لڑکیوں کا ازالہ بکارت کیگیا۔

(۱۷۸) **سوید بن غفلہ** ان کی پیدائش عام الفیل میں ہوئی کوفہ میں رہتے تھے ایک مرتبہ شیر کا غل مچا یا سوید شیر کی طرف گئے اور اسکے سر پر ایک وار کیا کہ تلوار پشت کی ہڈی کو کاٹتی ہوئی دم سے نکل گئی۔ یہ سوید صفین میں حضرت علیؑ کے ساتھ شریک ہوئے تھے اور حجاج کے زمانہ میں ۸۰ھ یا ۸۱ھ میں بمقام کوفہ انتقال کیا ص۲

آہ اگر ایسے ایسے صحابی جناب امام حسینؑ کی نصرت کرتے تو کیوں یہ واقعہ پیش آتا مگر صحابہ کو تو دنیا کی محبت ایسی جم گئی تھی کہ پھر کسی کی فکر ہی نہ تھی۔

(۱۷۹) **سالم بن وابصہ اسدی** ۔ طبری نے انکو بھی صحابی لکھا ہے زمانہ عثمان میں نوجوان تھے زمانہ ہشام بن عبد الملک تک زندہ رہے ص۶۵ اصابہ جلد ۳

مگر افسوس نصرت امام حسینؑ سے یہ بھی دستکش رہے محمد بن مروان کی طرف سے یہ رقہ کے حاکم تھے۔

(۱۸۰) **سائب بن خلاد انصاری** ۷۱ھ میں وفات ہے ص۶ اصابہ

مگر نصرت امام حسینؑ سے محروم رہے۔

(۱۸۱) **سخر ور بن مالک** یہ بھی صحابی ہیں عبد اللہ بن زبیر کی طرفداروں سے تھے جب اہل مصر اور مروان میں صلح ہوئی تو یہ وہاں موجود تھے اصابہ ص۹۶

مگر افسوس امام حسینؑ کی نصرت نہ کی۔

(۱۸۲) **سعد بن مالک ابو سعید خدری** بہت بڑے صحابی ہیں جنسے ہزاروں روایتیں کتب اہلسنت میں منقول ہیں حضرت کے ساتھ بارہ غزووں میں شریک ہوئے کان من افقہا احداث الصحابۃ وقال الخطیب کان من افاضل الصحابۃ وحفظ حدیثا کثیرا کم سن صحابہ میں سب سے بڑے فقیہ تھے اور افاضل صحابہ سے تھے اور بڑے حافظ حدیث وفات ۷۴ھ میں ہے یا ۶۴ھ یا ۶۳ھ یا ۶۵ھ اصابہ

غور فرمائیے اگر ایسے صحابی شریک معرکہ کربلا ہوتے تو کب ممکن تھا مخالفین کو یہ جرأت ہوتی

یہ واقعہ حرات ۳ھ میں ایک غار میں پوشیدہ ہوئے ایک شامی نے ان کو قتل کرنا چاہا یہ
للکارے کہ اگر یہاں آیا تو تو قتل کیا جائیگا اوس نے کہا کیا آپ ابو سعید خدری ہیں پھر
نے استغفار کیجے جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اگر یہ شریک امام حسینؑ ہوتے تو کیا نتیجہ
ہوتا کیونکہ شامی نے جب پہچان لیا تو وہ توبہ و استغفار کرنے لگا۔

آپنے اکثر روایتوں میں سنا ہوگا کہ جناب امام حسینؑ نے جب اپنے فضائل و مناقب
بیان کئے ہیں تو کہا ہے اگر تمکو اس میں شک ہو تو ابو سعید خدری اور جابر بن عبداللہ
سے پوچھ لو جس سے معلوم ہوا کہ مخالفین پر انکی عظمت ایسی ثابت تھی کہ بمقام استشہاد
حضرت ان کا نام لیتے

(۱۸۳) سعید بن شرحبیل سب خارجی کی جنگ میں جو حجاج سے ہوئی تھی یہ مارے
گئے ص۹۰ اصابہ

(۱۸۴) سفیان بن وہب خولانی یہ بھی صحابی ہیں جو افریقہ کی حکومت پر عمر
بن عبدالعزیز کے زمانہ میں فائز تھے وفات ۸۲ھ اصابہ ص۱۰۱
مگر امام حسینؑ کی مدد نہ کی۔

(۱۸۵) اسلمی بن نوفل یہ ابن الزبیر کی خلافت تک زندہ تھے دونوں سے کچھ
معارضہ بھی ہوا مگر نصرت امام حسینؑ نہ کی ص۱۲۲ اصابہ

(۱۸۶) سمرہ بن جنادہ بقول امام خطیب یہ جنگ مدائن میں سعد بن ابی وقاص کے
ساتھ تھے اور اوسکے بیٹے ابن جان ابن منجویہ کہتے ہیں کہ عہد عبدالملک میں بمقام کوفہ
انتقال کیا مگر دوسری تحقیق پر ابن حجر لکھتے ہیں ومات سمرۃ قبل سنۃ ستین
قال ابن عبد البر سقط فی قدرۃ مملوۃ ماء حارا فکان ذلک تصدیقا لقول
رسول اللہ لہ ولابی ھریرۃ ولابی محذورۃ اخرکم موتا فی النار ص۱۳۱ اصابہ
کہ سمرہ ۶۰ھ کے پہلے مرا ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ دیگ میں پانی گرم بھرا ہوا تھا اوس میں
یہ گر پڑا جس سے حضرت کے اوس قول کی تصدیق ہوئی کہ آپنے ابوہریرہ ابو محذورہ سے
فرمایا تھا تمسے جو آخر میں مریگا وہ آگ میں مریگا۔

افسوس ہے کہ حضرات اہلسنت ہزاروں واقعات میں قول رسول کی تصدیق دیکھتے ہیں مگر اسپر ایمان نہیں لاتے۔

(۱۸۷) سنذر مولی زنباع یہ بھی عبد الملک کے زمانہ تک زندہ رہا رسول اللہ سے حدیث کا راوی بھی ہے مگر نصرت امام حسین نہ کی اصابہ ص۳۲ جلد ۲

(۱۸۸) سیمونہ مشہور بسجادہ لبقادی ہے یہ پہلے نصرانی تھے خود عہد رسول میں بغرض تجارت حاضر مدینہ ہوئے اسلام لائے ایک سو بیس برس تک زندہ رہے۔ مگر نصرت امام حسین کی توفیق نہ ہوئی ص۱۵ اصابہ

(۱۸۹) سائب بن ابی لبابہ حضرت کے عہد میں پیدا ہوئے حضرت کو دیکھا بسند صحیح ان سے روایتیں بھی ماخوذ ہیں۔ مگر نصرت امام حسین نہ کی حالانکہ ۱۰۰ھ کے بعد وفات کی ص۱۵ اصابہ

(۱۹۰) سائب بن ہشام قرشی ہیں سلمہ بن مخلد کے قاضی تھے مصر میں واقعہ کربلا کے بہت دنوں بعد وفات ہے۔

(۱۹۱) سعد بن زید انصاری آخر خلافت عبد الملک میں ۸۰ھ میں مرے۔

(۱۹۲) سعد بن ابی العادیہ بھی اوسی طرح عہد رسول میں پیدا ہوئے اور واقعہ کربلا کے بعد زندہ رہے مگر نصرت امام سے محروم رہے۔

ہاں سلمہ بن طریف بن ابان بن سلمہ بن حارثہ بن فہم فہمی کے باپ صحابی ہیں اور خود انھوں نے حضرت کی زیارت کی ہے انکے بیٹے حبشہ بن قیس بن سلمہ بن طریف معرکہ کربلا میں حضرت کے ساتھ شہید ہوئے ص۱۵۹

تو کاش اہلسنت انھیں کے خیال سے حضرت امام حسین کے مصائب کو سنتے اور گریہ و بکا کرتے۔

(۱۹۳) سعید بن عمران ہمدانی بھی اون لوگوں سے ہیں جو اوس عہد میں پیدا ہوئے اور ۸۰ھ تک زندہ رہے مگر نصرت امام حسین نہ کی مصعب بن زبیر نے انکو قاضی کوفہ مقرر کرنا چاہا مگر اونکے بھائی نے منع کیا کہ وہ اصحاب جناب امیر سے تھا لہذا قاضی نہ بنایا

صفحہ ۱۶۶ اصابہ

(۱۹۴) سعید بن وہب خیوانی بھی اوسی قسم کے صحابی ہیں ۷۶ھ میں وفات پر مگر نصرت امام حسینؑ کی توفیق نصیب ہوئی صفحہ ۱۶۶

(۱۹۵) سلیم بن عتر ۷۵ھ میں مرے مگر نصرت امام سے محروم رہے صفحہ ۱۸۹

(۱۹۶) شداد ابن الہاد یہ اس روایت کے راوی ہیں کہ حضرت نماز پڑھ رہے تھے اور حسنین آپکی پشت پر سوار تھے لوگوں نے عرض کیا آپنے ایک سجدہ اسقدر دراز کیا کہ ہمکو گمان ہوا کہ کوئی انوکھی بات پیدا ہو گئی یا آپ پر وحی آنے لگی آپنے جواب دیا یہ کچھ بھی نہ تھا بلکہ میرا لڑکا مجھپر سوار ہو گیا تھا اس وجہ سے مینے جلدی کرنیکو ناپسند کیا اسد الغابہ صفحہ ۱۱۲ جلد ۴

مگر افسوس اسپر بھی حضرت امام حسینؑ کی نصرت نہ کی حالانکہ کوفہ میں ان کا گھر تھا۔

(۱۹۷) شریح بن حارث قاضی انھوں نے زمانہ نبی پایا ہے مگر ملاقات میں اختلاف ہے زمانہ عمر سے یہ کوفہ کے قاضی تھے عہد عثمان اور جناب امیرؑ میں بھی قاضی رہے یہانتک کہ حجاج بن یوسف کے بھی قاضی رہے ۷۸ھ یا ۸۰ھ میں انتقال ہے صفحہ ۳۹۴ اسد الغابہ مگر جناب امام حسینؑ کی مدد نہ کی حالانکہ مضافات کوفہ میں قیام تھا۔

(۱۹۸) شریح بن ہانی انھوں نے حضرت نبی کو پایا ہے اور آپنے انکو دعا دی ۷۸ھ میں مارے گئے صفحہ ۳۹۵ اسد الغابہ

مگر امام حسینؑ کی نصرت نہ کی حالانکہ مضافات کوفہ میں قیام تھا۔

(۱۹۹) شیبہ بن عثمان جنکے خاندان میں ابتک خانہ کعبہ کی تولیت ہے اور باب الشیبہ سے حاجی لوگ داخل خانہ کعبہ ہوتے ہیں اسنے چاہا تھا کہ حضرتؐ کو ہلاک کرے کہ ایک برق نمایاں ہوئی جس سے نہایت مرعوب ہوا حضرتؐ نے اوسکے سینہ پر دست مبارک رکھا اور وہ اسلام لایا زمانہ یزید بن معاویہ تک زندہ رہا مگر جناب امام حسینؑ کی نصرت نہ کی حالانکہ خانہ کعبہ میں جناب امام حسینؑ بلیغ مہینہ پناہ گزین رہے اور خانہ کعبہ کی تولیت رسول اللہؐ نے ہمیشہ کیلئے اس خاندان کو عنایت فرمائی تھی صفحہ ۲۱۶ اصابہ

(۲۰۰) **شیث بن ربعی** یکے از قاتلان امام حسینؑ یہ بھی صحابی ہے اور حدیثوں کا راوی بھی ہے۔ سجاح بنت منذر جو بعد حضرت مدعی نبوت ہوئی اوسکا موذن بنا۔ پھر توبہ کرکے اسلام میں داخل ہوا جب جناب امیرؑ وارد کوفہ ہوئے تو یہ حضرت کے اصحاب میں داخل ہوا پھر خوارج کا ساتھی ہوگیا۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے قتل عثمان میں اعانت کی۔ پھر جناب امام حسینؑ سے لڑنے کربلا گیا اور سکے بعد بھی زندہ رہا سنہ میں واصل بجہنم ہوا اصابہ صفحہ ۲۲

اب کہاں ہیں وہ اہلسنت جو اسکے مدعی ہیں کہ کوئی صحابی قتل امام حسینؑ میں نہیں شریک ہوا وہ دیکھیں کیسے کیسے مقدس صحابہ اس جنگ میں نظر آتے ہیں کیونکہ یہ شبث بن ربعی کوئی معمولی شخص نہیں ہے امام محمد بن کعب قرظی اور سلیمان تیمی کے شیوخ سے ہے کہ بہت سی روایتیں اوسکی کتب اہلسنت میں موجود ہیں۔

(۲۰۱) **شدید ابوبکر کا غلام** بجلاد لہ وکان ھوالذی حضر عند عمر بعد موت ابی بکر وروی احمد بن طریق قیس بن ابی خادم قال رایت عمر بیدہ عسیب نخل یجلس الناس یقول اسمعوا وصیۃ خلیفۃ رسول اللہ صلعم فجاء مولی لابی بکر یقال لہ شدید بصحیفۃ فقرءھا علی الناس یقول ابوبکر اسمعوا واطیعوا لمن فی ھذہ الصحیفۃ فواللہ ما الوتکم قال قیس ثم رایت عمر بعد ذلک قد صعد المنبر صفحہ ۲۲۳ اصابہ جلد ۳

خدمت رسولؐ میں یہ بھی حاضر ہوا ہے قیس بن ابی حازم کہتے ہیں ہمنے عمر کو دیکھا اس طرح کہ اونکے ہاتھ میں شاخ خرما کا ایک ڈنڈا تھا اور وہ لوگوں کو بٹھال رہے ہیں اور کہتے ہیں خلیفہ رسولؐ کی وصیت سنواتے ہیں ابوبکر کا غلام شدید آیا اور اوس نے فرمان ابوبکر کو سنایا کہ جس شخص کا نام اس کاغذ میں ہے سب اوسکی اطاعت کریں کہ ہم کبھی خیرخواہی سے باز نہیں رہے اسکے بعد عمر منبر پر گئے۔

یہ ہے ایمانداری حضرت عمر کہ رسول اللہ نے جب وصیت نامہ لکھنا چاہا تو انھیں عمر نے ان الرجل لیھجر کا نعرہ بلند کیا۔ اور اپنے نام کا جو وصیت نامہ ابوبکر سے لکھوایا تو اوس میں یہ اہتمام ہے کہ خود ڈنڈا لئے ساتھ ہیں صحابہ کو بٹھلا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ فرمان خلیفہ

سنو اور خلیفہ اول کو یہ جرات نہیں ہوئی کہ صاف صاف کہیں ہمنے عمر کو خلیفہ کیا۔

(۲۰۲) شریح بن ہانی بن یزید انھوں نے بھی حضرت کی زیارت کی ہے انکی روایتیں بھی صحیح مسلم میں موجود ہیں ایک سو بیس برس کے سن میں وفات کی ۷۸ھ صفحہ ۲۲۴ اصابہ

مگر افسوس نصرت امام حسینؑ کو انہوں نے بھی جائز نہ سمجھا۔

(۲۰۳) شریک بن سلمان یہ بھی صحابی ہیں عبداللہ بن زبیر کی ہجو میں ایک قصیدہ لکھا اور یزید بن معویہ کی موت پر اوسکا مرثیہ کہا صفحہ ۲۳۱

پھر بھلا ایسا صحابی کب امداد جناب امام حسینؑ کر سکتا تھا۔

(۲۰۴) صُدی بن عجلان مشہور ابوامامہ باہلی یہ صحابی ہیں آنحضرت سے روایت بھی کرتے ہیں شام میں انہوں نے سکونت اختیار کی جناب امیرؑ کے لشکر میں یہ بھی تھے ۸۶ھ میں وفات ہے صفحہ ۲۴۱ اصابہ

مگر نصرت امام حسینؑ سے یہ بھی دستکش رہے۔ اہلسنت انکے بارہ میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے انکے بارہ میں کہا انت منی وانا منک جسکی موضوعیت میں کسی کو شبہ نہیں ہے یہ حضرت سے روایت کرتے ہیں کہ ہمکو اپنی امت سے جھوٹھ اور تعصب سے زیادہ کسی چیز کا خوف نہیں ہے۔

(۲۰۵) صرمہ بن انس ابوقیس ایک سو بیس برس ہو کر مرے صفحہ ۲۴۲

(۲۰۶) صفوان بن امیہ یہ بھی صحابی ہے ہمراہیان عبداللہ بن زبیر سے ہیں اور اوسکے ساتھ یہ بھی قتل ہوے مگر نصرت امام حسینؑ نہ کی صفحہ ۲۴۷

(۲۰۷) صالح بن شریح کوفی زمانہ عبدالملک ۸۰ھ تک زندہ رہے مگر نصرت امام حسینؑ کی صفحہ ۲۵۲ اصابہ

(۲۰۸) صفوان بن محرز کو ابن شاہین نے صحابہ میں ذکر کیا ہے مگر تابعی ہونے میں تو کسیکو عذر ہی نہیں (تابعی ثقۃ وقال لہ فضل وورع ۷۴ھ میں وفات تھی اصابہ صفحہ ۲۲۶

(۲۰۹) ضحاک بن قیس فہری یہ بھی صحابی ہے بعض لوگ بدری بھی کہتے ہیں موت معویہ کے بعد بیعت یزید کی متولی رہے یزید اور معویہ پسر یزید کی وفات کے بعد

خود مدعی خلافت ہوا جسکو عبید اللہ بن زیاد نے دھوکا دیا آخر مروان سے اوس سے لڑائی
ہوئی اور سنہ ۶۴ھ میں مارا گیا صفحہ [illegible] اسد الغابہ صفحہ [illegible] جلد ۵

پھر اس سے کب اسکی امید ہو سکتی ہے کہ یہ جناب امام حسینؑ کی نصرت کرتا۔

(۲۱۰) ضحاک بن عبد الرحمن اشعری یہ بھی صحابی ہیں عمر بن عبد العزیز نے انکو والی
دمشق مقرر کیا سنہ ۱۰۵ھ میں وفات ہے صفحہ [illegible] اصابہ

(۲۱۱) ضرار بن ازور صحابی ہیں انھوں نے شراب پی تھی۔ اور ان سے ابو عبیدہ
نے پوچھا تم نے شراب کیوں پی تو ان لوگوں نے جواب دیا کہ فهل انتم منتهون یعنی کیا
تم شراب پینے سے باز آؤ گے کوئی تاکیدی حکم نہیں دیا صفحہ [illegible] اسد الغابہ جلد ۵

یہ صحابی ہیں اور شراب کے بارہ میں یہ رائے رکھتے ہیں۔

(۲۱۲) طلحہ بن عبد اللہ مشہور طلحہ یکے از عشرہ مبشرہ کو بھی اس رسالہ سے تعلق نہیں
ہے کیونکہ وہ جنگ صفین میں مارے گئے مگر اسد الغابہ میں انکے اسلام کی یہ وجہ لکھی ہے
کہ ان کو ابو بکر صدیق نے اسلام کی ترغیب دی تھی اور وہی انکو خدمت رسول میں
لے گئے صفحہ [illegible]

مگر اصابہ میں ہے کہ یہ بازار بصری میں گئے تھے وہاں ایک راہب نے ان سے پوچھا هل
ظهر احمد قلت من احمد قال ابن عبد اللہ بن عبد المطلب هذا شهرہ
الذی یخرج فیه وهو آخر الانبیاء ومخرجه من الحرم ومهاجره الی نخل وحرة
وسباخ فایاك ان تسبق الیه صفحہ ۲۲۹ جلد ۳

کہ کیا احمد ظاہر ہوئے طلحہ نے پوچھا کون احمد کہا ابن عبد اللہ بن عبد المطلب یہی مہینہ ان کے
ظہور کا ہے دیکھو ایسا نہ ہو کوئی سبقت لیجائے۔

اسد الغابہ میں ہے کہ جب یہ اسلام لائے تو نوفل بن خویلد عدویہ نے ابو بکر اور طلحہ کو پکڑ کر
ایک رسی میں باندھا اسی وجہ سے ابو بکر اور طلحہ کو قرینین کہتے ہیں اور بعض لوگوں
نے بیان کیا ہے کہ جس شخص نے ان دونوں کو باندھا تھا وہ عثمان بن عبید اللہ تھا

طلحہ کا بھائی صلک اسد الغابہ

اب کہاں وہ بیان کہ ابوبکر کی قریش میں وہ عزت تھی کہ سب ان کا احترام کرتے اور کہاں یہ بیان کہ ایک … نے پکڑ کر دونوں کو رسی میں باندھ دیا۔

غزوہ بدر میں شریک نہ تھے۔ جنگ احد میں بڑا کام ان کا یہ تھا کہ حضرت نے چاہا پہاڑ پر چڑھ جائیں فلما ذھب لینھض لم یستطع فجلس تحتہ طلحۃ فنھض حتی استوی علیھا صلک اسد الغابہ

تو چونکہ دوہری زرہ پہنے تھے حضرت اوپر نہ چڑھ سکے طلحہ آپکے نیچے بیٹھ گئے حضرت ان کی پشت پر سوار ہو کر اوپر چڑھ گئے۔

ان کے ایمان کی یہ حالت تھی کہ جب ان کا ہاتھ زخمی ہوا فقال حس حس فقال لو قلت بسم اللہ لرأیت بناءک الذی بنی اللہ لک فی الجنۃ وانت فی الدنیا

تو انھوں نے کہا حس حس معلوم ہوتا ہے قریش میں یہ رسم تھا کہ زخم کھا کر حس حس کہتے تو حضرت نے فرمایا اگر تو بسم اللہ کہتا تو تم اوس بنا کو دیکھ لیتے جو خدا نے جنت میں بنایا ہے اور تو دنیا میں تھا۔ کیا ایمان ہے کہ بسم اللہ نہ کہا اور کہا تو حس حس

وجہ قتل اسد الغابہ میں ہے صلک

حضرت طلحہ جنگ جمل میں شہید ہوئے اس حال میں کہ حضرت علی بن ابی طالب سے قتال کر رہے تھے رضی اللہ عنہما۔ بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے ان کو (طلحہ) بلایا اور جس طرح حضرت زبیر سے گفتگو کی تھی اسی طرح ان سے بھی کی اپنی اسلامی خدمات کو بیان فرمایا جسکو سنکر حضرت طلحہ نے جنگ کا ارادہ فسخ کیا اور کسی صف میں جا کے بیٹھ رہے دفعۃً ایک تیر انکے پیر میں لگ گیا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ تیر انکے گلے میں لگا تھا غرض اسی تیر کے زخم سے وفات پائی یہ تیر مروان بن حکم نے مارا تھا۔ عبد الرحمن بن مہدی نے حماد بن زید سے انھوں نے یحیی بن سعید سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا حضرت طلحہ نے جنگ جمل کے دن یہ شعر پڑھا ہے

ندمت ندامۃ الکسعی لما — شریت رضی بنی جرم برغمی

(اور اس شعر کے بعد کہا) یا اللہ عثمان کا عوض مجھ سے لے یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے یہ انھوں نے صرف اس سبب سے کہا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر بہت سختی کیا کرتے تھے۔ حضرت علی مرتضی کو جب حضرت طلحہ اور زبیر اور ام المومنین عائشہ کے (مخالفت اور انکے بصرہ) جانے کی خبر پہونچی تو فرمایا کہ اس وقت مجھے چار آدمیوں کے مخالفت کی خبر سنائی گئی جو سب سے زیادہ بارعب اور سخی طلحہ ہیں اور سب سے زیادہ بہادر زبیر ہیں۔ اور لوگ سب سے زیادہ حضرت عائشہ کو مانتے ہیں اور سب سے زیادہ مالدار یعلی بن منبہ ہیں (یہ چاروں میرے مخالف ہو گئے) مگر واللہ انھوں نے مجھ میں کوئی عیب نہیں نکالا نہ میں (انکے نزدیک) مال دنیا کا حریص ہوں اور نہ ہوائے نفسانی کا متبع ہوں بلکہ وہ مجھسے وہ حق طلب کرتے ہیں جسکو انھوں نے خود چھوڑ دیا اور اس خون کا قصاص مانگتے ہیں جس کو انھوں نے خود گرایا بیشک انھوں نے خود اس کام کو کیا میں انکے ساتھ نہ تھا اگرچہ عثمان پر اعتراض کرنے میں میں بھی ان کا شریک تھا مگر (قتل عثمان پر میں راضی نہ تھا) قتل عثمان کا گناہ خود انھیں لوگوں پر ہے ان لوگوں نے مجھسے بیعت کی اور بیعت کو فسخ کر دیا اور مجھکو اچھی طرح جانچا بھی نہیں کہ ان کو میرا ظلم اور میرا عدل معلوم ہوتا اب میں خدا کی حجت پر جو انکے اوپر قائم ہے اور خدا کے علم پر جو ان کے متعلق ہے قناعت کرتا ہوں اور میں باوجود ان سب باتوں کے انھیں بلاؤنگا اور ان سے معذرت کرونگا اگر وہ قبول کر لیں (تو بہتر ہے) توبہ بھی قبول کر لیجاتی ہے پھر حق تو اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اسکی طرف رجوع کیا جائے اور اگر یہ لوگ میرا عذر قبول نکرینگے تو پھر انھیں تلوار کی باڑھ (کا مزا چکھا) دونگا میری تلوار ہر باطل سے شفا دینے کو اور ہر فتح پانے کو کافی ہے۔ حضرت علی سے یہ بھی روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا مجھے امید ہے کہ ہم اور طلحہ اور عثمان اور زبیر ان لوگوں میں ہیں جنکے حق میں اللہ نے یہ آیت نازل کی ہے ونزعنا ما فی صدورهم من غل اخوانا علی سرر متقابلین۔

حضرت طلحہ کے قتل کا سبب یہ ہوا کہ مروان بن حکم نے انھیں ایک تیر مارا جو ان کے گھٹنے میں لگا زخم سے جو خون جاری ہوا تو یہ حالت ہوئی کہ جب لوگ زخم کا منہ بند کرتے تھے

تو پیر پھول جاتا تھا اور جب چھوڑ دیتے تھے تو خون بہنے لگتا تھا تو حضرت طلحہ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو یہ تیر خدا کا بھیجا ہوا ہے چنانچہ اسی زخم سے انتقال کیا مروان نے (جب انکو زخمی کیا تو) کہا اب میں آج کے بعد کسی سے اپنا انتقام نہ لونگا اور حضرت عثمان کے فرزند سے کہا کہ میں نے تمہارے باپ کے ایک قاتل کا تو کام تمام کر دیا۔ حضرت طلحہ جانب کلا میں مدفون ہوئے واقعہ جمل ۱۰ جمادی الآخر ۳۶ھ میں ہوا تھا اس وقت حضرت طلحہ کی عمر ساٹھ برس کی تھی اور بعض لوگ کہتے ہیں باسٹھ برس اور بعض لوگ کہتے ہیں چونسٹھ برس رنگ گندمی تھا بہت خوبصورت تھے (سر میں) بال بہت تھے بال نہ بہت پیچدار تھے نہ بالکل سیدھے (بالوں کی) سپیدی کو (خضاب سے) متغیر نہ کرتے تھے رنگ سفید تھا مائل بسرخی میانہ قد سے کچھ کم تھے سینہ چوڑا تھا شانے چوڑے تھے جب کسی طرف دیکھتے تو پوری طرح دیکھتے (گوشہ چشم سے دیکھنے کی عادت نہ تھی) پیر پر گوشت تھے۔

ان حالات پر کسی حاشیہ کی ضرورت نہیں کیونکہ جناب امیر سے لڑ رہے تھے عثمان کو قتل کر چکے تھے مگر اہلسنت ہیں کہ عثمان کے بھی عاشق اور انکے قاتل کے بھی عاشق اور دونوں کو جنتی جانتے ہیں اور نہ صرف خود بلکہ رسول پر اسکی تہمت دھرتے ہیں کہ حضرت نے انکو دہ یار بہشتی کہا ہے۔

اڈیٹر النجم نے یہاں دو حاشیہ دیا ہے ایک طلحہ کے اس قول پر "یا اللہ عثمان کا عوض مجھسے لے یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے یہ انھوں نے صرف اس سبب سے کہا کہ وہ حضرت عثمان پر بہت سختی کرتے تھے" حاشیہ حسب ذیل ہے۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی آخر خلافت میں بعض بعض صحابہ انکے مخالف ہو گئے تھے اور ان پر اعتراض کیا کرتے تھے یہ مخالفت و اعتراض ویسا نہ تھا جیسا کہ معاذ اللہ شیعوں کو ہے بلکہ جس طرح ایک معاصر نہایت نیک نیتی کیساتھ کسی دوسرے معاصر کو نصیحت کرے اس مخالفت و اعتراض کی تمامتر وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمان کی خلافت شیخین رضی اللہ عنہما کی خلافت کے بعد علی الاتصال قائم ہوئی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو بشر تھے معصوم نہ تھے لیکن اگر حق تعالی شیخین کے بعد کسی فرشتے کو خلافت کیلئے آسمان سے

بھی بنا حضرت جبرئیل علیہ السلام کو خلافت کے منصب پر مقرر فرماتا تو یقین شیخین کی
خلافت کے بعد اس فرشتے کی خلافت بھی قابل اعتراض سمجھی جاتی یہ قاعدہ کی بات ہے
کہ جب خیر اعلیٰ کے بعد ہم خیر ادنیٰ کو دیکھتے ہیں تو ہمکو بصورت شر معلوم ہوتا ہے روز روشن
کے بعد جب شب ماہ آتی ہے تو ہمیں تاریک معلوم ہوتی ہے مگر جب ماہتاب بھی نظر سے
غائب ہوجاتا ہے صرف ستاروں کی روشنی رہجاتی ہے اس وقت ہمیں شب ماہ کی قدر
معلوم ہوتی ہے یہی حال بالکل اس زمانہ کا تھا جو لوگ عوام میں شمار کیے جاتے تھے انکا
تو ذکر ہی نہیں خواص کی یہ کیفیت تھی کہ ان میں بھی فیصدی دو چار شذر ایسے تھے
کہ شیخین رضی اللہ عنہما کی آفتاب جیسے روشن اور منور خلافت کے بعد جو حضرت عثمان
کی ماہتاب جیسی نورانی خلافت میں آئے تو انکی عقلیں صحیح اندازہ کرنے سے قاصر ہوگئیں
اور اس ہمثیال روشنی کو حضرت عثمان کی خلافت میں بھی دیکھنا چاہتے تھے اور اس
روشنی کی کمی کو حضرت عثمان کی سوء تدبیری پر محمول کرکے انپر معترض ہوتے تھے اور بعض
بعض لوگ نہایت سخت الفاظ میں ان کو نصیحت کرتے تھے مگر بعد حضرت عثمان کے
سب کو قدر عافیت معلوم ہوگئی اور جو لوگ ان سے مخالفت کرتے تھے بہت پچھتائے
حضرت [illegible] رضی اللہ عنہ بھی انہیں لوگوں میں تھے۔" صلا

اقول افسوس یہ ایسی تحریر ہے کہ اگر اسکے ہر فقرہ کا جواب دیا جائے تو بہت طول ہو
مگر مختصر یہ ہے کہ حاشا وکلا جو یہ مخالفت صحابہ کی مثل مخالفت شیعہ ہو شیخین کے ساتھ
کیونکہ مخالفت شیعہ صرف اسیقدر ہے کہ وہ بوجہ نفاق وظلم برحق اہلبیت طاہرین ۱۲ انکو
قابل لعن جانتے ہیں برخلاف صحابہ کہ وہ عثمان کو منافق اور خارج از اسلام جانتے تھے
بلکہ واجب القتل یہانتک کہ آخر قتل ہی کر ڈالا اگر اسکا نام نیک نیتی اور ایک معاصر
کا دوسرے کو نصیحت کرنا ہے تو لعنت کرنا ہزار درجہ اس سے بہتر ہے اب ذرہ تواریخ
پڑھیے تو معلوم ہو صحابہ نے انکے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے اور یہ اپنی ضد اور ہٹ سے نہیں
باز آئے تب جا کر کیا جو کیا کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ میں ہے ذکروا انہ اجتمع
ناس من اصحاب النبی فکتبوا کتابا ذکروا فیہ ما خالف عثمان من سنۃ

رسول اللہ وسنۃ صاحبیہ وما کان فیہ من ہبۃ خمس افریقیۃ لمروان وفیہ حق اللہ ورسولہ ومنہم ذوو القربی والیتامی والمساکین وما کان تطاولہ فی البنیان حتی عد سبع دور بناہا بالمدینۃ صـ۲۵

یعنی بہت سے صحابہ جمع ہوئے اور ایک محضر تیار کیا جس میں اون باتوں کو لکھا جن میں عثمان نے سنت رسول کی مخالفت کی تھی اور سیرت شیخین کی اور جو کچھ عثمان نے خمس افریقیہ مروان کو ہبہ کیا تھا حالانکہ اوس میں حق خدا اور رسول وسہم ذوی القربی ویتامی ومساکین تھا اور جو انھوں نے عمارات عالیہ بنوائے مدینہ میں جس میں سات عمارت کا ذکر کیا تھا۔

اب فرمایئے بعض صحابہ مخالف ہو گئے تھے یا اکثر صحابہ اجتمع ناس من اصحاب النبی دیکھئے اون کا اعتراض کیا تھا ماخالف من سنۃ رسول اللہ کیا اسکا نام اعتراض ہے۔ کیونکہ سنت رسول کا مخالف تو مسلمان نہیں کہلاتا۔ کیا اس سے زیادہ کسی شیعہ کا اعتراض ہوتا ہے کہ شیخین نے خدا اور رسول کے احکام کی خلاف ورزی کی۔

آپ خلافت شیخین کی تعریف کرتے ہیں مگر افسوس رسول اللہ تو اوسکو شر فرماتے ہیں صحیح بخاری میں ہے صـ۱۳۳ جلد ۴

انہ سمع حذیفۃ بن الیمان یقول کان الناس یسئلون رسول اللہ عن الخیر وکنت اسألہ عن الشر مخافۃ ان یدرکنی فقلت یارسول اللہ انا کنا فی جاہلیۃ وشر فجاءنا اللہ بھذا الخیر فھل بعد ھذا الخیر من شر قال نعم قلت وھل بعد ذلک الشر من خیر قال نعم وفیہ دخن قلت وما دخنہ قال قوم یھدون بغیر ھدی تعرف منھم وتنکر قلت فھل بعد ذلک الخیر من شر قال نعم دعاۃ علی ابواب جھنم من اجابھم الیھا قذفوہ فیھا قلت یا رسول اللہ صفھم لنا قال ھم من جلدتنا ویتکلمون بالسنتنا قلت فما تامرنی ان ادرکنی ذلک قال تلزم جماعۃ المسلمین و امامھم قلت فان لم یکن لھم جماعۃ ولا امام قال فاعتزل تلک الفرق کلھا ولو ان تعض باصل شجرۃ حتی یدرکک الموت وانت علی ذلک صـ۱۳۳

حذیفہ کا بیان ہے کہ اور صحابہ تو حضرت سے خیر کی باتیں پوچھا کرتے اور ہم شر کی باتیں اس
خوف سے کہ مجھکو اسکا سابقہ نہ پڑے اسلئے حضرت سے عرض کیا یا حضرت ہم لوگ پہلے جاہلیت و شر
میں تھے یہانتک کہ خدا اس خیر کو لایا تو کیا اسکے بعد شر ہوگا حضرت نے فرمایا ہاں میں نے کہا پھر اس
شر کے بعد بھی خیر ہوگا حضرت نے فرمایا ہاں مگر اس میں کچھ کدورت ہوگی میں نے عرض کی وہ کیا
ہے حضرت نے فرمایا لوگ ہماری ہدایت کے خلاف چلینگے کہ بعض امرا انکے نیک رفتار ہونگے بعض
بدکردار میں نے عرض کیا کیا اسکے بعد پھر شر ہوگا حضرت نے فرمایا ہاں وہ لوگ ہونگے جو بلانے والے
ہونگے ابواب جہنم پر کہ جو ان کی اجابت کریگا اوسکو جہنم میں ڈال دینگے میں نے عرض کیا یا حضرت
اونکے اوصاف بیان فرمایئے۔ فرمایا ظاہر تو اون کا ہمارے دین پر ہوگا اور ہماری زبان سے
کلام کرینگے۔ میں نے کہا کہ پھر مجھکو کیا حکم ہے فرمایا کہ جماعت مسلمین اور اونکے امام کی پیروی کرنا میں نے
کہا اگر مسلمانوں کی جماعت اور اون کا امام نہ ہو تو آپ نے فرمایا ان سب فرقوں کو چھوڑ کر گوشہ نشین
ہو جا اگرچہ تجھے بیخ درخت کو دانت سے کاٹنا پڑے اور تجھے موت آجائے اس حالت پر۔

کیوں صاحب رسول اللہ تو اپنے زمانہ کے بعد والے زمانہ کو شر کہیں اور آپ
اوسکو ایسا زمانہ خیر بتاتے ہیں کہ اگر فرشتے بھی آتے تو یقیناً شیخین کی خلافت کے بعد اس فرشتے
کی خلافت ہی قابل اعتراض ہو جاتی" تو اسکا کیا جواب ہے کہ رسول اللہ اوسکو شر
فرمائیں اور آپ خیر زیادہ تفصیل کا شوق ہو تو تنقید بخاری حصہ سوم ص [illegible] ملاحظہ ہو۔

اگر آپ عشق شیخین میں بیخود و سرشار نہ ہوتے تو سمجھتے اسلامی دنیا میں جو کچھ فساد ہوا۔
اسلام پر جس قسم کا اعتراض ہوا وہ صرف شیخین کی خلافت سے۔ سب صحابہ کے موجد آپکے
خلیفہ دوم ہوئے۔ توہین اہلبیت طاہرین کے موجد آپکے شیخین ہوئے۔ قرآن کے ضائع و
برباد ہونے کے موجد آپکے شیخین ہوئے۔ خانہ کعبہ میں ترمیم و تنسیخ تبدیل و تغیر جو کچھ ہوا وہ آپکے
شیخین کی بدولت۔ نماز و روزہ کے احکام میں جو تغیر ہوا وہ شیخین کی بدولت بس اگر یہی
مراد ہے کہ بعد شیخین اگر فرشتہ بھی خلیفہ ہوتے تو قابل اعتراض کیا جاتا۔ تو درست ہے
کیونکہ وہ ضرور اصلاح کرتا۔ اور عثمان نے تو اسقدر اون تغیرات پر اضافہ کیا کہ تواریخ
شاہد ہیں۔

ہاں یہ صحیح ہے کہ بعد حضرت عثمان کے سب کو قدر عافیت معلوم ہو گئی کیونکہ اسکی تخصیص عثمان ہی سے نہیں ہے بلکہ معویہ کے بعد یزید کا زمانہ آیا تو معویہ کی قدر معلوم ہونے لگی یزید کے بعد عبدالملک آیا تو یزید کی قدر عافیت معلوم ہونے لگی مگر کیا اس سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اونکے افعال و اعمال قابل ستائش تھے۔

آپکو قرآن و حدیث پر نظر کرکے دیکھنا چاہیے کہ ابوبکر یا عمر یا عثمان کا فعل اوسکے مطابق تھا یا مخالف اگر موافق تھا تو ترجیح دیجیے ورنہ قابل نفرین قرار دیجیے۔ دیکھیے سیرۂ شیخین ایسی قابل نفرت تھی کہ جناب امیر نے خلافت ایسی چیز سے انکار کر دیا کیونکہ اس میں شرط کی گئی تھی کہ سیرۂ شیخین پر عمل کرنا ہوگا۔ اور عثمان نے شرط عمل سیرۂ شیخین کو قبول کرکے خلافت حاصل کیا مگر وہ سیرۃ ایسی قابل نفرت تھی کہ اوسکو لائق عمل نہ سمجھا پھر کیونکر آپ اوس خلافت کی تعریف کر رہے ہیں۔

جناب امیر نے جو یہ فرمایا تھا "وہ مجھ سے اس حق کو طلب کرتے ہیں جسکو انھوں نے خود چھوڑ دیا تھا اسپر بھی ایک حاشیہ دیا ہے جو حسب ذیل ہے۔

"مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمان کی شہادت کا باعث یہ لوگ خود ہوئے اور اب مجھ سے قصاص طلب کرتے ہیں ان حضرات کو باعث قتل کہنا یا تو اس وجہ سے ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کے علم میں ان حضرات نے کوئی ایسی بات کی ہوگی جس سے حضرت عثمان کے قاتلین کا حوصلہ بڑھا یا درحقیقت ان حضرات کی وجہ سے انکی ناراضگی میں قاتلین حضرت کو کچھ تائید ملگئی ہو ان حضرات کو حضرت عثمان پر معترض دیکھکر قاتلین حضرت عثمان یہ سمجھے ہوں کہ اگر ہم حضرت عثمان کو قتل کر دینگے تو ان تمام صحابہ کی خوشنودی کا باعث ہوگا اور یہ حضرات ہماری حمایت کرکے ہمیں قصاص سے بچا لیں گے بہرحال اس عبارت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت عثمان کو خود ان لوگوں نے شہید کیا یا وہ انکی مرضی یا حکم سے شہید کئے گئے۔ باقی بالتحقیق ان حضرات کی وجہ سے قاتلان حضرت عثمان کو کوئی تائید بھی ملی ہو بلکہ کسی غلط فہمی کے باعث حضرت علی مرتضیٰ کو ان کی طرف ایسا خیال ہوا جس طرح حضرت علی مرتضیٰ کی طرف حضرت معاویہ کو یہ خیال تھا۔"

اقول اگر کلام جناب امیرؑ اسوجہ سے کہ وہ حضرت کا کلام صداقت التیام ہے محل شک ہے تو کلام مروان میں تو آپ کو شک نہ ہوگا جو طلحہ کو قتل کر کے پکار کر کہا کہ اب آج کے بعد کسی سے اپنا انتقام نہ لونگا اور حضرت عثمان کے فرزند سے کہا کہ میں نے تمہارے باپ کے ایک قاتل کا کام تمام کر دیا کیونکہ جو کچھ مروان کہہ رہا ہے وہی تو جناب امیرؑ نے بھی فرمایا تھا اور اس خون کا قصاص مانگتے ہیں جس کو اونہوں نے خود گرایا تھا۔

اسی بنا پر آپ نے یہ حاشیہ دیا تھا تو کیا اب بھی آپکو تصدیق کلام جناب امیرؑ میں عذر ہو سکتا ہے اگر کلام جناب امیرؑ میں شک ہے تو اپنے سعد بن ابی وقاص کا خط دیکھئے جو عمرو عاص کو لکھتے ہیں فکتب الیہ سعد: انک سألتنی من قتل عثمان وانی خبرک انہ قتل بسیف سلتہ عائشۃ وصقلہ طلحۃ و سمہ ابن ابی طالب وسکت الزبیر واشار بیدہ وامسکنا نحن ولو شئنا دفعنا عنہ ولکن عثمان غیر وتغیر واحسن واساء فان کنا احسنا فقد احسنا وان کنا اسأنا فنستغفر اللہ واخبرک ان الزبیر مغلوب بغلبۃ اہلہ ویطلبہ بذنبہ وطلحۃ لو یجد أن یشق بطنہ من حب الامارۃ لشقہ ص۸۱ کتاب الامامۃ والسیاسۃ

پس تو جو قتل عثمان کو پوچھتا ہے تو عثمان اوس تلوار سے مارے گئے جسکو کھینچا تھا عائشہ نے اور صیقل کیا تھا طلحہ نے اور زہر آلود کیا تھا جناب امیرؑ نے اور زبیر نے سکوت کیا مگر ہاتھ سے اشارہ کیا اور ہم سب نے ہاتھ کھینچ لیا اور اگر چاہتے تو اس کو دفع کرتے لیکن عثمان نے بدل دیا (شریعت کو) اور خود بھی بدل گئے اچھا بھی کیا برا بھی اگر ہم لوگوں کا یہ کام اچھا تھا تو خیر اچھا تھا اور اگر برا تھا تو خدا سے استغفار کرتے ہیں اور ہم تجھے خبر دیتے ہیں کہ زبیر تو اپنے اہل وعیال کے رائے کے سبب سے مغلوب ہیں اور طلحہ اسقدر امارت وحکومت کے حریص ہیں کہ اگر اونکو یہ معلوم ہو اپنا پیٹ چاک کرنے سے یہ مطلب حاصل ہوگا تو ضرور اوسکو بھی چاک کر ڈالے تو کیا اب بھی تصدیق کلام جناب امیرؑ میں شک ہو سکتا ہے جو آپ سبب توجیہیں نکال رہے ہیں کیونکہ صاف تو صاف تمامی مہاجرین صحابہ کو شریک قتل عثمان کہہ رہے ہیں۔

عائشہ نے تلوار کھینچا۔ طلحہ نے صیقل کیا زبیر نے سکوت کیا مگر ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اور سعد بن ابی وقاص وغیرہ تمامی مہاجرین نے سکوت کیا اور اگر چاہتے تو مدد کرتے مگر چونکہ عثمان نے سب باتوں میں تغیر کر دیا تھا اسوجہ سے سب اس وجہ سے ساکت رہے۔

رہا یہ جملہ کہ جناب امیر نے اوس تلوار کو زہر میں بوجھایا تو غالبًا اس بنیاد پر ہو کہ حضرت کو حقیقت زہر سم قاتل کا اثر کیا کیونکہ حضرت کی حقیقت ایسی واضح تھی کہ اوس سارے ظالمین کو باوصف ظلم وجور مذلت میں گرایا

آئیے ذرا پہر حالت بیعت جناب امیر ملاحظہ فرمائیے کہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ میں ہے انہ لما کان فی الصباح اجتمع الناس فی المسجد وکثر الندم والتأسف علی عثمان رحمہ اللہ وسقط فی ایدیھم واکثر الناس علی طلحۃ والزبیر واتھموھما بقتل عثمان فقال الناس لھما ایھا الرجلان قد وقعتما فی امر عثمان فخلیا عن انفسکما ۔۔۔

یعنی صبح کو جب سب مسجد میں جمع ہوئے تو ندامت وافسوس ہونے لگا اور سب طلحہ وزبیر پر قتل عثمان کا الزام لگایا اور کہا تم دونوں شریک تھے قتل عثمان میں لہذا اس سے علحدہ ہو جاؤ پہر نہ معلوم اڈیٹر صاحب نے کیونکر ایسی جرأت کی جو رد کلام جناب امیر پر آمادہ ہوئے اب ہم مختصر طور پر فیصلہ حضرت عمر سناتے ہیں جو اصحاب شوریٰ کی بہ نسبت اونہوں نے بوقت رحلت فرمایا تھا فقال واللہ ما یمنعنی ان استخلفک یا سعد الا شدتک وغلظتک مع انک رجل حرب وما یمنعنی منک یا عبد الرحمن الا انک فرعون ھذہ الامۃ وما یمنعنی منک یا زبیر الا انک مومن الرضا کافر الغضب وما یمنعنی من طلحۃ الا نخوتہ وکبرہ ولو ولیھا وضع خاتمہ فی اصبع امرأتہ وما یمنعنی منک یا عثمان الا عصبیتک وحبک قومک واھلک وما یمنعنی منک یا علی الا حرصک علیھا وانک احری القوم ان ولیتھا ان تقیم علی الحق المبین والصراط المستقیم

صـ٢٤ کتاب الامامۃ والسیاسۃ

یعنی اے سعد تم اسوجہ سے تمکو نہیں خلیفہ کرتے کہ تم میں شدت اور غلظت ہے اور کیا خود بدولت سے

جس سے الفاظ و القاب کا خطاب دیا ایک سوا تم سپاہی آدمی ہو اے عبد اللہ
ہم اس وجہ سے تم کو خلیفہ نہیں کرتے کہ تم اس امت کے فرعون ہو اور اے زبیر تم
حالت رضا میں مومن ہو اور حالت غضب میں کافر طلحہ میں اس قدر کبر و نخوت ہے۔
کہ اگر خلافت کو پائے وہ اس کی انگوٹھی اپنی زوجہ کے ہاتھ میں دیدے۔ اے عثمان تم
میں قومی عصبیت بہت ہے اور اے اہل کے دلدادہ ہو۔ اے علی تمہارے بارے میں
یہ عذر ہے کہ تم کو خلافت کی بہت حرص ہے (حقدار کے مطالبہ کو حرص کہنا انہیں کا
کام ہے) ورنہ تم سے بڑھکر کوئی اس کا مستحق نہ تھا کہ اگر خلافت پاؤ تو سب کو حق مبین
اور صراط مستقیم پر چلاؤ۔ کیا اس کے بعد بھی اڈیٹر صاحب طلحہ کی طرفداری میں یہ جوش
وخروش دکھائینگے جبکہ حضرت عمر کا فیصلہ اون کے سامنے موجود رہا جناب امیر کے
بارے میں عمر کا فیصلہ
کہ آپ بڑے حریص ہیں تو یہی لفظ ہے جو خداوند عالم نے اپنے رسول کے حق میں
فرمایا ہے لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین
رؤف رحیم پارہ ۱۱ رکوع ۵ سورہ براۃ۔
تمہارے پاس تمہیں سے ایک پیغمبر آئے ہیں اون کو تمہاری تکلیف گراں معلوم ہوتی ہے
اور تمہاری بھلائی کے بڑے حریص ہیں اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے اور مہربان ہیں
مگر افسوس یہی حرص ان کے نزدیک مانع خلافت ہے حالانکہ حضرت کی حرص
محض اسی غرض سے تھی کہ رسول نے آپ کو خلیفہ و جانشین کیا بغیر آپ کی خلافت
کے اسلام باقی نہیں رہ سکتا تھا ورنہ کون ہے دنیا میں جو جناب امیر پر یہ الزام لگائے
کہ آپ بغرض دنیا اس خلافت کے خواہاں تھے۔
۱۴۲۷۔ عامر بن ابی عامر اشعری۔ یہ اپنے والد کے ہمراہ حضرت کی خدمت میں حاضر
ہوئے حضرت نے حکم دیا تھا ان کے لئے اذن طلب کرنے کی ضرورت نہیں یہ زمانہ خلافت
عبد الملک تک زندہ رہے اوسی عہد میں وفات ہے مگر امام حسین علیہ السلام
کی نصرت نہ کی۔ اسد الغابہ ص ۱۱۱ جلد ۵۔

۲۱۴. عامر بن عبد القیس بڑے عابد و زاہد صحابی تھے ان کی شکایتیں حضرت عثمان بن عفان
کو پہونچائی گئیں کہ یہ گوشت نہیں کہاتے ہیں نہ کسی عورت سے نکاح کرتے ہیں اور خلفاء سے
ہمارا اعتراض کرتے ہیں اور جمعہ کی نماز میں نہیں حاضر ہوتے ہیں۔ عثمان نے ان شکایتوں کو
سنکر حکم دیا کہ ملک شام میں چلے جائیں صفحہ ۱۱۵

کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ شیخین باتفاق صحابہ خلیفہ ہوئے حالانکہ ایسے ایسے
صحابہ اون پر اعتراض کرتے ہیں

عثمان نے جو سزا ان کی تجویز کی وہ بھی دلیل ہے ان کی عظمت کی کیونکہ حضرت ابوذر
کے ساتھ بھی عثمان نے یہی برتاؤ کیا تھا کہ معاویہ کے پاس ملک شام میں روانہ کیا وہی
سزا ان کے لئے تجویز کی گئی۔

۲۱۵. عامر بن مسعود بن امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح قرشی جمحی
مصعب زبیری کہتے ہیں کہ وہ صحابی تھے یزید بن معاویہ کی موت کے بعد حاکم کوفہ بنائے
گئے انہوں نے اپنے خطبہ میں کہا ہر ایک قوم کے لئے کچھ پینے کی چیزیں ہوتی ہیں کچھ لذت
کی لہذا تم بھی ایسی چیزیں اختیار کرو جو حلال ہوں اور اون کے استعمال پر تعریف کی
جائے اور تم اپنی شراب (یعنی نبیذ) کی تیزی کو پانی ملا کر توڑ دو ایک شاعر اس کے
متعلق یہ شعر کہے تھے؎

من ذا یحرم ماء المزن خالطه * فی قعر خابیة ماء العناقید
انی لاکره تشدید الرواة لنا * فیها ویعجبنی قول ابن مسعود

کون شخص ہے کہ پانی کو حرام کہہ سکتا ہے جس کے ساتھ مٹکے کے اندر آب انگور ملا ہو۔
بیشک میں راویوں کی سختی کو برا جانتا ہوں اور مجھے ابن مسعود کا قول اچھا معلوم ہوتا
ہے کہ وہ شراب کو حلال کہتے ہیں بہت لوگوں کا گمان ہے کہ اس شاعر نے ابن مسعود سے
اُن ابن مسعود کو مراد لیا ہے جو نبی کے صحابی تھے

حالانکہ یہ غلط ہے معاذ اللہ ابن مسعود حلت شراب کے قائل ہو سکتے تھے جب ابن زبیر خلیفہ
بنائے گئے تو انہوں نے عامر کو کوفہ میں اپنی جگہ بحال رکھا تین مہینے کے بعد ان کو ابن [illegible]

نے معزول کر دیا تہا اور اون کی جگہ عبداللہ بن یزید خطمی کو عامل بنا دیا تہا۔ جلد ۵ اسد الغابہ صفحہ ۱۳۰۔

اس رسالت اس مضمون کو اسوجہ سے تعلق ہے کہ یہ صحابی ہے اس نے حضرت امام نہیں کی حالانکہ کوفہ میں رہتا تہا اور بعد یزید وہان کا عامل مقرر ہوا پہر ابن الزبیر کا عامل بنا آخر معزول ہوا۔

اڈیٹر النجم نے ایک تو عبارت میں غلطی کی کہ عنا قیدی کی جگہ ناعز النا قبل لکہا۔ دوئم یہ کہ ابن مسعود کی مراد لینے سے انکار کیا اور یہ نہ بتایا کہ یہ کون سے ابن مسعود مراد ہیں۔ حالانکہ اصابہ میں ہے دباھا فعنی ھذا الیعنی شاعرنے خود اسی عامر کو مراد لیا۔ حالانکہ مطلب ایک ہی ہے کیونکہ یہ بہی تو صحابی ہی ہیں لہذا بہر طور معلوم ہوا کہ صحابہ سے کچھ لوگ ایسے بہی تہے جو شراب کو حلال جانتے اور عامر کا قول واکسر و اشرا بکم بالماء تو صاف ہے کہ اپنے شراب کی تیزی کو پانی سے توڑ لیا کرو چنانچہ آجکل بہی رائج ہے کہ شراب کے ساتھ برف ملا لیتے ہیں۔

۲۲۰۔ عامر بن واثلہ ابو الطفیل ان کی پیدائش غزوہ احد کے سال میں ہوئی تہی حضرت کا زمانہ آٹھ برس کا تہا۔ پہلے کوفہ میں رہتے تہے پہر مکہ چلے آئے۔ ابو الطفیل حضرت علی کے ان اصحاب میں تہے جو اون سے نہایت درجہ محبت رکہتے تہے چنانچہ اون کے ساتھ تمام لڑائیوں میں شریک رہے ثقہ تہے اور امانتدار تہے۔ حضرت ابو بکر و عمر وغیرہ کی فضیلت کے معترف تہے مگر بات یہ تہی کہ حضرت کو ترجیح دیتے تہے ان کی وفات ۱۰۰ھ ہجری میں ہوئی اور بعض لوگوں نے کہا کہ ۱۱۰ھ میں ہوئی ان کی وفات رسولخدا کے دیکہنے والوں میں سب سے پیچہے ہوئی صفحہ ۱۳۰ اسد الغابہ جلد ۵ اسد الغابہ کی اس عبارت پر کہ ابو الطفیل حضرت کو سب پر ترجیح دیتے تہے۔ اڈیٹر صاحب یہ حاشیہ تحریر فرماتے ہیں۔

میرے خیال میں کسی راوی کی غلط فہمی معلوم ہوتی ہے کیونکہ بروایات صحیحہ جن کا قدر مشترک متواتر کو پہونچ گیا ہے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچ چکا ہے کہ شیخین رض

کے افضل الاصحاب ہونے پر تمام صحابہ کا اجماع تھا کہ یہ روافض ہی اس امر کے معترف ہیں کہ جمہور سلف شیخین کے برابر کسی کو نہ سمجھتے تھے اور شیخین کے علاوہ اور سب کو انتہائی درجہ امیں سمجھتے تھے کہ شیخین کی اتباع کریں۔

اقول استیعاب ابن عبدالبر میں ہے کان یعرف بفضل الشیخین الا انہ کان یقدم علیا ص ۴۶۵ جلد ۲

اصابہ میں ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کان یعرف بفضل ابی بکر وعمر لکنہ یقدم علیا ص ۱۱۰ جلد ۲۔

کہ ابوطفیل اگرچہ معترف فضل ابوبکر و عمر تھے مگر جناب امیر کو سب سے افضل جانتے تھے پھر نہ معلوم اڈیٹر صاحب نے یہ کہاں سے تراشا کہ راوی کی غلط فہمی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اگر اسی طرح تاویل کی جائیگی تو پھر کسی روایت پر کب اعتماد ہو سکتا ہے آپ لکھتے ہیں کہ روایات صحیحہ جن کا قدر مشترک تواتر کو پہونچ گیا ہے۔ یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچ گیا ہے کہ افضل الاصحاب ہونے پر تمام صحابہ کا اجتماع تھا۔

مگر افسوس خود استیعاب میں ہے روی عن سلمان وابی ذر والمقداد وخباب وجابر وابی سعید الخدری وزید بن الارقم ان علی بن ابی طالب اول من اسلم وفضلہ ھولاء علی غیرہ ص ۴۷ جلد ۲

یعنی حضرت سلمان فارسی۔ ابوذر۔ مقداد خباب۔ جابر ابوسعید خدری۔ زید بن ارقم کہتے ہیں کہ جناب امیر سب سے پہلے ایمان لائے اور وہ لوگ حضرت کو فضیلت دیتے ہو غیروں پر۔ کیا اجماع اسی کا نام ہے جس کے مخالف ایسے ایسے مقدس صحابی ہوں جن کا اجماع ہو اس پر کہ جناب امیر سب سے افضل تھے۔

اور اسی استیعاب میں ہے واختلف السلف ایضاً فی تفضیل علی وابی بکر یعنی سلف میں اختلاف ہے اس میں کہ جناب امیر افضل ہیں یا ابوبکر پھر نہ معلوم کس منہ سے یہ کہا جا سکتا ہے ص ۴۷ صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے حالانکہ آٹھ صحابی تو ایسے ہیں جن کی تصریحات صراحتاً موجود ہے کہ وہ جناب امیر کو افضل سمجھتے

تھے اون کے علاوہ وہ لوگ ہیں جن کا ذکر مجملاً کیا ہے استیعاب میں کہ سلف میں اختلاف رہا ہے اِس بارے میں۔

حدوث مذہب تفضیلت از زمانہ احمد بن حنبل اب آئیے ہم آپ کو بتادیں که یہ مذہب اہلسنت کہ افضلیت بترتیب خلافت ہے جیسے قائم ہے اوسی استیعاب میں ہے۔ واما اختلاف السلف فی تفضیل علی فقد ذکره ابن ابی خیثمة فی کتابه ما فیه کفایه واهل السنة الیوم علی ما ذکرت لک من تقدیم ابی بکر فی الفضل علی عمر وتقدیم عمر علی عثمان وتقدیم عثمان علی علی وعلی هذا عامة اهل الحدیث من زمن احمد بن حنبل الا خواص من جلة الفقهاء وائمة العلماء فانهم علی ما ذکرنا عن مالک ویحیی القطان وابن معین فهذا ما بین اهل الفقه والحدیث فی هذه المسئله وهم اهل السنة واما اختلاف سائر المسلمین فی ذلک فیطول ذکره وقد جمعه قوم وقد کان بنو امیه ینالون منه وینقصونه فما زاده الله بذلک الا سموا وعلوا ومحبة عند العلماء ص ۴۷۸۔

یعنی افضلیت جناب امیر کے بارے میں جو سلف میں اختلاف تھا اوس کو ابن ابی خیثمہ نے اپنی کتاب میں جمع کیا ہے جو کافی ہے

رہا مذہب اہلسنت جو آجکل ہے کہ ابو بکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔ اور اسی پر عام اہلحدیث ہیں تو یہ زمانہ احمد بن حنبل سے ہے مگر خواص بزرگان فقہاء و محدثین اوس مذہب پر ہیں جس کو امام مالک یحیی قطان۔ ابن معین سے ہم نے ذکر کیا یہ سب اختلافات اہل فقہ اور اہلحدیث کے درمیان ہیں۔ رہا تمام مسلمین کا اختلاف اس بارے میں تو ذکر اوس کا موجب تطویل ہے اور ایک قوم نے اس کو جمع کیا ہے۔ اور بنی امیہ حضرت کو گالی دیتے تھے اور تنقیص کرتے تھے مگر اس سے حضرت کی شان میں کوئی نقص نہ پیدا ہوا بلکہ علماء کے

نزدیک اور محبت حضرت کی بڑھ گئی اور علوی مدارج میں ترقی ہوئی
پس اُنہیں صاحب کو یہ سمجھنا چاہیے کہ انکی ناصبیت سے کیا بڑا بگاڑ ہوا اسلئے کہ اور حضرت
کی جلالت قدر ظاہر ہوئی۔ آپ لوگ کہتے ہیں صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے فضیلت شیخین پر
حالانکہ ایک نہیں صدہا صحابہ کا عقیدہ اس کے خلاف ہے اور ابن ابی حدید نے
اوس کو ایک کتاب میں جمع کیا اور ان کے علاوہ اور لوگوں نے اس بارے میں
تصنیفیں کی ہیں۔

اس تقریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مذہب آج کل اہلحدیث یا اہلسنت میں رائج
ہے اس کی ابتدا امام احمد بن حنبل سے ہوئی ورنہ اس کے قبل یہ مذہب نہ تھا۔

امام احمد بن حنبل کی ناصبیت کے لئے یہی کافی ہے کہ ابو المؤید خوارزمی مسند ابو حنیفہ
میں لکھتے ہیں ان الخطیب قد طعن فی احمد اکثر من هذا فقال قد وثق احمد بن حنبل
حریز بن عثمان فقال هو ثقة ثقة وحریز کان یبغض امیر المومنین علیا و لا
دین له و من یبغض ابا بکر و عمر ثم قال الخطیب وکان حریز کذابا فاسقا
وروی عنه ابن عیاش انه قال هذا الذی یروی عن النبی صلی الله علیه
وسلم لعلی بن ابی طالب انت منی بمنزلة هارون من موسی خطاء قال ابن
عیاش قلت فما هو قال سمعت الولید بن عبد الملک یرویه علی المنبر
فیقول علی منی بمنزلة قارون من موسی حکی الخطیب هذه الشناعة
عن احمد فقال یطعن علی یزید بن هارون انه قال رایت رب العزة فی
النوم فقال لی یزید تکتب عن حریز بن عثمان فقلت یا رب ما علمت علیه
الا خیرا فقال لا تکتب منه فانه یسب علیا۔ صفحہ ۸۵ استقصاء الافحام

یعنی امام احمد بن حنبل پر امام خطیب نے یہ طعن کیا ہے کہ اونہوں نے حریز بن عثمان کی
توثیق کی اور کہا ثقة ثقة حالانکہ حریز دشمن جناب امیر تھا اور ظاہر ہے کہ دشمن
جناب امیر اور دشمن شیخین کے درمیان میں کوئی فرق نہیں۔

امام خطیب کہتے ہیں کہ حریز مذکور کذاب اور فاسق بھی تھا وہ کہتا تھا کہ یہ حدیث

یہ مشہور ہے کہ جناب امیر کے بارے میں حضرت نے فرمایا انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ (جو صحیح بخاری صحیح مسلم وغیرہ میں ہے) تو غلط ہے کیونکہ ولید بن عبد الملک (خلیفہ بنی امیہ) یوں بیان کرتا تھا علی منی بمنزلۃ قارون من موسیٰ امام خطیب کہتے ہیں کہ یزید بن ہارون نے خداوند عالم کو خواب میں دیکھا کہ تو حریز بن عثمان سے حدیث لیتا ہے تو میں نے کہا کہ ہم تو بجز خیر اس میں کچھ نہیں جانتے۔ اس پر حکم ہوا کہ نہ لکھا کر کہ وہ علی بن ابی طالب کو گالی دیا کرتا ہے پس جب احمد بن حنبل ایسے ناصبی تھے کہ ایسے کذاب ناصبی کی توثیق کرتے تو پھر اس میں کیا عذر ہو سکتا ہے کہ وہ ناصبی تھے اور ازراہ ناصبیت اس عقیدہ کو قائم کیا کہ جناب امیر چوتھے درجہ میں افضل ہیں اور وہی عقیدہ اہلسنت ہے ۱۲ح

حریز بن عثمان قبیلہ حمص سے تھا۔ رحبہ کوفہ کا رہنے والا خلیفہ مہدی عباسی کے زمانہ میں بغداد آیا اور وہاں حدیثیں سنیں اور لوگوں سے بیان کیا۔

وقال احمد بن ابی یحیی عن احمد حریز صحیح الحدیث الا انه یحمل علی علی وقال المفضل بن غسان یقال فی حریز مع تثبته انه کان سفیانیا وقال العجلی شامی ثقة وکان یحمل علی علی وقال عمرو بن علی کان ینتقص علیا وینال منه وکان حافظا لحدیثه وقال فی موضع آخر ثبت شدید التحامل علی علی وقال ابن عمار یتهمونه انه کان ینتقص علیا ویروون عنه ویحتجون به ولا یترکونه ۔

وقال احمد بن سلیمان الرهاوی سمعت یزید بن هارون یقول وقیل له کان حریز یقول لا احب علیا قتل آبائی فقال لم اسمع هذا منه کان یقول لنا امامنا ولکم امامکم وقال الحسن بن علی الخلال عن یزید نحو ذلک و زاد سالته ان لا یذکر لی شیئا من هذا مخافة ان یضیق علی الروایة عنه وقال الحسن بن علی الخلال سمعت عمران بن ایاس سمعت حریز بن عثمان یقول لا احبه قتل آبائی یعنی علیا وقال احمد بن سعید الدارمی عن احمد بن سلیمان المروزی سمعت اسمعیل بن عیاش قال عادات

حریز بن عثمان من مصر الی مکة فجعل یسب علیا ویلعنه۔ وقال الضحاک
ابن عبد الوهاب وهو متروک منهم حدثنا اسمعیل بن عیاش
سمعت حریز بن عثمان یقول هذا الذی یرویه الناس عن النبی صلی
الله علیه وآله وسلم انه قال لعلی انت منی بمنزلة هارون من موسی
حق ولکن اخطاء السامع قلت فما هو فقال هو انت منی بمنزلة قارون
من موسیٰ قلت عمن ترویه قال سمعت الولید بن عبد الملک یقوله
وهو علی المنبر وفی عدی من غیر وجه ان رجلا رای یزید بن هارون فی
النوم فقال له ما فعل الله بک قال غفر لی ورحمنی وعاتبنی قال لی یا یزید
کتبت عن حریز بن عثمان فقلت یارب ما علمت الا خیرا قال انه کان یبغض
علیا۔ وحکی الازدی فی الضعفاء ان حریز بن عثمان روی ان النبی صلی الله
علیه وآله وسلم لما اراد ان یرکب بغلته جاء علی بن ابی طالب فحل
حزام البغلة لیقع النبی صلی الله علیه وآله وسلم۔ قال الازدی من
کانت هذه حاله لایروی عنه۔ قلت لعله سمع هذه القصة ایضا من
الولید وقال ابن عدی قال یحیی بن صالح الوحاظی املی حریز بن عثمان
عن عبد الرحمن بن میسرة عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم حدیثا
فی تنقیص علی بن ابی طالب لایصلح ذکره حدیث معضل منکر جدا لایروی
مثله من یتقی الله۔ قال الوحاظی فلما حدثنی بذلک قمت عنه و
ترکته وقال الغنجار قیل لیحیی بن صالح لم لم تکتب عن حریز فقال کیف
اکتب عن رجل صلیت معه الفجر سبع سنین فکان لایخرج من المسجد
حتی یلعن علیا سبعین مرة۔ وقال ابن حبان کان یلعن علیا بالغداة
سبعین مرة وبالعشی سبعین مرة فقیل له فی ذلک فقال هو القاطع
رؤس آبائی واجدادی وکان داعیة الی مذهبه یتنکب حدیثه
انتهی۔ تهذیب التهذیب صفحه ۲۴۰ جلد ۲

(۱) مفضل بن غسان کہتے ہیں کہ حریز سفیانی تھا (طرفداران خاندان ابوسفیان)
(۲) عجلی کہتے ہیں دشمن جناب امیر تھا (۳) عمرو بن علی کہتے ہیں کہ وہ تنقیص جناب
امیر کرتا اور گالی دیتا۔ (۴) دوسرے موقع پر کہا سخت حملہ کرتا تھا جناب
امیر علیہ (۵) ابن عمار کہتے ہیں کہ وہ مشہور تھا بہ عداوت جناب امیر مگر اس
پر بھی لوگ اوس سے روایت کرتے۔ (۶) احمد بن سلیمان کہتے ہیں کہ یزید بن
ہارون کہتا وہ کہتا تھا کہ ہم علی کو دوست نہیں رکھتے کیونکہ اونہوں نے ہمارے
آباؤ اجداد کو قتل کیا تھا (۷) یزید بن ہارون نے کہا کہ وہ کہتا تھا کہ تمہارا
امام تمہارے لئے اور ہمارا امام ہمارے لئے (۸) عمران بن ایاس کہتے ہیں کہ حریز
کہتا تھا ہم علی کو نہیں دوست رکھتے کیونکہ اونہوں نے ہمارے آبا کو قتل کیا۔ (۹)
اسمعیل بن عیاش کہتے ہیں کہ ہم مکہ سے سفر تک ساتھ رہے تو وہ برابر جناب امیر کی
اور حضرت پر لعنت کرتا (۱۰) ضحاک بن عبدالوہاب کہتا ہے کہ وہ متروک الحدیث ہے۔
اور متہم ہے (۱۱) اسمعیل بن عیاش کہتے ہیں کہ وہ کہتا تھا یہ حدیث جو مشہور ہے۔
انت منی بمنزلہ ھارون من موسے تو حضرت نے یوں فرمایا تھا انت منی بمنزلہ
قارون من موسے مگر سامع نے غلطی کی اسی طرح بیان کیا ولید بن عبدالملک نے
منبر پر (۱۲) یزید بن ہارون کو ایک شخص نے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا تو اونسے
کہا خدا نے ہم کو بخش دیا مگر اس پر عتاب کیا کہ کیوں ہمنے حریز بن عثمان سے
روایت کی حالانکہ وہ دشمن جناب امیر تھا (۱۳) ازدی نے ضعفا میں لکھا ہے
روایت کیا ہے کہ حریز نے بیان کیا رسول اللہ نے جب چاہا اپنے بغلہ پر سوار ہوں
تو حضرت علی نے آکر اوس کی رسی کہولدی کہ حضرت گر پڑیں۔ ابن حجر کہتے ہیں۔ اوسنے
شاید ولید سے سنا تھا (۱۴) یحیے بن صالح وحاظی بیان کرتا ہے کہ حریز نے
تنقیص جناب امیر میں ایک ایسی حدیث بیان کی کہ اوس کا ذکر بھی مناسب
نہیں (۱۵) حدیث معقل نہایت منکر ہے کہ جو خدا سے ڈرتا ہو وہ ایسی روایت نہیں
کر سکتا (۱۶) یحیی بن صالح سے کسی نے پوچھا کہ حریز بن عثمان سے تونے کوئی حدیث

کیونکر لکھی کہا کیونکر ہم ایسے شخص سے روایت کریگے جس کی ساتھ سات برس تک ہمنے
نماز پڑھی اور وہ مسجد سے اوسوقت تک نہ نکلتا کہ جب تک جناب امیر پر ستر مرتبہ لعنت
نہ کرلیتا۔ (۸) ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ ستر مرتبہ صبح وشام لعنت کرتا تہا جناب امیر
پر کسی نے پوچہا تو کہا انہوں نے ہمارے باپ دادا کو قتل کیا ہے۔ اور وہ داعی
مذہب تہا اوس کی حدیثوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔

اب فرمائیے جو شخص ایسا خارجی ہو کہ جناب امیر پر صبح وشام ستر مرتبہ لعنت کرتا ہو
اوس سے احمد بن حنبل کا روایت کرنا اور اوس کی توثیق کرنا کہ وہ ثقہ تہا ثقہ تہا
کیسے خارجیت احمد بن حنبل کو ظاہر کرتا ہے حالانکہ یہ اصول حدیث میں ثابت ہو چکا
ہے کہ جو راوی ایسا ہو کہ وہ اپنے مذہب کا داعی ہو اوس کی روایت کسی طرح جائز نہیں۔
جناب امیر پر جو الزام قائم کیا گیا ہے کہ حضرت نے اس کے آباء و اجداد کو قتل کیا تہا تو
یہ صریح غلط ہے یہ واقعہ جنگ صفین کا ہے جو سنہ ۳۷ ہجری کا واقعہ ہے اور اس ملعون کی
موت سنہ ۱۶۳ میں ہوئی میزان الاعتدال صفحہ ۱۹۳۔

مگر وہ عداوت تہی جس سے وہ صبح وشام گالیاں دیا کرتا جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں
کہ جن صحابہ کے آباء واجداد یا اولاد کو جناب امیر نے قتل کیا اون کو کسقدر عداوت ہوگی
اور کیا اسی کا خمیازہ یہ نہیں نکالا گیا کہ حضرت کو خلافت سے محروم کیا اور جناب
سید الشہداء روحی لہ الفداء کو اس بیکسی سے معرکہ کربلا میں شہید کیا جس کی نظیر دنیا
میں نہیں ملتی بہر حال احمد بن حنبل پر جس وجہ سے خارجیت وناصبیت کا الزام قائم ہے
اوس میں بخاری بہی اون کے شریک ہیں بلکہ شریک غالب ہیں کیونکہ علاوہ اس کے کہ
بخاری نے بعض خوارج سے روایت کیا خود اس حریز کی روایت بہی بخاری کے یہاں
موجود ہے چنانچہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں لہ عند البخاری حدیثان فقط
وذکر اللالکائی ان مسلما روی لہ وذلک وھم منہ ص ۲۴۰
کہ بخاری نے صرف دو حدیثیں اوس کی لکہی ہیں اور لالکائی کہتے ہیں کہ مسلم نے بہی
اوس سے روایت کی ہے حالانکہ یہ وہم ہے۔ پہر لکھتے ہیں وانما اخرج لہ البخاری

نقول لابی الیمان انه رجع عن النصب کہ بخاری نے اسوجہ سے اوس سے روایت کی کہ ابو الیمان نے کہا اوس نے تو یہ کیا ناصبیت سے مگر یہ عذر بھی کیا ہی معقول ہے کہ جس کی عمر ناصبیت میں کٹی اوس کی نسبت ایک ابو الیمان کے کہنے سے بخاری نے مان لیا کہ اوس نے توبہ کیا حالانکہ ایسے ایسے سہارے بخاری کے یہاں بہرے ہیں۔

غرض فرقہ اہلحدیث کو جو خارجیت اور ناصبیت وعداوت اہلبیت طاہرین میں آپ زیادہ سرشار دیکھتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جو اون کا معلم اور استاد تھا احمد بن حنبل وہی ایسا ناصبی تہا کہ ایسے ایسے دشمنان جناب امیر کو اپنا اوستاد بنایا تھا۔ پھر کیونکر اوس عداوت سے یہ لوگ خارج ہو سکتے ہیں۔

احمد بن حنبل کی خارجیت اسی پر نہیں تمام ہوتی ہے وہ ایسے ایسے خوارج سے حدیثیں نقل کرتے تھے کہ وہ اون لوگوں سے ہیں جو جناب امیر کو جنگ جمل وصفین میں خاطی سمجھتے ہیں جیسا کہ منہاج السنۃ ابن تیمیہ میں ہے ولهذا كان ائمة السنة كمالك واحمد بن حنبل وغيرهما يقولون ان قتاله للخوارج مامور به واما قتال الجمل وصفين فهو قتال فتنة یعنی جناب امیر کا قتال کرنا خوارج سے تو البتہ مامور بہ تہا مگر قتال جمل وصفین جائز نہ تہا کیونکہ وہ قتال فتنہ تہا وهذا مذهب مالك واحمد بن حنبل والاوزاعی بل والثوری یعنی یہی مذہب مالک واحمد بن حنبل واوزاعی بلکہ سفیان ثوری کا بھی ہے۔ پھر ان کی ناصبیت میں کیا عذر ہو سکتا ہے کیونکہ خود شاہ صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں وہمیں است مذہب اہلسنت کہ حضرت امیر در مقاتلات خود برحق بود ومخالفان او بر غیر حق ومخطی جس سے معلوم ہوا کہ مذہب اہلسنت یہی ہے کہ جناب امیر کل محاربات میں خواہ جنگ جمل ہو یا صفین یا نہروان حق پر تھے۔ تو پھر بتائیے کہ احمد بن حنبل و مالک وغیرہ جو اوس کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں وہ اہلسنت سے ہیں یا خوارج سے

شاہ صاحب مطاعن متعہ میں لکھتے ہیں پس ہر کہ غزوہ خیبر را تاریخ تحریم متعہ گوید

گویا دعوی غلطی در استدلال حضرت مرتضےٰ میکنند و این دعوی ناشی از جہل و حمق و اماست جس سے معلوم ہوا کہ جناب امیر کے استدلال میں غلطی کا دعوی کرنا مدعی کے جہالت و حماقت کی دلیل ہے تو پھر احمد بن حنبل و مالک وغیرہ کی حماقت و جہالت میں کیا عذر ہو سکتا ہے جو ان محاربات میں جناب امیر کو مصر خطا جانتے تھے۔ احمد بن حنبل کی کفر و جہالت کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ مجسمہ تھے یعنی اس کے قائل تھے کہ خداوند عالم کے جسم ہے جو آسمان سے اوترتا اور چڑہتا ہے جیسا کہ رسالہ عقل و تہذیب الحدیث میں بالتفصیل مذکور ہے اور اس مسئلہ تفضیل کی تفصیل تنقید بخاری حصہ چہارم میں بحث ہو چکی ہے یہاں اس قدر صرف اسوجہ سے لکھا گیا کہ ابن تیمیہ نے دعوی کیا تھا کہ تفضیل شیخین پر تمام صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے جس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ اس مذہب کی ابتدا احمد بن حنبل سے ہوئی جو اصلی در حقیقت خارجی اور ناصبی تھے المتوفی سنہ ۲۴۱ھ۔

جناب امیر کی تفضیل کے بارے میں عامر بن واثلہ کی نسبت ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں وکان الخوارج یرمونہ باتصالہ بعلی وقولہ بفضلہ وفضل اہلبیتہ ولیس فی روایتہ باس صفحہ ۸۲ جلد ۵۔

یعنی چونکہ ان کو جناب امیر سے بہت خصوصیت تھی اسلئے خوارج ان پر الزام لگاتے اور اس امر کا کہ وہ جناب امیر کو اور تمام اہلبیت کو سب صحابہ سے افضل جانتے تھے اب یہ سنکر اور بھی تعجب ہوگا کہ باوصفیکہ صحابی ہیں اور صحابہ کا ہر قصور اہلسنت کے یہاں معفو ہے یہ ایسے قصور وار تھے کہ انکے حدیث کی روایت بھی ترک کر دی گئی تھی۔ چنانچہ اسی تہذیب التہذیب میں ہے و قال ابن المدینی قلت لجریر اکان مغیرۃ یکرہ الروایۃ عن ابی الطفیل قال نعم یعنی مغیرہ انکے حدیث کی روایت کو مکروہ جانتے تھے۔

یہ ابو الطفیل عامر بن واثلہ علمدار لشکر مختار تھے جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مختار کیسے شخص تھے۔

۲۲۱۔ عامر بن ابی عامر اشعری۔ حضرت نے حکم دیدیا تھا کہ عامر کے لئے اذن طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔

اس کے بعد معاویہ کے پاس گئے تو وہاں بھی بلا اذن جاتے تھے انہوں نے عبد الملک کے عہد خلافت میں وفات کی ص ۱۱۱ اسد الغابہ جلد ۳ مگر جناب امام حسین کی نصرت نہ کی۔

۲۲۲۔ عامر بن عبد اللہ بن جراح (ابو عبیدہ جراح) ان کو بھی اس رسالہ سے زیادہ تعلق نہیں مگر چونکہ ان کا نام عشرہ مبشرہ میں لیا جاتا ہے اور بہت کچھ فضائل و مناقب ان کے لئے بنائے گئے کہ حضرت نے امین ھذہ الامۃ کا خطاب ان کو دیا تھا لہذا مختصر حالات ان کے گوشگذار کئے جاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ یہ بزرگ کیسے تھے

زیادہ تفصیل کے لئے کتاب عبقات الانوار مجلد دوم حدیث مدینۃ العلم

بخاری نے اپنی صحیح میں

کتاب المناقب میں یہ حدیث لکھی ہے لکل امۃ امین وان امیننا ایتھا الامۃ ابو عبیدۃ بن الجراح کہ حضرت نے فرمایا ہر امت کے لئے ایک امین ہوتا ہے اور امین اس امت کے ابو عبیدہ جراح ہیں دوسری روایت یہ لکھی ہے وقال النبی لاھل نجران لابعثن یعنی علیکم امینا حق امین فاشرف اصحابہ فبعث ابا عبیدۃ۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم تمہارے ایک امین بھیجیں گے جو پورا امین ہوگا تو تمام صحابہ نے گردن بلند کی مگر حضرت نے ابو عبیدہ کو بھیجا۔ مگر افسوس یہ حدیث ایسی ہے کہ کوئی عاقل ایک منٹ کے لئے بھی نہیں تسلیم کر سکتا کیونکہ راوی اول انس بن مالک ہیں جو دشمنان جناب امیر سے ہیں ان کے مختصر حالات اس رسالہ میں بھی مذکور ہو چکے ہیں۔

دوسرا راوی ابو قلابہ ہے جس کا نام عبد اللہ بن زید ہے تہذیب التہذیب میں ہے وکان یحمل علی علی ولم یروعنہ شیئا ص ۲۲۵ جلد ۵

یعنی یہ دشمن جناب امیر تھا اور حضرت سے ایک حدیث بھی اس نے نہ روایت کی۔

میزان الاعتدال ذہبی میں ہے ثقۃ فی نفسہ الا انہ یدلس عمن لحقہم وعمن لم یلحقہم
وکان لہ صحف یحدث منہا ویدلس اور کتاب التبیین لاسماء المدلسین میں ہے ابو قلابہ
عبد اللہ بن زید الجرمی ذکر الذہبی فی میزانہ انہ کان یدلس عمن لحقہم وعمن لم یلحقہم
وکان لہ صحف یحدث منہا ویدلس کہ یہ مدلس تہا اوس کے پاس چند کتابیں تہیں
جس سے یہ روایت کیا کرتا جس کو ملاقات کئے ہوتا یا نہ کئے ہوتا سب میں تدلیس کرتا۔
اور تدلیس کے بارے میں تمام علما کا بیان ہے وھذا اخیانہ منہم علی الشرع مقصودہم
تنفیق احادیثہم (تلبیس ابلیس ابن جوزی) شرع میں خیانت ہے اور مقصود
اس سے صرف اپنی احادیث کا رواج دینا ہوتا ہے۔
پہر تماشے یہ روایت کیسے ہوئی کہ راوی اس کا انس مجروح دوسرا راوی ابو قلابہ
دشمن جناب امیر اور مدلس اور تیسرا عیب یہ ہے کہ تہذیب التہذیب میں ہے صفحہ ۲۲۶
جلد ۵
قال ابو الحسن علی بن محمد القابسی المالکی فیما نقلہ عنہ ابن التین شارح
البخاری فی الکلام علی القسامۃ بعد ان نقل قصۃ ابی قلابۃ مع عمر بن عبد العزیز
العجب من عمر علی مکانہ فی العلم کیف لم یعارض ابا قلابۃ فی قولہ
ولیس ابو قلابۃ من فقہاء التابعین وھو عند الناس معدود فی البلہ
کذا قال۔
کہ ابن التین شارح بخاری ناقل ہیں کہ ابی قلابہ نے عمر بن عبد العزیز سے مسئلہ قسامت
کے متعلق بیان کیا جس پر عمر بن عبد العزیز نے فیصلہ کیا اس پر ابو الحسن علی بن محمد
قابسی مالکی کہتے ہیں تعجب ہے عمر بن عبد العزیز سے کہ باوصفیکہ وکیسے عالم تھے اوس نے
ابو قلابہ کو یہ کیوں نہ کہا کہ تیرا شمار ابلہ (احمقوں) میں ہے نہ فقہاء تابعین کے
پس تعجب ہے کہ ایسے ابلہ اور احمق ومدلس اور دشمن جناب امیر المومنین کی روایت
فضائل ابو عبیدہ میں لائی جاتی ہے اور وہ داخل صحیح بخاری ومسلم کی جاتی ہے
عداوت جناب امیر کا نتیجہ یہیں نہیں تمام ہوتا کہ وہ مدلس اور ابلہ میں شمار ہوتا

ہے بلکہ حاشیہ میزان الاعتدال میں ہے ابو قلابہ ابتلے فی دینہ فارین للقضاء فہرب الی الشام وفی یدیہ فاصابہ الجذام فذھب یدیہ الا و رجلا ہ دبصرہ کما فی العقبات صہ ۱۲۵

یعنی جذامی ہوکر مرا ہاتھ پیر آنکھیں سب غائب ہوئے۔

راوی سوم خالد بن مہران حذاء ہیں جنہوں نے ابو قلابہ سے روایت کیا تہذیب التہذیب میں ہے قال ابو حاتم یکتب حدیثہ ولا یحتج صہ ۱۲۰ جلد ۳۔

یعنی حدیث اس کی لکہی تو جائے مگر قابل احتجاج نہیں ہے تعجب ہے کہ بخاری ایسے شخص کی روایت لائیں مگر فضائل ابو عبیدہ کے لئے بجز ایسے مجروح راویون کے اور کوئی راوی کہاں مل سکتا ہے۔

تہذیب التہذیب میں ہے وکان قد استعمل علی العشور بالبصرۃ یعنی چنگی تحصیل کرنے پر یہ مقرر تہا بصرہ میں آخر میں لکہتے ہیں والظاہر ان کلام ھولاء فیہ من اجل ما اشار الیہ حماد بن زید من تغیر حفظہ باخرہ او من اجل دخولہ فی عمل السلطان

پس یہ سب اعتراضات خالد پر اسوجہ سے ہوئے کہ آخر میں حافظہ اوس کا خراب ہو گیا تہا یا اسوجہ سے کہ وہ سلطنت کے امور میں داخل ہوا تہا۔

غرض کوئی وجہ ہو یہ مسلم ہے کہ وہ راوی مجروح ہے پہر بس روایت امین ہذہ الامہ کا کیا حال ہوا۔

راوی چہارم۔ عبد الاعلی ہیں میزان الاعتدال ذہبی ہے قال محمد بن سعد لم یکن بالقوی مات سنۃ تسع وثمانین ومائۃ وقال محمد کان یرے القدر وقال بندار واللہ ما کان یدری ای طرفیہ اطول ص ۸۲ جلد ۲

محمد بن سعد کہتے ہیں ایسا قوی نہ تہا اور قدری تہا بندار کہتے ہیں کہ قسم بخدا وہ یہی نہ جانتا تہا کہ کون سا پیر اوس کا بڑا ہے

اس تحقیقات سے بخاری کی پہلی روایت جو باب المناقب میں لکھی تھی جس
سے ابو عبیدہ کو امین ہذہ الامۃ کا خطاب دیا تھا واصل کالعدم ہوئی
رہی دوسری روایت جو اسی باب المناقب میں بایں الفاظ ہے کہ حضرت نے فرمایا
ہم ضرور امین کو روانہ کرینگے اور اوس کے بعد ابو عبیدہ کو روانہ کیا تو اوس کے راوی
ابو اسحق سبیعی ہیں جن کے بارے میں علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں۔

وروی جریر عن مغیرة قال ما افسد حدیث اهل الکوفة غیر ابی اسحق والاعمش
وقال الفسوی قال ابن عیینة ثنا ابو اسحق فی المسجد لیس معنا ثالث قال
الفسوی قال بعض اهل العلم کان قد اختلط وانما ترکوه مع ابن
عیینة لاختلاطه

یعنی جریر مغیرہ سے روایت کرتا ہیں کہ حدیث اہل کوفہ کو ابو اسحق اور اعمش نے فاسد
کیا ابن عیینہ کہتے ہیں کہ ابو اسحق نے مسجد میں ہم سے بیان کیا حالانکہ وہاں کوئی دوسرا شخص
نہ تھا کہا فسوی نے کہ بعض اہل علم نے بیان کیا کہ وہ آخر میں بدحواس ہو گیا تھا اور اسی
وجہ سے اوس کو لوگوں نے مع ابن عیینہ چھوڑ دیا کیونکہ اوسکو اختلاط ہو گیا تھا۔ اس کو
معاویہ کے بارے میں سو ماہہ ملا کر یہ بتائیے اوس نے کس قدر حدیثیں بنائی ہونگی
تہذیب التہذیب میں ہے۔

وقال ابن حبان فی کتاب الثقات کان مدلسا ولد سنة (۲۹) ویقال
سنة (۳۲) وکذا ذکره فی المدلسین حسین الکرابیسی وابو جعفر طبری
وقال ابن المدینی فی العلل قال شعبة سمعت ابا اسحاق یحدث عن
الحارث بن الازمع بحدیث فقلت له سمعت منه فقال حدثنی به
مجالد عن الشعبی عنه قال شعبة وکان ابو اسحاق اذا اخبرنی عن
رجل قلت له هذا اکبر منک فان قال نعم علمت انه لقی وان
قال انا اکبر منه ترکته وقال ابو اسحاق الجوزجانی کان قوم من اهل
الکوفة لا تحمد مذاهبهم یعنی التشیع هم رؤس محدثی الکوفة

مثل ابی اسحاق والاعمش ومنصور وزبید وغیرهم من اقرانه احتملهم الناس علی صدق السنتهم فی الحدیث ووقفوا عند ما ارسلوا لما خافوا ان لا یکون مخارجها صحیحة فاما ابو اسحاق یروی عن قوم لا یعرفون ولم ینتشر عنهم عند اهل العلم الا ما حکی ابو اسحاق عنهم فاذا روی تلک الاشیاء عنهم کان التوقف فی ذلک عندی الصواب حدثنا اسحاق ثنا جریر عن مغیرة قال افسد حدیث اهل الکوفة الاعمش وابو اسحاق یعنی للتدلیس قال یحیی بن معین سمع منه ابن عیینة بعد بعد ما تغیر ووجدت فی التاریخ المظفری ان یوسف بن عمر الوالی الکوفة اخرج بنو ابی اسحاق ابا اسحاق علی برذون لیاخذ صلة یوسف فاخذت وهو راکب فرجعوا به ومات یوم دخول الضحاک الخارجی الکوفة ؛ ص۶۷ جلد ۸

ابن حبان نے کتاب الثقات میں لکھا ہے کہ یہ مدلس تھا اور مدلسین کی حالت مذکور ہو چکی کہ وہ خباثت شرع میں ہیں حسین کرابیسی اور ابو جعفر طبری بھی اس کو مدلسین میں شمار کیا ہے ابن مدینی کتاب العلل میں لکھتے ہیں کہ کہا شعبہ نے اکثر دفعہ ابو اسحق نے حارث بن ارقع سے حدیث بیان کی تو ہمنے پوچھا کیا تو نے خود اون سے سنا ہے۔ کہا مجالد نے شعبی سے اور شعبی نے حارث سے بیان کیا سفیہ کہتے ہیں کہ ابو اسحاق جب کسی آدمی کا نام لیتا تو ہم کہتے یہ تو تجھ سے بڑا ہے اگر کہتا کہ ہاں تو ہم سمجھتے اس سے ملاقات ہوئی ہے اور اگر کہتا کہ ہم اوس سے بڑے ہیں تو چھوڑ دیتے ابو اسحاق جوزجانی کہتے ہیں کہ بزرگان محدثین اہل کوفہ سے کچھ ایسے لوگ تھے جو اپنے مذہب تشیع کے وجہ سے قابل مدح نہ تھے جن میں ابو اسحق۔ اعمش منصور زبید وغیرہ اور اون کے امثال و اقران داخل ہیں مگر صرف صدق لسان کی وجہ سے اون کی روایتیں لی گئیں اور جب وہ ارسال کرتے تو توقف کیا جاتا کیونکہ ممکن ہے مخارج اون کے غیر صحیح ہوں۔ ابو اسحق تو ایسے راویوں سے حدیث بیان کرتا جو غیر معروف ہیں اور اون

اہل علم کے نزدیک کچھ مشہور نہیں ہو مگر بذریعہ ابو اسحٰق جب ایسی روایتیں وہ
بیان کرے تو اوس میں توقف مناسب ہے۔ جریر بن مغیرہ سے ناقل ہے کہ اہل کوفہ
کی حدیث کو ابو اسحٰق اور اعمش نے فاسد کیا بسبب اس کے کہ وہ تدلیس کرتے تھے
تاریخ مظفری میں ہے کہ یوسف بن عمر جب والی کوفہ ہوا۔ تو ابو اسحٰق کو اوس کی اولاد ایک
بردون پر سوار کر کے لائے کہ صلہ و انعام اوس سے حاصل کریں وہ سواری تھا
تو صدمہ مل گیا اور گھر واپس آیا ضحاک خارجی جب داخل کوفہ ہوا تو اوس روز اوس
نے انتقال کیا۔

پھر فرمائیے ایسی روایت کیونکر صحیح ہو سکتی ہے جس کا راوی ابو اسحٰق ایسا شخص ہو
جو مدلس بھی تھا اور صلہ و انعام لینے کے لئے دربار یوسف بن عمر حاکم کوفہ میں حاضر ہو
روایت عمر بن سعد۔ طرہ تو یہ ہے کہ ابو اسحٰق ایسا شخص تھا کہ عمر بن سعد شقی
سے روایت کرتا جو قاتل امام حسین ہو اور اس کی ذرہ برابر پروا نہ کرتا کہ وہ کیسا
شقی تھا میزان الاعتدال میں ہے

عمر بن سعد بن ابی وقاص الزہری ہو فی نفسہ غیر متہم لکنہ باشر
قتال الحسین علیہ السلام و فعل الافاعیل روی شعبۃ عن ابی
اسحٰق عن العیزار بن حریث عن عمر بن سعد فقام الیہ رجل فقال اما
تخاف اللہ تروی عن عمر بن سعد فبکی وقال لا اعود وقال العجلی روی
عنہ الناس تابعی ثقۃ وقال احمد بن زہیر سالت ابن معین ا بن سعد
ثقۃ فقال کیف یکون من قتل الحسین ثقۃ قال خلیفۃ قتلہ
المختار سنہ ۶۵ صفحہ ۲۳۲ جلد ۲۔

عمر بن سعد اگرچہ فی نفسہ غیر متہم ہے مگر باشر قتال امام حسین علیہ السلام ہوا اور بہت
سے افعال اوس سے سرزد ہوئے شعبہ ابی اسحٰق سے روایت کرتے ہیں وہ عیزار ابن حریث
سے وہ عمر بن سعد سے تو ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ تجھے خوف خدا نہیں
ہے کہ عمر ابن سعد سے روایت کرتا ہے جس پر وہ رونے لگا اور کہا کہ اب ایسا نہ

کرونگا۔ عجلی کہتے ہیں کہ بہت سے لوگوں نے عمر بن سعد سے روایت کی ہے اور وہ تابعی ثقہ تھا احمد بن زہیر کہتے ہیں کہ ہمنے ابن معین سے پوچھا کہ عمر بن سعد ثقہ تھا۔ کہا کہ جو شخص قاتل امام حسین ہو وہ کیونکر ثقہ ہو سکتا ہے

اب تو کسی منصف کو بھی ناصبیت و خارجیت بخاری میں شک نہیں ہو سکتا ہے وہ ایسے ایسے راویوں سے حدیثیں لیتے ہیں جو قاتل جناب امام حسین سے روایت کرتا ہے

اس پر بھی اہلسنت کو شرم نہیں آتی جو دعوی ولائے اہلبیت طاہرین کرتے ہیں حالانکہ خود ان کے صحاح ستہ ایسے راویوں کی روایت سے بھرے ہوئے ہیں جو امام حسین کے قاتلوں سے روایت کرتے ہیں کہ امام عجلی کی تصریح تو آپ دیکھ چکے ہیں کہ عمر بن سعد تابعی تھا اور ثقہ تھا جس سے لوگوں نے روایت لی ہے یعنی ایک ابو اسحق پر ہی منحصر نہیں بلکہ بہت سے علمائے اہلحدیث نے اوس سے روایت کی ہے۔ تہذیب التہذیب میں ہے صفحہ ۴۵۰ جلد ۷

عمر بن سعد بن ابی وقاص الزهری ابو حفص المدنی سکن الکوفة روی عن ابیه وابی سعید الخدری وعنه ابن ابراهیم وابن ابنه ابو بکر بن حفص ابن عمر وابو اسحاق السبیعی والعیزار بن حریث ویزید بن ابی مریم وقتاده والزهری ویزید بن ابی حبیب وغیرهم۔ قال العجلی کان یروی عن ابیه احادیث وروی الناس عنه وهو تابعی ثقة وهو الذی قتل الحسین وذکر ابن ابی خیثمه بسند لمان ابن زیاد بعث عمر بن سعد علی جیش لقتال الحسین وبعث شمر بن ذی الجوشن وقال له اذهب معه فان قتله والا فاقتله وانت علی الناس۔ وقال ابن ابی خیثمة عن ابن معین کیف یکون من قتل الحسین ثقة قال عمرو بن علی سمعت یحیی بن سعید یقول ثنا اسمعیل ثنا العیزار عن عمر ابن سعد فقال له موسی رجل من

بنی ضبیعہ یا ابا سعید ھذا قاتل الحسین فسکت فقال لہ عن قاتل الحسین
تحدثنا فسکت وروی ابن خراش عن عمرو بن علی نحو ذلک وقال فقال
لہ رجل اما تخاف اللہ تروی عن عمر بن سعد فبکی وقال لا اعود
قال الحمیدی ثنا سفیان عن سالم قال قال عمر بن سعد للحسین
ان قوما من السفہاء یزعمون انی اقتلک فقال حسین لیسوا سفہاء
ثم قال واللہ انک لا تاکل بر العراق بعدی الا قلیلا صغرا آدم جبه

اب اس سے بڑھ کر کیا عزت افزائی قاتلان امام حسین علیہ کی ہو سکتی ہے کہ ادہر خود وہ
امام حسین کو قتل کرتے ہیں اور ادہر صحاح ستہ اہلسنت کے راوی بنتے ہیں جس سے
بڑھ کر کوئی درجہ دینی نہیں ہو سکتا کیونکہ عمر بن سعد سے ابو اسحق سبیعی نہیں راوی ہیں
جس کی روایت صحیح بخاری وصحیح مسلم میں بہری ہوئی ہے بلکہ اوس کا بیٹا ابراہیم اور
پوتا ابو بکر بن حفص راوی ہیں اور عیزار بن حریث یزید بن ابی مریم۔ قتادہ زہری
(امام زہری) یزید بن حبیب وغیرہ بھی روایت کرتے ہیں جو سب روایات صحاح
ستہ سے ہیں۔ امام عجلی کہتے ہیں بہت سے لوگ اوس کو روایت کرتے ہیں اور وہ تابعی ثقہ
ہے یہی ہے جسنے امام حسین کو قتل کیا ابن ابی خیثمہ نے اپنے استاد یحیی سے روایت کیا ہے
کہ ابن زیاد ملعون نے عمر بن سعد کو اوس لشکر کا سردار مقرر کیا جسکو قتال امام حسین
کے لئے روانہ کیا تہا اور شمر بن ذی الجوشن سے کہا کہ تو بھی ساتھ جا اگر یہ قتل کرے
تو تو قتل کرنا اور سردار لشکر ہوتا۔

ابن معین کہتے ہیں کہ قاتل امام حسین کیونکر ثقہ ہو سکتا ہے۔ عمر بن علی کہتے ہیں کہ
ہمنے یحیی بن سعید کو سنا کہ وہ کہتا تہا ہمسے عیزار نے عمر بن سعد سے روایت کیا
تو موسی نامی ایک شخص نے کہا جو بنی ضبیعہ سے تہا کہ اے ابو سعید یہ تو قاتل
امام حسین ہی کیا تو قاتل امام حسین سے روایت کرتا ہے اس سے وہ خاموش
ہو گیا ابن خراش نے عمر بن علی سے بھی ایسی ہی روایت کی ہے اور ایک شخص نے کہا تو خدا سے
نہیں ڈرتا کہ قاتل امام حسین سے روایت کرتا ہے وہ رونے لگا اور کہا کہ اب

ایسا نہ کرونگا۔

حمیدی نقل کرتے ہیں کہ سفیان بن سالم روایت کرتے ہیں ایکروز عمر بن سعد نے جناب امام حسین سے کہا ایک قوم بیوقوفوں کی گمان کرتی ہے کہ ہم آپکو قتل کرینگے تو جناب امام حسین نے فرمایا وہ بیوقوف نہیں ہیں قسم خدا کی اے عمر بن سعد ہمارے بعد تو ملک عراق کا گندم بہت کم کہا ئیگا۔۔۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ امر ایسا مشہور تھا کہ اوس زمانہ کے لوگ قبل از واقعہ مطلع تھے۔ اور عمر بن سعد نے اس کو سنا بھی اور جناب امام حسین ؑ سے دریافت بھی کیا حضرت نے اوس کی تصدیق بھی فرمائی اور عمر بن سعد کو سنا یا بھی کہ تو بھی ہمارے بعد بہت کم زندہ رہیگا مگر اس پر بھی شقاوت اوس پر غالب رہی اور کیا جو کیا۔

مگر ہمکو اوس سے کچھہ بحث نہیں کیونکہ دنیا چیز ہی ایسی ہے جو کچھہ نہو کم ہے۔ مگر یہ تو فرمائیے علماء اہلسنت کو کیا ہو گیا جو ایسے ایسے ملاعین سے حدیث کی روایت کرتے ہیں اور اوسکی روایات کو صحاح ستہ میں بھرتے ہیں اور اس کے مدعی ہوتے ہیں کہ قاتلان امام حسین سب شیعہ تھے اس بیحیائی کا کیا علاج ہے۔

ابو اسحق سبیعی جو اس حدیث لمات ابو عبیدہ کا راوی ہے صرف عمر بن سعد ہی سے نہیں روایت کرتا بلکہ شمر بھی اوس کا استاد ہے

علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکہتے ہیں صفحہ ۴۴۹ جلد دوم

شمر بن ذی الجوشن ابو السابغة الضبابی عن ابیه وعنه ابو اسحق السبیعی لیس باهل للروایة فانه احد قتلة الحسین رضی الله عنه وقد قتله عوان المختار روی ابوبکر بن عیاش عن ابی اسحاق قال کان شمر یصلی معنا ثم یقول اللهم انک تعلم انی شریف فاغفر لی قلت کیف یغفر الله لک وقد اعنت علی قتل ابن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ویحک فکیف نصنع ان امراءنا

هو امرنا بامر فلم نخالفهم ولو خالفناهم كنا شرا من هذه الحمر السقاة قلت ان هذا العذر قبيح فانما الطاعة في المعروف

صفحہ ۳۰ جلد ۱

شمر بن ذی الجوشن اپنے باپ سے روایت کرتا ہے اور ابو اسحق سبیعی اوس سے روایت کرتا ہے مگر وہ اس قابل نہیں ہے کہ اوس سے روایت کی جائے یہ قاتلان امام حسین سے ہے جسکو اعوان مختار نے قتل کیا ابو بکر بن عیاش ابو اسحق سے روایت کرتے ہیں کہ شمر ہم لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتا تھا اور کہتا تھا خدایا تم شریف ہیں ہم کو بخشدے۔ میں نے کہا کیونکر تو بخشا جاسکتا ہے حالانکہ تو نے قتل فرزند رسول پر مدد کی تو اوس نے کہا کہ ہمارے حاکموں نے اس کا حکم دیا پھر اگر اوس کو نہ مانتے تو ان گدھوں سے بھی بدتر ہوتے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ عذر تو اور بھی قبیح ہے کیونکہ طاعت نیک کام میں ہوتی ہے

اب یہ کسی کو تسلیم نہیں ہو سکتا کہ شمر بھی اہلسنت بلکہ صحاح ستہ کے راویوں سے ہے کیونکہ ابو اسحق جو صحیح بخاری کا راوی ہے وہ شمر سے روایت کرتا ہے اب اس سے بڑھکر قاتلان امام حسین کی کیا عزت افزائی ہوسکتی ہے کہ وہ راوی صحیح بخاری کا اوستاد تھا۔

معلوم ہوتا ہے ابن حجر عسقلانی کو شرم آئی جو اس نام کو درج تہذیب التہذیب نہ کیا ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ اوسکا نام نہ لکھتے حالانکہ اصابہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۲ میں لکھتے ہیں کہ ذو الجوشن ولہ حدیث عند ابی داؤد من طریق ابی اسحق عنه ويقال لم يسمع منه وانما سمعه من ولده شمر عنہ یعنی ابی داؤد کے یہاں ذو الجوشن کی روایت بذریعہ ابو اسحق ہے اور کہا جاتا ہے کہ ابو اسحق نے خود ذو الجوشن سے نہیں سنا بلکہ اوسکے بیٹے شمر سے حدیث کیا تھا

ہاں ابو اسحق کے حال میں اس قدر لکھا وحدث عن ابن عيينة ذی الجوشن هو مرسل لم يسمع من ذی الجوشن صفحہ ۶۴ جلد ۸ یعنی ابو اسحق کا جو روایت ذی الجوشن سے ہے وہ تو خود ذی الجوشن سے نہیں سنا بلکہ مرسل ہے

غرض اس بدنام سے روایت جو بخاری میں ہے تو وہ اسی ابو اسحاق سبیعی

کے ذریعہ سے جو مدلس ہی تہا اور دشمن اہلبیت طاہرین تہی تو کیا کسی عاقل کے نزدیک یہ روایت پایہ کتاب صحیح تک جاسکتی ہی۔

تیسرا طریق اِس روایت کا وہ ہے جو بخاری نے کتاب المغازی میں لکہا اوس کے رواۃ حسب ذیل ہیں۔

عباس بن حسین۔ یحیی بن آدم۔ اسرائیل۔ ابو اسحق سبیعی۔ صلہ بن زفر

راوی اول عباس بن حسین قنطری ہی جسکو امام ابو حاتم مجہول کہتے ہیں۔ تہذیب التہذیب میں ہی جلد ۵ صفحہ ۱۱۷۔ وقال ابن ابی حاتم عن ابیہ مجہول۔

راوی سوئم۔ اسرائیل ہی میزان میں ہی صفحہ ۳۰۹

اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق سبیعی الکوفی × وروی محمد بن احمد البراء عن ابن المدینی اسرائیل ضعیف × واما یحیی القطان فحمل علیہ فی حال ابی یحیی القتات وکان لا یرضاہ × واما یحیی القطان فکان لا یحدث عنہ ولا عن شریک

یعنی یوتے ہیں اوس ابو اسحاق سبیعی کے۔ ابن مدینی کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے یحیی قطان اوس کی مذمت کرتے تہے اور اوس سے ناراض تہے روایت نہ کرتے اوس سے نہ شریک سے۔

تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی میں ہے واطلق ابن حزم ضعف اسرائیل ورد بہ احادیث من حدیثہ بما صنع سہا وقال عثمان بن ابی شیبہ عن عبد الرحمن بن مہدی اسرائیل لص یسرق الحدیث

ص ۲۶۳ جلد اول۔

یعنی ابن حزم نے اوسکو مطلقاً ضعیف کہا اور اون حدیثوں کو رد کر دیا جن کا وہ راوی تہا۔ عثمان بن ابی شیبہ کہتے ہیں عبد الرحمن بن مہدی سے کہ وہ چور تہا جو حدیثوں کو چورایا کرتا۔

پہر کیوں نہ وہ اس حدیث کا راوی ہو کہ ابو عبیدہ اس امت کے امین تہے حالانکہ

خوب چور ہے کیا کیا خوبصورت راوی بخاری کو ملے ہیں
چوتھے راوی ابو اسحق ہیں جو اس کے دادا ہیں اور حالت اوس کی مذکور ہو چکی
طریق چہارم جو بخاری نے کتاب المغازی میں لکھا ہے اوس کے راوی حسب ذیل ہیں
محمد بن بشار۔ محمد بن جعفر۔ شعبہ۔ ابو اسحق۔ صلہ بن زفر۔

راوی اول محمد بن بشار ہیں مشہور بہ بندار میزان الاعتدال میں ہے کذبہ
الفلاس اس کی تکذیب کی ہے فلاس نے۔ وقال عبد اللہ بن الدورقی
کنا عند یحیی بن معین فجری ذکر بندار فرأیت یحیی لا یعبأ به ویستضعفه
وقال اسحق بن ابراهیم القزاز کنا عند بندار فقال فی حدیث
عن عائشة قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال رجل
یمزح اعیذک بالله ما افضحک فقال کنا اذا خرجنا من عند روح
دخلنا علی ابی عبیدة فقال قد بان علیک ذاک، ص ۳۵۲ جلد ۲۔
عبد اللہ دورقی کہتے ہیں کہ یحیی بن معین کے سامنے بندار کا ذکر آیا تو یحیی نے کچھ توجہ
نہ کی اور اوس کی تضعیف کرتے تھے اسحق بن ابراہیم قزازی بیان کرتے ہیں کہ ہم بندار
کے پاس تھے تو ایک حدیث میں کہا عن عائشة قال رسول الله تو ایک شخص نے کہا
کیا تو مزاح کرتا ہے خدا پناہ دے دیکھو کیسا فضیحت کیا تمکو وہ کہتا کہ جب ہم
روح کے پاس سے ابو عبیدہ کے پاس جاتے تو کہتا یہ بات تیری فاش ہو گئی
اب اس سے بڑھکر کیا ہو سکتا ہے کہ وہ روایت میں تمسخر کرتا اور حق جناب رسالتماب
میں وہ کہتا جو کسی مسلمان کے شایان نہیں تہذیب التہذیب میں ہے
قال اسحق بن ابراهیم القزازی کنا عند بندار فقال فی حدیث عن
عائشة قالت قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فقال له
رجل تسخر منه اعیذک بالله ما افضحک فقال کنا اذا خرجنا من عند
روح دخلنا الی ابی عبیدة فقال قد بان ذلک علیک وقال عبد الله
بن محمد بن سیار سمعت عمرو بن علی یحلف ان بندار ایکذب

فيما يروي عن يحيى قال ابن سيار وشبن ار وابو موسے تقتان وابو موسے اصح لانه كان لا يقرء الا من كتابه وبندار يقرء من كتاب وقال عبد الله بن علي بن المديني سمعت ابي وسالته عن حديث رواه بندار عن ابن مهدي عن ابي بكر بن عياش عن عاصم عن زر عن عبد الله عن النبي صلے الله عليه وسلم قال تسحروا فان في السحور بركة فقال هذا كذب وانكره اشد الانكار وقال حدثني ابو داؤد موقوفا وقال عبد الله بن الدورقي كنا عند ابن معين وجرى ذكر بندار فرايت يحيى لا يعباء ويستضعفه قال ورائت القواريري لا يرضاه وقال كان صاحب حمام

صفحہ ٧٠ جلد ٩

یعنی وہ تمسخر کرتا تہا حدیث رسول اللہ کیساتھ عمر بن علی کہتے تہے کہ بندار جہوٹا ہے اون روایت میں جو یحیے سے روایت کرتا ہے ایک روایت بیان کی حضرت نے فرمایا تسحروا فان في السحور بركة کہ سحری میں برکت ہے تو علی بن مدینی نے کہا یہ جہوٹ ہے اور سخت انکار کیا اوس پر یحیی بن معین کے سامنے اوس کا تذکرہ ہوا اوس نے مطلق اعتنا نہ کیا اسی طرح قواریری بہی اوسکو پسند نہ کرتا تہا اور کہتا تہا یہ کبوتر باز ہے۔

پہر بتائے ایسے شخص کی روایت کب اس قابل ہو سکتی ہے کہ وہ صحیح سمجہی جائے امام عجلی کہتے ہیں کہ وہ حائک تہا یعنی جولاہا۔ پہر ضعیفوں نے اوسکی روایت کیسے کہ ابو عبیدہ امین ہذہ الامۃ ہیں۔

راوی دوم محمد بن جعفر غندر ہیں میزان میں ہے ... مغفل کہ بہت غافل رہتا تہا تہذیب التہذیب میں ہے مزاح ... ان کا نام غندر ابن جریج نے رکہا کیونکہ بہت فساد و جہگڑا کرتے ... اہل حجاز غندر کہتے ہیں یحیی بن معین حکایت کرتے ہیں کہ غندر نے مچہلی خرید کر لایا اور گہر والوں سے کہا اس کو درست کر دو یہ کہکر سو گیا ان لوگوں نے بنا کر مچہلی کہا ڈالا۔

اور انکے ہاتھ میں شوربا لگا دیا جب یہ بیدار ہوا تو کہا مچھلی لاؤ سبھوں نے کہا کہ واہ تم تو کہا کر سو رہے تھے اپنا ہاتھ سونگھو تو جب سونگھا تو اوس میں سے خوشبو مچھلی کی آتی تھی

تذکرۃ الذہبی میں ہے یحییٰ بن معین کہتے تھے ہم لوگ حدیث سننے غندر کے پاس گئے تو اوس نے کہا جب تک ہمارے پیچھے پیچھے بازار میں نہ چلوگے کہ لوگ دیکھیں اور ہماری تعظیم کریں تب تک حدیث نہ بیان کروں گا ہم پیچھے ہو لئے چلے تو لوگ پوچھتے تھے اے ابو عبداللہ یہ کون لوگ ہیں تو کہتا یہ اصحاب حدیث ہیں جو بغداد سے یہاں غرض آئے ہیں اس سے بہت روایت سنیں اور دیکھیں تہذیب التہذیب میں ہے

عن ابن معین قال قدمنا علی غندر فقال لا احدثکم حتی تمشوا خلفی فیراکم اهل السوق فیکرمونی. صفحہ ۹۵ ج ۹

اب اس سے بڑھ کر اوس شخص کی دنیاداری کی کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ اس غرض سے کہ لوگ اون کی قدر و منزلت کریں شاگردوں سے اسکی خواہش کریں کہ وہ ہمارے پیچھے پیچھے بازاروں میں چلیں اس سے بڑھ کر کم ظرفی، دنائت طبیعت کی کیا دلیل ہو سکتی ہے۔

ایسے لوگوں کا علاج خلیفہ دوم نے درہ تجویز کیا تھا چنانچہ تاریخ خمیس میں ہے۔

ولیس هذا باعظم من ضرب عمر بن سعد بن ابی وقاص بالدرة علی رأسه حین لم یقم له انت لم تهب الخلافة فاردت ان تعرف ان الخلافة لا تهابک ولعل غیر ذلک سعد او لا رآه عیبا وکذالک ضربه لابی بن کعب حین رآه یمشی وخلفه قوم فعلاه بالدرة وقال ان هذه مذلة للتابع وفتنة للمتبوع. صفحہ ۳۶۲ جلد ۲

کہ ایک دفعہ عمر کا گذر ہوا اور سعد بن ابی وقاص تعظیم خلافت کے لئے نہیں اٹھے تو خلیفہ نے درہ چلایا اور کہا کہ اگر تو خلافت سے نہیں ڈرتا تو خلافت بھی تجھ سے نہیں خوف کھاتی

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ جا رہے تھے اور کچھ لوگ ان کے ساتھ پیچھے جا رہے تھے..... عمر نے جو دیکھا تو درہ چلایا اور کہا کہ یہ ذلت ہے تابع کے لئے اور فتنہ ہے متبوع کے لئے۔

راوی سوم ہیں ابو اسحٰق سبیعی ان کی یہ حالت معلوم ہو چکی کہ وہ عمر بن سعد اور شمر بن ذی الجوشن سے روایت کیا کرتے

یہ بندار جس سے بخاری نے روایت لی ہے ایسا تھا کہ علامہ ادفوی کتاب الامتاع فی احکام السماع میں لکھتے ہیں

وراء هذا بحث آخر وهو ان قول الشيخ ابی عمرو بن الصلاح ان الامة تلقت الكتابين بالقبول ان اراد كل الامة فلا يخفى فساد ذلك اذ الكتابان انما صنفا فی المائة الثالثة بعد عصر الصحابة والتابعين وتابعی التابعين وائمة المذاهب المتبعة ورؤس حفاظ الاخبار ونقاد الآثار والمتكلمين فی الطرق والرجال المميزين بين الصحيح والسقيم وان اراد بالامة الذين وجدوا بعد الكتابين فهم بعض الامة فلا يستقيم له دليله الذی قرره من تلقی الامة وثبوت العصمة لهم والظاهرية انما يعتدون باجماع الصحابة خاصة والشيعة لا تعتد بالكتابين وطعنت فيهم وقد اختلف فی اعتبار قولهم فی الاجماع وانعقاده ثم ان اراد كل حديث فيهما تلقی بالقبول من الناس كافة فغير مستقيم فقد تكلم جماعة من الحفاظ فی احاديث فيهما فتكلم الدارقطنی فی احاديث وعللها وتكلم ابن حزم فی احاديث كحديث شريك فی الاسراء قال انه خلط ووقع فی الصحيحين احاديث متعارضة لا يمكن الجمع بينهما والقطع لا يقع التعارض فيه وقد اتفق البخاری ومسلم على اخراج حديث محمد بن بشار بندار واكثرا من الاحتجاج عن مثله وتكلم فيه غير واحد من الحفاظ وائمة الجرح والتعديل ونسب

الی الکذب وحلف عمرو بن علی الفلاس شیخ البخاری ان بندار
یکذب فی حدیثه عن یحیی وتکلم فیه ابو موسی وقال علی بن المدینی
فی الحدیث المدنی رواه فی السجود هذا کذب وکان یحیی لا یعباء به
ویستضعفه وکان القواریری لا یرضاه کما فی العبقات مجلد ۲ حدیث غدیر
صفحہ ۵۰۔

یعنی اس کے سوا دوسری بحث ہے یہاں کیونکہ شیخ ابو عمرو بن الصلاح اس کے مدعی
ہیں کہ امت نے ان کتابوں کو قبول کر لیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو اگر مقصود یہ ہے کہ تمامی امت نے قبول کیا ہے تو فساد اس کا ظاہر ہے
کیونکہ یہ دو کتابیں تیسری صدی میں تصنیف ہوئی ہیں جبکہ زمانہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین
منقضی ہو چکا تھا بلکہ ائمہ مذاہب اربعہ اور رؤس حفاظ اخبار و نقاد آثار کا تمام
ہو چکا تھا جو طرق احادیث میں کلام کرتے اور جن کے بیان سے صحیح و سقیم میں تمیز ہو جاتی
(پھر دعویٰ قبول کل امت کیونکر چل سکتا ہے۔)
اور اگر مراد امت سے وہ لوگ ہیں جو بعد تصنیف کتاب ہوئے تو وہ بعض امت ہونگے نہ کل
امت تو یہ دلیل جو دی تھی کہ کل امت نے قبول کیا۔ درست نہ ہوگی حالانکہ فرقہ ظاہریہ
تو صرف اجماع صحابہ کو حجت مانتے ہیں (نہ اخبار احاد کو جو صحیحین میں ہیں) اور شیعہ تو بالکل
اسکو نہیں مانتے بلکہ طعن کرتے ہیں (اگرچہ اون کے اعتبار قبول میں اختلاف ہے)
اسکے سوا اگر یہ دعویٰ ہے کہ ہر حدیث کو اس کی لوگوں نے مان لیا ہے تو یہ بھی درست
نہیں کیونکہ ایک جماعت حفاظ حدیث نے اوس میں کلام کیا ہے چنانچہ دارقطنی نے بہت
سے حدیثوں پر اعتراض کیا ہے (دو سو سے زیادہ) اور ابن حزم نے چند حدیثوں پر کلام
کیا ہے مثل حدیث شریک کے دربارہ اسرا کہ اس میں خلط پیدا ہوا اور صحیحین میں
ایسی حدیثیں وارد ہوئی ہیں جو باخود متعارض ہیں جن میں جمع نہیں ہو سکتا اور جو
حدیثیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان پر قطع حاصل نہیں ہو سکتا اگر تعارض نہیں ہو تو کما بخاری و مسلم دونوں نے بہت سی حدیثیں
محمد بن بشار کی روایت کی ہیں (جسکی قدح یہاں منظور ہے) اور اوس سے استدلال کیا ہے حالانکہ بہت سے

حفاظ حدیث نے جو ائمہ جرح و تعدیل سے ہیں اسکو کاذب کہا ہے چنانچہ عمرو بن علی
فلاس نے جو شیخ بخاری ہیں حلف کیا کہ بندار احادیث یحیی میں کذب کرتا ہے اسی
طرح ابو موسی اور علی ابن مدینی نے اوس میں کلام کیا ہے اور علی نے ایک تو اوس حدیث
میں جو دربارہ سحور ہے کہا کہ یہ کذب ہے اور یحیی بن معین اس کو غیر معتبر جانتے اور ضعیف
کہتے۔ قواریری اوسکو ناپسند کرتے تھے۔

دیکھئے یہ محمد بن بشار جو اس روایت کا راوی ہے ایسا جھوٹا کذاب ہے کہ اوس کی روایت
سے ساری صحیح بخاری ردی ہوئی جاتی ہے پھر ایسی روایت سے ابو عبیدہ کی امانتداری
کیا ثابت ہو سکتی ہے۔

بخاری نے پانچویں طریق سے بھی مغازی میں اس کو لکھا ہے اوس کے راوی ابو قلابہ اور
خالد بن حذاء ہیں جن کی قدح مذکور ہو چکی۔

بخاری نے کتاب اخبار الآحاد میں بھی دو طریق سے اسکو لکھا ہے مگر ان سب کے راوی وہی
ابو اسحق سبیعی اور خالد حذاء اور ابو قلابہ ہیں۔ پھر کیونکر اسکا دعوی کیا جا سکتا ہے کہ رسول
اللہ نے ابو عبیدہ کو امین ہذہ الامہ کا خطاب دیا حالانکہ ایک حدیث بھی حسب قواعد اہلسنت صحیح نہیں۔

صحیح مسلم میں بھی یہی روایت چار طریق سے منقول ہے مگر طریق اول کا مدار ابو قلابہ اور
خالد بن حذاء ہے جن کی قدح مذکور ہو چکی اوس کے علاوہ اسمعیل بن علیہ راوی ہیں جن
کے بارے میں میزان الاعتدال میں ہے۔

سهيل بن شاذويه سمعت على بن خشرم يقول قلت لوكيع رأيت ابن عليه يشرب
النبيذ حتى يحمل على الحمار يحتاج من يرده الى منزله قال وكيع
اذا رأيت البصري يشرب فاتهمه قلت وكيف قال الكوفي يشربه
تديناً والبصري يتركه تديناً قال عفان ثنا حماد بن سلمة ما كنا
نشبه شمائل ابن علية الا بشمائل يونس بن عبيد حتى دخل
فيه وقال مرة حتى احدث ما احدث × كما فی الطبقات صفحہ ۱۵۳

جلد ثانی مجلد مدینۃ العلم

ہمیں ابن شاذ وہ روایت کرتے ہیں ابو علی ابن حشرم نے وکیع سے کہا ابن عتبہ کو دیکھا کہ
وہ ... یہاں تک کہ پیر ڈال دیا جاتا ہے اور محتاج ہو گیا ہو کہ
کوئی اوس کو ہانک دے ... وکیع نے کہا جب کسی بصری کو دیکھو کہ وہ ... دیتا ہے
تو اوسکو متہم کرو کوئی تو اوسکا وصال جان کر دیتا ہے اور بصری اس خیال سے نہیں
دیتا حماد بن سلمہ لیتے ہیں ... ہم حماد ابن عتبہ کو شاید یونس بن عبداللہ جانتے تھے۔
یہاں تک کہ وہ داخل ہوا ... داخل ہوا دوسری مرتبہ کہا یہانتک کہ
اوسنے حدیث کو چھوڑ دی۔

لہذا مسلم کی پہلی روایت یوں غارت ہوئی دوسری روایت کا مدار ثابت بنانی پر ہے
جس کے متعلق تہذیب التہذیب میں قال یحیی القطان اختلط۔
یعنی امام احمد بن حنبل نے کہا کہ اوسکو اختلاط ہو گیا تھا اس طریق میں ایک راوی حماد بن
سلمہ ہیں جن کے بارے میں وہی تہذیب میں ہے تغیر حفظہ بآخرہ یعنی اس کا
حافظہ آخر میں خراب ہو گیا تھا۔

کتاب الموضوعات ابن الجوزی میں ہے قال حدثنا حماد بن سلمۃ قال
حدثنا ثابت البنانی عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ فلما تجلی
ربہ للجبل جعلہ دکا قال هكذا فضرب علی ابهامه فساخ الجبل
فقال حمید لثابت تحدث بمثل هذا قال فضرب بیدہ فی صدرہ
وقال یحدث انس و یقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم
واکتمه انا قال المصنف وهذا حدیث لا یثبت قال ابن عدی الحافظ
کان ابن ابی العوجاء ربیب حماد بن سلمۃ وکان یدس فی کتبہ الاحادیث
لا فی العقلیات صفحہ ۱۰۵۔

یعنی حماد بن سلمہ ثابت بنانی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے جب آیہ فلما تجلی ربہ
للجبل جعلہ دکا کی تلاوت فرمائی تو کہا آپ نے ... یہ مارا تو
وہ پس کیا ... ثابت سے کہا ایسی حدیث بیان کرو تو ثابت نے کہا رسول

بیان کریں اور انس سے نہیں پھر کیونکر ممکن ہے کہ ہم چھپائیں ابن جوزی کہتے ہیں بلا ریب کہ یہ حدیث ثابت نہیں کہا حافظ ابن عدی نے کہ ابن ابی العوجاء ربیب تھا حماد بن سلمہ کا وہ اپنی حدیثیں اس کی کتابوں میں ملا دیا کرتا

ایک راوی اس کا عمر بن نافذ ہے جس پر علی ابن مدینی قدح کرتے ہیں اور کہتے ہیں هذا كذب لا يعرف من طريق مسلم بروایت ابو اسحق سبیعی ہے جس کی قدح مذکور ہو چکی ہے جو لفظی روایت بھی اوسی ابو اسحق سبیعی کی ہے۔

ایک اور روایت اسی مضمون کی حسین بن محمد بغدادی سے مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا ابو عبیدة امين هذه الامة وان عمر هذه الامة ابن عباس میزان الاعتدال میں ذہبی ابن حجر لسان المیزان میں لکھتے ہیں غلط ہے هذا باطل اگر اس سے زیادہ تفصیل کا شوق ہو تو تحقیقات لانوار مجلد دوم حدیث طیر ص۳۵۹ تا غایت ص۴۴۰ ملاحظہ ہو اور تنقید بخاری میں آئندہ توضیح کی جاوے گی۔

ابتدائے لقب امین بعد ملاحظہ ان روایات سے تو آپکو معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ نے ہرگز لقب نہیں دیا کیونکہ کوئی روایت اسکی صحیح نہیں اور نہ صحیح بخاری میں نہ صحیح مسلم بلکہ دوسرے راویوں نے بھی جو بنایا تو ان کی جرح بھی ثابت ہو چکی لہذا ضرورت ہے کہ ہم اسکی مزید تحقیقات کے لئے دوسرے فرق کی روایات بھی نظر کریں اس کے لئے ہم کو کتب شیعہ کی ضرورت پڑی۔

حیات القلوب مصنفہ جناب علامہ مجلسی علیہ الرحمہ میں ہے جو مشہور علمائے شیعہ سے ہیں ص۲۲۲ جلد ۲ میں ہے۔

کہ جب آنحضرت جناب امیر کو بمقام خم غدیر علی الاعلان اپنا خلیفہ اور جانشین کر چکے اور فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ تو صحابہ سے جو وہ آدمیوں نے معاہدہ کیا کہ خلافت کو خاندان رسالت میں نہ رہنے دیں اور ہر شخص اس کا اعلان کرے کہ رسول خدا نے کسی کو خلیفہ نہیں مقرر کیا اس مضمون کا ایک قرار نامہ لکھا گیا جس کا کاتب سعید بن عاص تھا اور وہ نوشتہ ابو عبیدہ کے پاس رکھا گیا جو بعد کو خانہ کعبہ میں دفن کیا گیا۔

رسالتمآب نے اس واقعہ کو معلوم کر کے ابوعبیدہ سے فرمایا یہ کیسے تم لوگ تو وحالانکہ تو گردیدی امین این امت پس حضرت این آیہ را بر ایشان خواند فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون۔

صفحہ ۳۰۲ و ۳۰۳ حیات القلوب جلد ۲۔

چونکہ اس کا التزام ہے کہ روایات شیعہ سے اس رسالہ میں کام نہیں لیا جاتا لہذا اصل روایت کو نہ لکھا صرف اوس کا حوالہ دیدیا کہ معلوم ہو امانت کا عہدہ جو ابوعبیدہ کو دیا گیا تو اسی امانتداری سے تمام عالم کو معلوم ہے کہ کسی امت میں یہ عہدہ کسی کو نہیں دیا گیا تو پس تمام عالم میں مشہور ہے اگر یہ کوئی عہدہ ہوتا تو اوس کا ذکر ان کتابوں میں یا اور کتب تواریخ میں ضرور ہوتا حالانکہ کہیں نام ونشان بھی اوس کا نہیں پھر کیونکر ممکن ہے کہ رسول اللہ فرمائیں ہر امت کے لئے ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ ہے۔

اگر ہم اس روایت حیات القلوب کی تصدیق کتب اہلسنت سے دکھانا چاہیں تو بہت آسانی سے ممکن ہے کیونکہ اصل واقعہ تو یقینا موجود ہے البتہ نام میں ناکامی ہوئی۔ کیونکہ حضرات اہلسنت نے اون ناموں کو اڑا دیا ہے بروایت حیات القلوب حسب ذیل اشخاص اس معاہدہ میں شریک تھے۔

ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ طلحہ۔ عبدالرحمن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص۔ ابوعبیدہ جراح معاویہ بن ابوسفیان۔ عمرو بن العاص۔ ابوموسیٰ اشعری۔ مغیرہ بن شعبہ۔ اوس بن حدثان۔ ابوہریرہ۔ ابوطلحہ انصاری۔

سالم مولی ابی حذیفہ بھی اسکے بعد شریک ہوئے اسکے علاوہ اور چند منافق بھی لائے ہوئے جن کی کل تعداد چوبیس ہوتی ہے۔

مگر ہم بخوف تطویل صرف اس پر قناعت کرتے ہیں کہ دکھیں حضرت نے جو بقول اہلسنت لقب دیا تو کہاں تک واقعات سے اس کی تطبیق ہوسکتی ہے کیونکہ سب سے

پہلے جو واقعہ پیش آیا وہ وفات رسول کا ہے کہ ابوبکر و عمر کے ساتھ ابو عبیدہ جراح بھی
سقیفہ کی طرف روانہ ہوئے حالانکہ اگر بفرمودۂ رسول یہ امین ہوتے تو سب سے پہلی
امانت ذات رسول کی تھی کہ اوسکی حفاظت کرتے اوسکے احترام مین نہ فرق آنے دیتے کیونکہ
بقول اہلسنت یہ لقب خود رسول اللہ نے دیا تھا تو کب ممکن تھا کہ وہ بلا دفن و کفن رسول
ایسا قصد کرتے کہ سقیفہ مین جاتے اور وہان سرگرم مجادلہ و مکابرہ ہوتے

وہان پھر بجز خلیفہ اول کہتے ہین کہ عمر یا ابو عبیدہ کی بیعت کرلو مگر اوسکے ساتھ یہ نہین
کہتے کہ رسول اللہ نے انکو امین ہذہ الامۃ کا خطاب دیا ہے حالانکہ اگر لقب دیا ہوتا تو
اس سے بہتر کوئی موقع نہ تھا۔

ہان یہان اہلسنت کو ایک سخت مشکل اور پڑتی ہے کہ روایات بخاری سے تو معلوم ہوتا ہے
حضرت نے خلیفہ اول کے فضائل و مناقب اس طرح بیان کئے ہین کہ اوس سے نگاہی انکی
خلافت معلوم ہوتی ہے اور یہان یہ کہا جاتا ہے کہ ابو عبیدہ یا عمر کی بیعت کرلو۔ اور ان
لوگون نے بھی کوئی یہ نہین کہتا کہ رسول اللہ انکے حق مین [illegible] کرچکے ہین اس اشکال کی
تفصیل تو آپ تنقید بخاری حصہ چہارم صفحہ [illegible] مین ملاحظہ کرچکے ہین۔

مگر یقینی ظاہر ہے کہ امین ہذہ الامۃ کا خطاب بالکل خانہ ساز ہے ورنہ ابوبکر اوسوقت مین اسکو
ضرور ظاہر کرتے۔

دوسرا موقع انکی امانت داری کے ظاہر ہونیکا اوسوقت پیش آتا ہے جبکہ جناب امیر بیعت خلافت
کیلئے بلائے جاتے ہین اور آپ اپنے استحقاق خلافت کو ظاہر کرتے ہین اور معاملہ طے ہوجاتا
ہے کہ ابوبکر کہتے ہین جبتک جناب سیدہ زندہ ہین ہم مجبور نہین کرسکتے۔

مگر ابو عبیدہ بولتے ہین قال ابو عبیدۃ لعلی کرم اللہ وجہہ یا ابن عم انک حدیث
السن وہولاء مشیخۃ قومک لیس لک مثل تجربتہم ومعرفتہم بالامور ولا اری
ابا بکر الا اقوی علی ہذا الامر منک واشد احتمالا واستطلاعا فسلم لابی بکر
ہذا الامر فانک ان تعش ویطل بک بقاء فانت لہذا الامر خلیق وحقیق
فی فضلک ودینک وعلمک وفہمک وسابقتک ونسبک وصہرک منک

کتاب الامامۃ والسیاسۃ ۔

کہ اے پسر عم تم ابھی کم سن ہو اور یہ لوگ قوم کے بوڑھے ہین تمکو ایسا تجربہ اور ویسی معرفت نہین حاصل ہے ابوبکر کو ہم جہانتک جانتے ہین تمسے اس امر مین اقوی ہین اور قوت تحمل واستطلاع مین وہ بڑھے ہوے ہین لہذا اس کو انکے حوالہ کر دو اگر تم زندہ رہے اور زمانہ حیات نے طول کھینچا تو تم بوجہ فضل و دین وفہم وسابقہ ونسب وصہر ہر طرح اسکے لائق اور مستحق ہو ۔

غور فرمایئے کہ آیا یہ کلام ایمانداری وامانتداری کے مناسب ہے یا نہین کیونکہ جناب امیر کا استدلال یہ تھا کہ تمنے بوجہ قرابت رسول اس امر کو انصار سے حاصل کیا اور اونھون نے اسی وجہ سے خلافت کو دیدیا۔ تو اب دیکھو بحیثیت قرابت ہم زیادہ اقرب ہین یا تملوگ ۔

ابوعبیدہ ان سب باتونکو تسلیم کرتے ہین کہ تم مین فضل بھی ہے دین بھی ہے علم بھی ہے سابقہ وقرابت ورشتہ دامادی بھی ہے مگر بوجہ معاہدہ سابقہ یہ رائے دیتے ہین کہ چونکہ تم کمسن ہو اور یہ لوگ بزرگ ہین لہذا خلافت انکے حوالہ کردو آخر یہ کس قسم کی امانت داری ہے بمقتضائے امانت داری تو یہ تھا کہ ابوعبیدہ کہتے چونکہ رسول اللہ آپکو خلیفہ کر چکے ہین لہذا کسی کو مداخلت کا حق نہین یہ ایمانداری کی تقریر تھی اور اگر بفرض رسول کو کسی لائق نہ جانتے تھے تو یہی کہتے کہ چونکہ خلافت کا مدار پنچایتی پر ہے اور پنچ نے ابوبکر کو مان لیا تو تمکو مداخلت کا حق نہین یہ فیصلہ بمقتضائے جنبہ داری کے مطابق تھا نہ یہ کہ حقوق کو تو جناب امیر کے تسلیم کرین اور بات یون بنائین کہ یہ بڈھے ہین لہذا اسی کو مان لو ۔

کیا کوئی ایماندار پنچ ایسا فیصلہ کر سکتا ہے کہ حقدار تو تم ہو مگر اپنے حق سے باز آؤ اب دیکھئے جناب نے اسکا کیا جواب دیا جو اسی کتاب الامامۃ والسیاسۃ مین ہے ۔

فقال علی کرم اللہ وجہہ اللہ اللہ یا معشر المہاجرین لا تخرجوا سلطان محمد فی العرب من دارہ وقعر بیتہ الی دورکم وقعور بیوتکم وتدفعون اھلہ عن مقامہ فی الناس وحقہ فواللہ یا معاشر المہاجرین لنحن احق الناس بہ لانا اھل البیت ونحن احق بھذا الامر منکم ما کان فینا القاری لکتاب

الله الفقیه فی دین الله العالم بسنن رسول الله المتطلع لامر الرعیة
الفقیه فی دین الله العالم بسنن رسول الله المتطلع لامر الرعیة المدافع
عنهم الامور السیئة القاسم بینهم بالسویه والله انه لفینا فلا تتبعوا الهوی
فتضلوا عن سبیل الله فتزدادوا من الحق بعداً۔

جناب امیرؑ نے فرمایا الله الله اے معاشر مہاجرین سلطنت محمدؐ کو اونکے خاندان سے نکالکر عرب کی طرف نہ بیجاؤ (جس سے معلوم ہوا کہ حضرت کو اوس معاہدہ کا پورا علم تھا کہ کیا معاملہ ہو چکا ہے) پھر فرماتے ہین سلطنت محمدیہ کو اونکے خاندان سے نکالکر اپنے گھرون مین نہ پہنچاؤ۔ (جس سے معلوم ہوا کہ حضرت جانتے تھے یہ کاروائی خاص غرض سے کی گئی ہے حضرت بتصریح فرماتے ہین کہ یہ صریح ظلم ہے کہ تم حقدارونکو محروم کرکے اپنے لوگون مین لیجاتے ہو اور اوس درجہ اور شان کو مٹاتے ہو جو ہملوگون کو حاصل ہی۔

پھر حضرت فرماتے ہین کہ اے گروہ مہاجرین خوب سمجھ لو کہ ہم سب سے زیادہ مستحق ہین کیونکہ ہم اہل بیت ہین اور سب سے زیادہ اسکے حقدار ہین۔

حضرت اسپر ترقی فرماتے ہین کہ صرف ہم ہی اسکے حقدار نہین ہین بلکہ جبتک ہمارے خاندان مین ایک شخص بھی رہیگا وہ حقدار ہوگا کیونکہ قاری کتاب الله فقیه فی دین الله عالم سنن رسول الله ہم ہی لوگ ہین۔ رعیت کے امور کے ہم ہی واقف ہین (کیونکہ ہمیشہ سے ہمارا خاندان انکا سردار رہا تم لوگ کیا جانو کہ ہمیشہ محکوم و تابعدار رہے) جو بلا انپر آسکتی ہے اوسکے ہم ہی دافع ہین ہم ہی لوگ ان مین حق مساوات قائم رکھ سکتے ہین تو اپنی نفسانی خواہشون کی پیروی نہ کرو کہ راہ حق سے گمراہ ہوجاؤگے۔

دیکھئے حضرت نے کیسی پیشین گوئی فرمائی کہ اگر تمنے اس خلافت کو خاندان رسالت سے نکالا تو وہ برکت جاتی رہیگی جسکا بدیہی نمونہ لوگون نے چند ہی سال بعد دیکھ لیا کہ خلیفہ دوم نے اوس قاعدہ کو منسوخ کردیا جو رسول اللهؐ نے تقسیم بالسویہ کا مقرر کیا تھا۔

اگر حضرت کی اولیا تون مین شک کرتے ہو تو کرو کہ حضرت نے فرمایا اگر ایسا کروگے تو گمراہ ہوجاؤگے۔ مگر اس مین تو شک نہین کرسکتے کہ تقسیم بالسویہ کا قانون خلیفہ دوم

توڑ دیا اور تخصیص بیجا نفیس قائم رکھا جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اسلام کا وہ زرین اصول کہ ہر شخص مساوی ہے خاک مین ملا دیا گیا ظالم کا ظلم تو ہمیشہ تیز رہتا ہے اب مال کے زیادہ ملنے سے اور بھی اوسکی قوت بڑہیگی اور کمزور لوگ کمزور ہوتے جاینگے

اب تم ہی غور کرو کہ رسول اللہ صلعم نے اگر امین کا خطاب دیا تہا تو کیا ممکن تھا وہ ایسی تقریر کرتے جو اصول ایمانداری اور امانتداری کے بالکل خلاف ہے۔

ہان ابو عبیدہ نے جو جناب امیر سے کہا کہ تمکو وہ تجربہ نہین ہے جو ابو بکر کو حاصل ہے تو قابل غور ہے کہ ابو بکر کو کون سا تجربہ حاصل ہوا کیونکہ روز اسلام سے تو کوئی کام انہون نے ایسا نہین کیا جس سے تجربہ کار کہے جا سکتے سب سے پہلے اظہار اسلام کی راے دی جسپر کتنی ... کاری ہوئی اوسکے بعد ہر جنگ مین فرار کیا پھر تجربہ کہان سے ہوا حالانکہ جناب امیر کا تجربہ اون سے ہر بات مین بڑہا ہوا تھا کیونکہ پہلے تو سات برس قبل ابو بکر آپ اسلام لائے اور تین برس شعب ابو طالب مین رہے جہان ابو بکر کو کسی طرح آمد و رفت بھی نصیب نہوئی پھر جس شخص کا دہ سالہ تجربہ زیادہ ہو اوسکو کون کہہ سکتا ہے کہ اوس کا تجربہ کم تھا۔

اب آیئے دوسری خیانتین ان کی دیکھئے جس سے معلوم ہو کہ ہرگز حضرت نے لقب امین ہذہ الامہ انکو نہین دیا کیونکہ فتوح الشام واقدی مین جسکا ترجمہ بھی اردو مین چھپ چکا ہے ملاحظہ ہو فتوح الشام واقدی ہے مطبوعہ مطبع نولکشور ۱۲۸۶ھ۔

خلیفہ دوم جب حسب وصیت نامہ خلیفہ اول مسند آرائے خلافت ہوئے تو پہلا کام یہی کیا کہ خالد کو امارت لشکر شام سے معزول کیا اور ابو عبیدہ کو سردار بنا کر یہ حکمنامہ لکھا قد ولیتک علی الشام وجعلتک امیر جیوش المسلمین وعزلت خالدا صفحہ ۱۳

حالانکہ قبل اسکے یہ خواب وہ اور عبد الرحمان دیکھ چکے تھے دیکھا مینے دمشق کو اور مسلمانون کو گرد اوسکے اور گویا مین سنتا ہون آواز تکبیر مسلمانون کی اپنے کانون مین وہ ہنگام تکبیر کہنے اور حملہ کرنے مسلمانون کے دیکھا مینے ایک شہر پناہ کو وہ دہنس گئی زمین مین یہانتک کہ نہ دیکھا مینے کوئی نشان باقی اوس سے اور دیکھا مینے خالد بن الولید کو

کہ داخل ہوے دمشق مین بزور تلوار کے اور تھی ایک آگ اوسکے آگے پھر دیکھا مینے کہ گویا پانی پڑا آگ پر پس وہ بجھگئی۔ پس کہا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہ بشارت ہو تمکو کہ دمشق فتح ہوا اسی دن اگر چاہا اللہ نے صہ۱۳

یہ خواب عمر نے بھی دیکھا تھا اور عبدالرحمن بن عوف نے جس سے چاہیے تھا کہ اگر وہ خیرخواہ اسلام ہوتے تو خالد کو معزول نہ کرتے کیونکہ دیکھ رہے ہین کہ اوس آگ پر پانی پڑا اور وہ بجھ گئی۔ اگر جوش عداوت خالد نے عمر کو مجبور کیا کہ سب اسلامی مصلحتون کو بالاے طاق رکھکر خالد ایسے فاتح کو معزول کردین۔

اسکے بعد عامر جمحی وہان سے آیا اور بشارت فتح دمشق سنایا اور بیان کیا کہ آج آٹھوان روز ہے جب خط مانگا تو کہا ابوبکر کو دینگے عمر نے کہا وہ تو مر گئے اب ہم خلیفہ ہین تب اوسنے خط نکالکر دیا عمر نے پہلے چپکے سے پڑھا پھر منبر پر جاکر اوسکا مضمون سنایا جس سے تمام مسلمان خوش ہوے اور عمر نے منبر سے اوترکر دوسرا خط لکھا کہ ہمنے خالد کو معزول کیا اور ابوعبیدہ کو سردار مقرر کیا اور حکم دیا کہ خط لیکر دمشق چلے جاؤ۔

یہ اوسوقت پہونچے کہ خالد تعاقب مین توما اور ہربس کے روانہ ہوے تھے۔ عامر نے وہ خط ابوعبیدہ کو دیا اونھون نے اوسکو مسلمانون سے پوشیدہ رکھا اور نہین آگاہ کیا کسیکو حال انتقال ابوبکر صدیق سے اور چھپایا اپنے منصوبی اور خالد کی معزولی کو یہانتک کہ واپس آئے خالد اور لکھا اونھون نے خط متضمن فتح صہ۱۳

اب بتائیے یہ کام امانت داری کا یا بددیانتی کا کہ عمر تو دو دفعہ خط معزولی و منصوبی لکھین اور ابوعبیدہ اوسکو چھپائین۔

خالد نے بعد از فتح پھر ابوبکر کو خط لکھا اور عبداللہ بن قرط کے ہاتھ روانہ کیا فتوح الشام مین ہے عبداللہ بن قرط جب عمر کے پاس پہونچے اور پڑھا خط از طرف خالد بن الولید کا بنام ابوبکر ناگوار گذرا یہ امر اور رنگ گندم گون رنگ اون کا سفید ہوگیا اور کہا اے ابن قرط کیا نہین معلوم مسلمانون کو حال وفات ابوبکر اور مقرر کرنے ابوعبیدہ کو بکار سرداری لشکر۔ عبداللہ بن قرط نے کہا یہ حال مسلمانون کو نہین معلوم ہے پس خشمناک ہوے عمر اور

جمع کیا لوگون کو اوسکے بعد عمر نے خطبہ پڑھا اور مسلمانون کو حال فتح ہونے دمشق کا اور مال مرج الدیباج کا غنیمت مین ملنا جس سے سب مسلمان خوش ہوئے پھر کہا حضرت عمر نے اے لوگو مین نے سردار مقرر کیا ابو عبیدہ بن جراح کو جو مرد امین ہین اور معزول کیا مینے خالد بن ولید کو سرداری سے۔ پس کہا ایک شخص نے بنی مخزوم سے کہ آیا معزول کرتے ہو تم ایسے شخص کو کہ مشہور کیا خدا نے سیف ناطق اونکو اور کیا اونکو دفع اور دور کرنے والا مشرکین کا اور لوگون نے کہا اونکی معزولی کے واسطے حضرت صدیق سے مگر اونھون نے منظور نہین کیا اور کہا کہ نہ معزول کرونگا مین اوس تلوار کو جسکو کھینچا ہے اللہ نے اور مدد دی ہے اوس سے اپنے دین کو اور اللہ اور مسلمان نہ معذور جانینگے تمکو اوس حالت مین کہ تم میان مین کردوگے خدا کی تلوار کو اور معزول کروگے ایسے سردار کو جسکو سردار کیا اللہ تعالیٰ نے بہ تحقیق تمنے قطع کردیا پاسداری قرابت کو اور برائی چاہی چچازاد بھائی کی یہ کہکر خاموش ہو رہا وہ شخص صـ ۱۳۱

یہ عبارت آپکو بتا رہی ہے کہ کس طرح کی نفسانیت اور خودغرضی عمر مین بھری تھی کہ باوصفیکہ خالد کی شجاعت دیکھ رہے ہین کہ کیسے کیسے کارہائے نمایان کیے ہین اور فتح شام کو انجام دیا ہے مگر صرف اسوجہ سے کہ اوس سے عداوت تھی معزول کردیا جسپر ایک صحابی نے اوسی وقت ٹوکا بھی کہ تم ایسے شخص کو معزول کرتے ہو جو سیف اللہ ہے اور خلیفہ اول سے ہرچند کہا گیا مگر اونھون نے نہ مانا تم اس سے قطع رحم کرتے ہو اور اپنے ابن عم کی عزت افزائی کرتے ہو۔

کیا اسکے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ عمر کا کام از راہ خیرخواہی اسلام تھا یا خالد کی معزولی کسی جرم سے ہوئی تھی۔

دیکھیے اس سے بھی اوس روایت شیعہ کی بخوبی تصدیق ہوتی ہے کہ چونکہ ابو عبیدہ اوس نوشتہ کے امین بنائے گئے تھے اسلیے اونکی یہ عزت افزائی کی گئی کہ اونکو سردار لشکر بنایا گیا حالانکہ عمر کو اور سبکو معلوم تھا کہ ایسے شخص کی معزولی سے اسلامی فتوحات مین ضرور کمی ہوگی مگر اونھون نے اپنی اغراض نفسانی کیلئے کیہ بات کی پروا نہ کی۔

ہان یہ بھی قابل غور ہے کہ خط آتا ہے فتح دمشق کا مگر خلیفہ کا منہ بنتا ہے بجائے خوشی رنج ہوتا ہے سیاہ رنگ سفید ہوتا ہے کیونکہ نہ ہماری خلافت کا اعلان ہوا نہ لوگون نے خلیفہ سمجھا پھر خوشی ہو تو کیونکر کیا یہی ہمدردی اسلام ہے اور اسی پر وہ اسلام کے شیدا انے جا سکتے ہین۔

آپنے تو تواریخ مین پڑھا ہوگا کہ جب حضرت ابو بکر کا انتقال ہوا اور انکی بہن ام فروہ رونے لگی ہین تو عمر نے اونکے سر کا بال پکڑ کر باہر نکلوایا اور کوڑے لگوایا حالانکہ عائشہ بھی اوسی طرح روتی تھین مگر اونپر کچھ داؤن نہ چل سکا۔ صـ۱۶۱ تاریخ کامل جلد ۲

یہ سب کیون ہوا اسی وجہ سے کہ آج جشن کا دن تھا کہ خلافت دوم پر اظہار مسرت کیا جاتا یہ کیسی بدشگنی ہو رہی ہے کہ خلیفہ کی بہن رو رہی ہے۔ اسی قاعدہ سے یہان بجائے مسرت کہ فتح دمشق پر خوشی کی جائے خلیفہ دوم کا رنگ بدل رہا ہے اور پوچھ رہے ہین کیا ہماری خلافت کی خبر نہین پہونچی۔

اصل وجہ عداوت عمر و خالد تو سیرۃ حلبیہ مین یہ مرقوم ہے واصل العداوۃ بین خالد وسیدنا عمر علی ماحکاہ الشعبی انہما وہما غلامان تصارعا وکان خالد ابن خال عمر فکسر خالد ساق عمر فعولجت وجبرت ولما ولی سیدنا عمر الخلافۃ اول شئ بدء بہ عزل لما تقدم صـ۲۲۰ جلد ۳

یعنی اصلی عداوت خالد اور عمر کے درمیان مین اس سے تھی کہ دونون لڑکپن مین کشتی لڑ رہے تھے خالد نے عمر کو اوٹھا کر پھینک دیا جس سے اونکی ہڈی ٹوٹ گئی۔ جو بعد علاج درست ہوئی لہذا عمر نے خلافت پاتے ہی پہلا کام یہی کیا کہ خالد کو سرداری لشکر سے معزول کیا۔

پھر بتا ہے کیا ایسا شخص خیرخواہ اسلام کہا جا سکتا ہے جو اپنی ذاتی عداوت کو اس جگہ صرف کرتا ہے۔

اوس شخص مخزومی نے جو خلیفہ دوم کو بر سر منبر ٹوکا تھا وہ خالی نہین گیا اوسی فتوح الشام مین ہے "پھر دیکھا حضرت عمر نے اوسکی طرف پایا اوسکو کم سن پس کہا جوان کس کا ہے

کہ غشمناک ہوا اپنے چچا زاد بھائی کیلئے پھر اوترآئے منبر سے اور رکھ لیا اوس خط کو
اوس رات مین اپنے بستر خواب کے نیچے اور مشورہ کرتے تھے اپنے نفس سے
بقصد معزولی خالد۔ پس جب صبح کی نماز پڑھی لوگون کے ساتھ کھڑے ہوئے منبر پر
بعد حمد و نعت اور دعائے مغفرت ابو بکر) کہا اے لوگو مین نے اوٹھایا ہے بڑا بوجھ
امانت کا اور مین مثل چرواہے کے ہون اور جو چرواہہ ہے سوال کیا جائیگا اوس سے
بہ نسبت حالی اوسکی رعیت کے اور تحقیق دوست رکھا ہے اللہ نے میرے واسطے
خیرخواہی تمہاری اور نگرانی تمہاری اور رکھنا ہے اس شہر کے بیچ مین ہے اور مین نے
سنا ہے رسول مقبول کو فرماتے ہوئے من صبر علی بلائہا وشدتہا کنت له
شهیدا وشفیعا یوم القیامة اور یہ شہر تمہارا ایسا ہے جس مین نہ کھیتی ہے نہ
دودھ مگر وہ چیز کہ لائی جاوے اونٹ پر ایک مہینہ کی راہ سے اور تحقیق اللہ تعالی نے
وعدہ فرمایا ہے ہمسے بہت مال غنیمت کا اور مین امید رکھتا ہون نیکو خواہی سب عام
وخاص کی اداے امانت مین اور نہین دیکھتا ہون مین اپنی امانت اوس شخص
کو جو لائق اور سزاوار اسکا نہین ہے بلکہ اوس شخص کو دونگا جو خواہش کرنیوالا
ہو اداے امانت اور پورا کرنے حقوق مسلمانون کی طرف اور مین ناپسند کرتا ہون سوا نکے
خالد کو اس واسطے کہ وہ ایسے شخص ہین جنہین عادت پریشان کرنے اور بیجا صرف کرنے
مال کی ہے کہ دیتے ہین وہ شاعر کو جو اون کی تعریف کرتا ہے اور دیتے ہین اوس
سوار کو جو اونکے سامنے جہاد کرتا ہے زاید اوسکے استحقاق سے اور کچھ بھی باقی نہین
رکھتے ہین واسطے ضعیف اور غریب مسلمانون کے اور مین نے معزول کیا اونکو اور
اونکی جگہ پر ابو عبیدہ کو سردار مقرر کیا ہے پس نہ کہو کوئی تم مین کا یہ بات کہ معزول
کیا گیا شخص شدید اور سردار مقرر کیا گیا امین نرم آسان کا مطیع پس اللہ تعالی اوس کے
ساتھ ہے واسطے استوار کرنے اور اعانت کرنے اوسکی صـ۱۳۱

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ خالد بن ولید جو سیف اللہ مشہور ہے وہ کیسا تھا
خلیفہ اول سے انہین عمر نے اور بہت سے صحابہ نے شکایت کی کہ وہ کیسا ظالم اور

سفاک اور زناکار ہے مگر خلیفہ اول نے نہ معزول کیا اور عمر نے خلیفہ ہوتے ہی اوسکو معزول کیا اوس وقت میں جبکہ وہ دمشق کو فتح کر رہا تھا اور تھوڑا سا حصہ باقی تھا۔ تو اب بتائیے کون خیرخواہ اسلام ہے اور کون بدخواہ کیا اسکے بعد بھی کوئی سنی عدالت صحابہ کا دعویٰ کر سکتا ہے کہ ایک طرف ابوبکر ہیں دوسری طرف عمر۔ ابوبکر جس کو پسند کرتے ہیں اوسکو عمر ناپسند اور معزول ایک طرف ابوعبیدہ ہیں دوسری طرف خالد بن ولید کہ ابوبکر صاحب ابوعبیدہ کو کوئی چیز نہیں جانتے اور عمر اون کی یہ عزت افزائی کرتے ہیں۔

بہرحال ہم اسکا فیصلہ کرنا نہیں چاہتے کہ آخر ابوعبیدہ افضل تھے یا خالد کیونکہ سگ بھی برادر شغال حق سے دونوں منحرف تھے۔

مگر اسقدر کہنا ضروری ہے کہ یہاں خلیفہ صاحب شدید شخص کی سرداری پر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ خداوند عالم بھی اون لوگوں کے شدت کی تعریف کرتا ہے جو کفار پر سخت تھے اشداء علی الکفار رحماء بینہم باخود آپس میں رحیم ہیں اور کفار پر شدید ہیں لیکن خلیفہ دوم کی فطرت اسکے خلاف ہے کفار پر تو رحم دل ہیں اور مومنین پر نہایت سخت دل جب ہی خالد کو معزول کیا اور ابوعبیدہ کو بحال کیونکہ وہ کفار پر بہت رحم دل تھے۔

اسکے بعد عمر نے یہ خط لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم من عبد اللہ امیر المومنین واجیر المسلمین الی ابی عبیدۃ عامر بن الجراح سلام علیکم فانی احمد اللہ الذی لا الہ الا ہو واصلی علی نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقد ولیتک علی امور المسلمین فلا تستحیی فان اللہ لا یستحیی من الحق شیئاً وانی اوصیک بتقوی اللہ الذی یبقی ویفنی ما سواہ الذی استخرجک من الکفر الی الایمان ومن الضلالۃ الی الہدایۃ وقد امرتک علی جند خالد فاقبض منہ جندہ وزلہ عن امارتہ ولا تقدم المسلمین الی ہلکۃ رجاء غنیمۃ ولا تبعث سریۃ الی جمیع کثیف ولا تقتل الی ارجو لکم النصر فان النصر مع التدبیر والثقۃ باللہ تعالی وایاک والتغریر والقاء المسلمین الی الہلکۃ

وغض عن الدنيا عينيك واله عنها قلبك واياك ان يهلكك كما اهلك من كان من قبلك فقد رايت مصارعهم واختبرت سرآئرهم وانما بينك وبين الاخرة ستر كالخمار وقد تقدم اليها سلفك وانت منتظر رحيلا من دار مضت نضارتها وذهبت زهرتها فاحزم الناس الرجل منها الى غيرها ويكون زاده التقوى وراع المسلمين ما استطعت واما الحنطة والشعير الذى قد وجدت فى دمشق وكثيرها مشاجرتك فهو للمسلمين واما الذهب والفضة ففيه الخمس والسهام واما اختصامك انت وخالد فى الفتح والصلح فالفتح بالصلح لانها القتال لانك انت الوالى وصاحب الامر وان كان صلحك جرى على الحنطة انها للروم سلمها لهم والسلام عليك وعلى جميع المسلمين واما سرية خالد خلف العدو الى مرج الديباج فانه عزيز بدمآء المسلمين وكان بها سخيا وابنة هرقل وهديتها الابيها بعد اسرها فذلك تفريط وقد كان ياخذ بها مالا كثيرا يرجع على ضعفآء المسلمين۔ ص ۱۳۲۲

یہ خط عبد اللہ سردار مسلمانون اور سردار مومنین کی طرف سے بجانب ابو عبیدہ عامر بن الجراح کے سلامتی ہو اوپر تمھارے تحقیق مین تعریف اور حمد کرتا ہون اوس اللہ کی جسکے سوا کوئی معبود نہین ہے اور درود بھیجتا ہون اوسکے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تحقیق مین نے سپرد کیا کام مسلمانون کا تمھارے اوپر بس نہ شرماؤ تم اس کام کے تعلق سے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نہین شرماتا ہے امر حق سے کسی چیز کو مین نصیحت کرتا ہون تمکو واسطے پرہیزگاری اور ڈرنے اوس خدا سے جو ہمیشہ باقی ہے اور سوائے اوسکے سب نیست ہونے والے ہین ایسا خدا ہے جسنے باہر نکالا تمکو کفر سے بجانب ایمان کے اور گمراہی سے بطرف ہدایت کے اور سردار مقرر کیا مین نے تمکو خالد کے لشکر پر بس رے لو تم اون سے لشکر کو اور علیحدہ کر دو اون کو حکومت سے اور مت ڈالو تم مسلمانون کو بطرف ہلاکی کے باُمید ہونے مال غنیمت کے اور نہ بھیجو تم کوئی چھوٹا لشکر بجانب جماعت کثیف کے اور نہ کہو مسلمانون سے پکڑ مین امید رکھتا ہون تمھارے واسطے مدد اور غلبے کی اس واسطے کہ مدد اور غلبہ متعلق تدبیر سے ہے اور اعتماد اوس مین اللہ تعالیٰ پر

چاہیے اور احتیاط رکھو تم تعزیر اور ڈالنے مسلمانون مین بجانب ہلاکت کے اور بند رکھو
تم دنیا کی طرف سے دونون آنکھین اپنی اور باز رکھو اوس سے اپنے دلکو اور بچاؤ معرض
ہلاکت مین پڑنے سے جیسا کہ معرض ہلاکت مین پڑے وہ لوگ جو تم سے پیشتر تھے اور تمنے
دیکھا ہے جگہین اونکے گرنیکی اور جانتے ہو اونکے پوشیدہ حالات کو اور نہین ہے تمھارے اور
عالم آخرت کے بیچ مین پردہ مگر مثل اوڑھنی عورتون کے اور پیشتر جا چکے ہین اوس عالم
کی طرف گذرے ہوئے بزرگ تمھارے اور تم منتظر کوچ کے ہو ایسے گھر سے جسکی خوبی اور
تازگی جاتی رہی ہے پس چلاؤ تم لوگون کو بطرف کوچ کے اس گھر سے دوسرے گھر
کی طرف اور بھو زاد راہ اس کوچ کا پرہیزگاری اور ڈر خدا سے اور نگہبانی کرو تم مسلمانون
کی جہانتک کہ استطاعت رکھتے ہو گیہون اور جو جو تمنے دمشق مین پایا ہو اور زیادہ ہوا اوس
مین آپس کا جھگڑا تمھارا پس وہ حق مسلمانون کا ہے اور جو سونا چاندی ملا اوسمین پانچوان
حصہ خمس کا نکالکر باقی مین تقسیم حصون کی ہے اور جھگڑا تمھارا اور خالد کا در باب صلح اور
فتح کے پس فتح دمشق کی صلح سے ہوئی نہ لڑائی سے اس واسطے کہ تمھین سردار اور
حاکم وہان کے ہو اور اگر مصالحے مین تمنے گیہون کے بارے مین یہ اقرار کیا ہے کہ وہ حق
رومیون کا ہے پس حوالہ کر دو اونکے اور سلامتی ہو میرا اور سب مسلمانون پر اور یہ معاملہ جانے
خالد کا پیچھے دشمن کے مرج الدیباج تک پس یہ بسبب فریب نفس کے ہے کہ جرات دلائی
اونکو ساتھ خون مسلمانون کے اور یہی خالد بن الولید اس امر مین بیباک اور جوانمرد اور
معاملہ مینی ہرقل کا اور بھیجا اوسکا بطور ہدیہ کے اوسکے پاس بعد قید ہونے اوسکے پس
یہ درگذر کرنا اور تجاوز کرنا حد کا رستے ہے اور چاہیے تھا اوسکے سبب مال کثیر لینا کہ
بازگشت کرتا وہ مال ضعیف اور غریب مسلمانون پر۔
اس خط کے پڑھنے سے آپکو اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ خلیفہ دوم کس خیال کے
آدمی تھے اور ابو عبیدہ کس خیال کے کیونکہ صاف صاف حکم دیتے ہین خالد کو معزول
کرو اور لشکر کو اونکے ہاتھ سے لے لو۔ پھر اسکی بھی نصیحت کرتے ہین کہ بطمع غنیمت مسلمانون
کو ہلاکت مین نہ ڈالو جس سے اور بھی خالد کی اور مسلمانون کی طمع ظاہر ہے کہ دل دنیا کیلئے

وہ نہ حکم خدا و رسول کی پروا کرتے نہ جان کی۔

حد درجہ یہ ہے کہ عداوت خالد سے خلیفہ دوم سے یہ کلمہ ناانصافی کہلوایا کہ فتح بذریعہ صلح ہوئی نہ بذریعہ جنگ جسکی حالت یہ ہوئی کہ نصف شہر خالد نے بزور شمشیر فتح کیا تھا اور نصف ابو عبیدہ نے بذریعہ صلح۔ خلیفہ دوم نے اس حجت پر کہ اصل سردار لشکر ابو عبیدہ تھے اوس فتح کو جو بذریعہ تلوار ہوئی تھی اوسکو بھی داخل صلح کر دیا جس مین پوری حق تلفی مسلمانون کی تھی۔

یہ وہ مقام ہے جہان مسلمانون کی آنکھون مین خون اوتر آتا ہے کہ کسقدر حق تلفی مسلمانی یہان کی گئی چونکہ تاریخ کامل مین ہے ص۱۶۳ جلد ۲

کہ بطریق حاکم دمشق کے یہان اوسی روز ولادت ہوئی جسکے لیے اوسنے دعوت کا سامان کیا سب اس مین مشغول ہوئے اور اپنی اپنی گھاٹیون سے غافل۔

مسلمانون سے اور کسی کو تو اسکی خبر نہ ہوئی مگر خالد نہ سوتا تھا نہ سونے دیتا تھا اوسکو اسکا پتہ لگ گیا اوس نے اپنے چند ساتھیون کے ساتھ کمند لگا کر دیوار پر چڑھ گیا اوسکے بعد اور بھی چند سپاہی چڑھے اور بتا دیا کہ جب ہم اللہ اکبر کہین تو تم سب بھی تکبیر کہہ کر چڑھ آؤ چنانچہ جا کر اوس دروازہ قلعہ کھولنا چاہا اور آواز تکبیر بلند کیا جسپر سب نے آواز تکبیر کہی اور چڑھ آئے۔

اہل شہر کو کچھ نہ معلوم ہوا کہ کیا ہوا خالد رض ہوا فتح کرتا ہوا چلا گیا افسران روم نے جب یہ حال دیکھا تو دوسرے دروازہ سے نکلکر ابو عبیدہ کے پاس آئے اور صلح کر کے داخل شہر کیا ایک طرف سے خالد فتح کرتا ہوا آتا دوسری طرف سے ابو عبیدہ صلح کرکے بڑھ رہے تھے کہ ایک مقام پر جا کر دونون سے ملاقات ہوئی خالد صاحب نے جسقدر فتح کیا تھا وہ تو جنگی فتح تھی اور ابو عبیدہ نے صلح یہانتک کہ جس کنیسہ کے پاس دونون پہونچے ہین ایک طرف مسجد بنالی گئی اور دوسری طرف کنیسہ کیونکہ وہ ابو عبیدہ کے حصہ مین تھا۔

اسی فتح کے بارہ مین ابو عبیدہ نے عمر کو لکھ بھیجا تو اونھون نے عداوت خالد مین

کچھ بھی کہ یہ فتح بذریعہ صلح ہوئی کیونکہ تم امیر ہو اور دوالی ص ۲۱۳

خلیفہ دوم کے اس حکمنامہ سے شیعون کو دوہری فتح حاصل ہوئی کیونکہ اصول شیعہ سے خلافت خلفائے ثلثہ ناجائز ہے کیونکہ حکم رسول کے خلاف ہوئی تھی۔ اوسکی بخوبی اس سے تصدیق ہو گئی کیونکہ باوصفیکہ خالد نے فتح کیا تھا مگر چونکہ اصلی حاکم بحکم خلیفہ دوم ابو عبیدہ تھے لہذا وہ سب کارروائیان بیکار گئیں تو اوسی طرح اسکو سمجھنا چاہیے کہ جب اصل خلیفہ بحکم خدا و رسول جناب امیر تھے تو جو کارروائی آپکے حکم اور اجازت سے نہین ہوئی وہ بیکار ہے اگرچہ کیسا ہی کچھ خلفانے فتوحات کیے ہون۔

دوسرے یہ کہ جنلوگون کو اسپر تعجب ہوتا تھا کہ جناب امیر ایسا شجاع کیونکر مغلوب ہو گیا اونکی آنکھ کھل جانی چاہیے کہ دیکھے خالد بن ولید ایسا بہادر کیونکر ایسا مغلوب ہو گیا جسنے ایسے ایسے فتوحات کیے اور وہ آج اس طرح مغلوب ہو رہا ہے کہ مجمع عام میں وہ اپنے عمامہ سے مقید ہو رہا ہے اور جو کچھ آجتک کمایا تھا وہ سب تقسیم ہو رہا ہے اور کچھ نہین کر سکتا۔

تاریخ کامل مین ہے وکتب الی ابی عبیدہ ان اکذب خالد نفسہ فھو الامیر علے ماکان علیہ وان لم یکذب نفسہ فانت الامیر علی ماھو علیہ وانزع عمامتہ عن راسہ وقاسم مالہ۔

کہ خالد اگر اپنی نفس کی تکذیب کرے تو خیر وہ امیر رہے گا ورنہ تم امیر ہو لشکر کے اور اوسکا عمامہ سر سے اوتار کر اوسکو قید کر دو اور مال کو آدھا آدھا تقسیم کرو۔

خالد نہ خود مدعی خلافت تھا نہ کسی طرح کا اوسکو استحقاق تھا اور ابو بکر کا بڑا پیارا دوست سپہ سالار تھا صرف عداوت دیرینہ نے عمر کو اوسکے ساتھ اس سلوک پر آمادہ کیا بخلاف جناب امیر کے جنکا وجود ہی موجود ہی سبکے دعاوی کو خاک مین ملا رہا تھا۔ پھر جو کچھ سلوک کیا جاتا وہ کم تھا۔

بہر حال چونکہ یہان بحث خیانت ابو عبیدہ ہے لہذا یہ تو ظاہر ہے کہ ابو عبیدہ نے فرمان خلیفہ دوم کو کس طرح چھپایا تو کیا یہ کام امانت داری کا ہوا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ خنگی

مصلحت سے ابو عبیدہ نے ایسا کیا تو کیا وہ موقع شناسی مین خلیفہ دوم سے بڑھی
ہوئی تھی جو اونھون نے تو اس طرح حکم دیا کہ فوراً خالد کو معزول کرکے عہدہ سپہ سالاری
کو اپنے قبضہ مین کرو اور یہ چھپا رہے مین اور ظاہر نہین کرتے۔

تاریخ طبری مین تو اسکی یہ وجہ بتائی گئی ہے فاستحیی ان یقری خالد الکتاب
حتی فتحت دمشق وجری الصلح علی یدی خالد وکتب الکتاب باسمہ
یعنی ابو عبیدہ نے اس سے شرم کیا کہ خالد کو وہ نامہ عمر دکھلائے یہانتک کہ دمشق
فتح ہوا اور صلح کا امضا خالد کے ہاتھ پر ہوا۔

اور مرآۃ الزمان سبط ابن جوزی مین یہ وجہ لکھی ہے فکتم الحال حیاء من خالد
وخوفا من اضطراب الامور یعنی ابو عبیدہ نے اسوجہ سے خالد سے چھپایا کہ ایک
تو حیا مانع تھی دوسرے اسکا خیال تھا کہ اضطراب نہ پیدا ہو۔

مگر غور فرمایئے تو کوئی وجہ درست نہین ہوسکتی کیونکہ انفاذ امور دینیہ مین خصوصا ایسے
اہم امر مین حیا و شرم کب جائز ہے یہی وجہ ہے کہ خود خلیفہ دوم نے اس حیا کی پردہ دری
کی اور اوس نامہ حکومت مین لکھا وقد ولیتک علی امر المسلمین فلا تستحیی
فان اللہ لا یستحیی من الحق کہ تجھے مجھے والی امر قرار دیا شرم نہ کر کہ خدا حق سے
نہین شرماتا۔ تو کیونکر کہا جاسکتا ہے اونھون نے شرم کیا اور اگر حیا کیا تو فعل ناجائز ہوا تو
ہر طور مجرم ٹھہرے کہ حکم خلیفہ کو نہ پہونچایا۔

رہا یہ خیال کہ ابو عبیدہ نے بخیال اضطراب امر ایسا کیا تو اور بھی بدتر ہے (۱) کیونکہ
تمامی اہلسنت کا اسپر اتفاق ہے کہ امور سیاسیہ کی مہارت جیسی خلیفہ ثانی کو تھی
ویسی کسی کو نہ تھی تو کب ممکن ہے کہ خلیفہ ثانی نے اوسکا خیال نہ کیا اور انکو اسکا
خیال ہوا حالانکہ بعقیدہ اہلسنت ابو عبیدہ کا درجہ عمر سے بہت پست تھا۔

(۲) اگر ایسا ہوتا تو خلیفہ دوم اسپر غیظ و غضب نہ کرتے جیسا کہ روایت واقدی سے ظاہر
ہے بلکہ معذور جانتے کہ ہماری خیر خواہی مین ایسا کیا۔

(۳) اگر فرض کرلیا جائے کہ حکم خلیفہ ہی بلا فکر و رویہ تھا بلکہ محض از راہ خفافت و غلظیت

جو اون کی طینت تھی تو کم سے کم عبد اللہ بن قرط جو خط لایا تھا وہی اس خیال کو ظاہر کرتا کہ اس مصلحت سے ابو عبیدہ نے نہ ظاہر کیا اوسکا سکوت بھی اس خیال کو باطل کرتا ہے کہ اسوجہ سے اس خط کو نہ ظاہر کیا۔

(۴) اگر اسکو بھی تسلیم کر لیں تو اسکی کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ جب دوسرا خط خلیفہ دوم کا آیا جو عقبہ بن عامر جہنی کے ہاتھ آیا تھا اوسکے چھپانے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے حالانکہ دمشق فتح ہو چکا تھا اور خالد نے فتحنامہ پھر ابوبکر کے نام بھیجا جس سے خلیفہ دوم کا چہرہ متغیر ہوا

اب اس واقعہ سے یہ نتیجہ بھی نکال سکتے ہیں کہ ابو عبیدہ نے باوصفیکہ حکم تاکیدی عمر دباب عزل خالد اس طرح کے کتمان سے کام لیا حالانکہ اسمیں صریحی نفع اون کا تھا۔ تو اسپر آپکو کیونکر تعجب ہو سکتا ہے کہ صحابہ نے حکم صریح رسول اللہ صلعم کو دوبارہ خلافت جناب امیر مخفی کیا ہو جس میں اون کا نفع ذاتی ظاہر ہے کہ اگر خلافت جناب امیر کے ہاتھ میں رہتی تو یہ منافع اور یہ فوائد اونکو کم حاصل ہوتے۔

اب آپ دوسری خیانت ابو عبیدہ ملاحظہ فرمایئے کہ ۱۷ھ میں جب خلیفہ دوم سفر شام سے واپس آئے اور وہاں کے عمال و امرا کو معزول و منصوب کرکے مدینہ منورہ پہونچے ہیں تو یہ خبر ملی کہ خالد نے جو ماتحتی ابو عبیدہ حاکم قنسرین تھا اوسنے دس ہزار درہم اشعث بن قیس کو انعام دیا علاوہ اور لوگوں کے۔ تاریخ کامل میں ہے۔

وبلغ الناس ما اصاب خالد فانتجعه رجال وكان منهم الاشعث بن قيس فاجازه بعشرة آلاف ودخل خالد الحمام فتدلك بغسل فيه خمر فكتب اليه عمر بلغني انك تدلكت بخمر وان الله قد حرم ظاهر الخمر وباطنه ومسه فلا تمسوها اجسادكم فكتب اليه خالد انا قتلناها فعادت غسولا غير خمر فكتب عمر ان آل المغيرة ابتلوا بالجفاء فلا اماتكم عليه۔ فلما فرق خالد في الذين انتجعوه الاموال سمع بذلك عمر بن الخطاب وكان لا يخفى عليه شيء من عمله فدعا البريد فكتب معه الى ابي عبيدة ان تقيم خالدا وتعقله بعمامته وتنزع عنه قلنسوته حتى يعلمكم من اين اجاز الاشعث امن ماله ام من مال اصابها فان زعم انه

فإن زعم أنه من إصابة أصابها فقد أقر بخيانة وإن زعم أنه من ماله فقد أسرف واعزله على كل حال واضمم إليك عمله فكتب أبو عبيدة إلى خالد فقدم عليه ثم جمع الناس وجلس لهم على المنبر فقام البريد فسأل خالداً من أين إجازة الأشعث فلم يجبه وأبو عبيدة ساكت لا يقول شيئاً فقام بلال فقال إن أمير المؤمنين أمر فيك بكذا وكذا ونزع عمامته فلم يمنعه سمعاً وطاعة ووضع قلنسوته ثم أقامه فعقله بعمامته وقال من أين إجازة الأشعث من مالك أم من إصابة أصبتها فقال بل من مالي فأطلقه وأعاد قلنسوته ثم عممه بيده ثم قال نسمع ونطيع لولاتنا ونفخم ونخدم موالينا. قال وأقام خالد متحيراً لا يدري أمعزول أو غير معزول ولم يعلمه أبو عبيدة بذلك تكرمة وتفخمة فلما تأخر قدومه على عمر ظن الذي كان فكتب إلى خالد بالإقبال إليه فرجع إلى قنسرين فخطب الناس وودعهم ورجع إلى حمص فخطبهم ثم سار إلى المدينة فلما قدم على عمر شكاه وقال قد شكوتك إلى المسلمين بالله إنك في أمري غير مجمل فقال له عمر من أين هذا الثراء قال من الأنفال والسهمان ما زاد على ستين ألفاً فقوم عمر ماله فزاد عشرين ألفاً فجعلها في بيت المال ثم قال يا خالد والله إنك علي لكريم وإنك إلي لحبيب صفحہ ۲۰ جلد ۲

یعنی سنہ ... مین عمر نے خالد کو معزول کیا کیونکہ خالد کو اور عیاض کو بوجہ اوراب بہت مال ملا تھا جسکی خبر پھیلکر بہت سے لوگ پہونچے (یہ طمع تھی صحابہ کی) خالد نے خوب لوگونکو مال دیا جس مین اشعث بن قیس کو (جو خلیفہ اول کا بہنوئی تھا) دس ہزار درہم دیا اوسکے بعد خالد حمام کرنے گئے تو وہان ایک ابٹن تھا جس مین شراب داخل تھی اوس سے خوب مالش کرایا عمر نے اسکو لکھا کہ مجھے سنا ہے تمنے شراب کا ابٹن ملوایا ہے تو سمجھو کہ خدا نے ظاہر و باطن شراب کو حرام کیا ہے تو اپنے جسم کو اوس سے مس نہ کیا کرو۔ خالد نے لکھا کہ مینے صرف آزمایش کیلئے ایسا کیا تو معلوم ہوا اوس مین شراب نہین ہے تو عمر نے لکھا آل مغیرہ (جس سے خالد بھی تھا) مبتلائے جفا ہا تو خدا نہ کرے کہ تم بھی اوسی حالت مین مرو۔ خالد

کی بخشش کا حال سنکر قاصد کو بلوا کر ابو عبیدہ کے نام خط بھیجا کہ خالد کو کھڑا کر کے عمامہ سے
باندھکر ٹوپی اوسکے سر سے اوتار کر پوچھو یہ مال کہان سے دیا اگر لوٹ کے مال سے دیا تو خیانت کا
اقرار بخیانت ہے اور اگر اپنے مال سے دیا تو یہ اسراف ہے اور ہر حال مین اوسکو معزول کرو
اور اوسکے منصب کو بھی اپنے سے متعلق کرو۔ ابو عبیدہ نے خالد کو خط لکھکر بلوایا جب
وہ آئے تو خود منبر پر بیٹھے اور سبکو جمع کیا۔
قاصد کھڑا ہوا اور پوچھا کہ یہ مال اشعث کو کہان سے دیا اور ابو عبیدہ چپ تھے کچھ نہ بولتے
تھے۔ تب بلال کھڑے ہوئے اور کہا کہ امیر المؤمنین نے تیرے باب مین یہ حکم دیا ہے
اوسکے بعد خالد کے سر سے عمامہ اوتارا اور وہ کچھ نہ بولتے تھے اوسکے بعد ٹوپی اوتاری
پھر عمامہ سے باندھا اور کہا کہ کہان سے اسقدر مال تو نے اشعث کو دیا ہے۔ لوٹ سے
مارے یا اپنے مال سے تب خالد نے جواب دیا کہ اپنے مال سے تب جاکر بلال نے خالد
کو چھوڑا (کیونکہ حکم ہی یہ تھا کہ جب تک جواب نہ دین اسی طرح قید مین) پھر ٹوپی بھی
دیا اور اپنے ہاتھ سے عمامہ باندہا اور خالد کہتا جاتا تھا کہ ہم اپنے سردار کی یونہی اطاعت
کرتے ہین اور اوسکے احکام کو بجالاتے ہین۔
اسکے بعد خالد وہان متحیر بیٹھے رہے کہ اب کیا کرین نہ معلوم خلیفہ نے معزول کیا
یا نہین۔ اور ابو عبیدہ نے کچھ نہ بتایا محض بخیال تعظیم جب خالد کے جانے مین دیر ہوئی
تو عمر سمجھ گئے۔ پھر خود خالد کو لکھا کہ مدینہ چلے آؤ تب خالد پھر قنسرین گئے اور سبکو جمع
کر کے خطبہ پڑھا اور سبکو رخصت کیا۔ پھر حمص آئے اور خطبہ دیا اوسکے بعد عمر کے پاس آئے
اور اسکی شکایت کی اور کہا کہ ہمنے مسلمانون کے سامنے تمہاری شکایت کی ہے
قسم خدا کی تم ہمارے بارہ مین اچھا برتاؤ نہین کرتے۔
عمر نے کہا اچھا بتاؤ یہ سب مال کہان سے لائے جس سے ایسی ثروت تجھے حاصل ہوئی
اوسنے کہا انفال سے اور اوس حصہ سے جو ہم لوگون کا حق ہے اگر ساٹھ ہزار سے
زیادہ ہو تو تم لے لو عمر نے مال کی قیمت کرائی تو بیس ہزار زیادہ نکلا عمر نے اوسکو
وصول کر کے داخل بیت المال کیا اور کہا اے خالد قسم خدا کی تو ہم پر کریم ہے اور

ذمہارا دوست ہے۔

یہ ہے عمر کی قسم کہ خالد کو اس طرح ذلیل بھی کرتے ہین اور ہتک حرمت بھی کرتے ہین قید بھی کرتے ہین مال بھی چھینتے ہین اور پھر قسم کھاتے ہین کہ تم کریم ہو اور ہمکو محبوب ہو۔

اب فرمایئے یہان کیا عذر ہو سکتا ہے اور کیا اس سے بڑھکر کوئی خیانت مجرمانہ ہو سکتی ہے کیونکہ اگر پہلی دفعہ یہ خیال تھا کہ خالد پہلے سے سردار لشکر ہے۔ اس سے سرداری نکالنے مین فتوحات مین رخنہ پڑ سکتا ہے تو یہان کیا بہانہ ہو سکتا ہے کہ خلیفہ اس شد و مد سے اونکی معزولی کا پروانہ لکھتے ہین وہ بھی مدلل بدلیل کہ اونے ایسا قصور کیا ہے اور اس طرح مال خدا کو ضایع کرتا ہے۔ مگر ابو عبیدہ نہ حکم خلیفہ پہونچاتے ہین نہ تعمیل کرتے ہین یہانتک کہ خلیفہ قاصد کو طلب کرتے ہین اور تاکیدی حکم ابو عبیدہ کو بھیجتے ہین کہ وہ اس طرح تعمیل کرین۔ اسپر بھی ابو عبیدہ نہ حکم سناتے ہین نہ کچھ بولتے ہین یہانتک کہ خود قاصد اوٹھکر حکم نامہ سناتا ہے اور بلال اوسکو قید کرتے ہین۔ کیا ایسا ہی شخص امانت دار ہو سکتا ہے اور اوسکو رسول اللہ امین ہذہ الامۃ کا خطاب دے سکتے ہین۔

طرہ تو یہ ہے کہ خالد ان سب کے بعد اسدرجہ پریشان ہوتا ہے اور اوسکو نہین معلوم ہوتا کہ ہم معزول ہین کہ کیا اور ابو عبیدہ نہین بتاتے جسپر مجبور ہو کر خلیفہ خود خالد کو خط لکھکر طلب کرتے ہین اور وہان جا کر پھر واپس نہین آئے کیا اس سے بڑھکر کوئی عداوت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اگر یہین خلیفہ کا حکم بتا دیتے کیونکہ اونھون نے تو صاف صاف لکھدیا تھا ہر حال مین اوسکو معزول کردو اور اوسکا عمل اپنے ساتھ ضم کر لو۔ تو یہ نوبت نہ آتی کہ وہ دربار خلافت مین طلب کئے جاتے بلکہ وہین رہتے اور معمولی سپاہیون کی طرح زندگی بسر کرتے یا کھیتی باری مین مشغول ہوتے کیونکہ خلیفہ کو اگر عداوت تھی تو اسکی کہ وہ ہماری خلافت مین حکومت کرتا ہے۔

غور فرمایئے تو ابو عبیدہ کی اس خیانت نے خالد کو تو کہین کا نہ رکھا آخر اوس غریب کو جا کر مدینہ مین مرنا تھا۔ اور خلیفہ دوم کو بھی ابو عبیدہ نے رسوا کیا کیونکہ خود خالد خلیفہ دوم سے

کہتے ہیں ہمنے تمھاری شکایت مسلمانوں سے کی ہے جس سے معلوم ہوا اسکا باعث بس ابو عبیدہ ہے ورنہ اگر وہ پہلے ہی مطلع کر دیتے کہ تم معزول کر دیے گئے تو اسکی نوبت کیوں آتی ۔

اسی لئے شرع مین خیانت نہایت بُری چیز ہے کہ اس سے خود خائن بھی ذلیل ہوتا ہے اور جسکی خیانت کرتا ہے وہ تو حد درجہ پریشان ہوتا ہے۔ پھر اس سے بڑھکر کیا افترا ہو سکتا ہے رسول پر کہ وہ ایسے شخص کو امین کا خطاب دیں معاذ اللہ جو ایسا خائن تھا کہ احکام خلیفہ دوم مین خیانت کرے اور ایک ایسے صحابی کو فضیحت کرے جیسے رسول اللہ نے سیف اللہ کا خطاب دیا ہو اور خلیفہ اول اوسکی یہ عزت کریں کہ وہ قتل کرے یا زنا یا جو جرم چاہے کرے سب معفو ہے ۔

آپکو معلوم ہوگا کہ جس **اشعث بن قیس** کے صلہ و انعام پر یہ سب مصیبت خالد پر آئی وہ کون تھا۔ خلیفہ اول کا بہنوئی ام فروہ کا شوہر جس ام فروہ پر خلیفہ دوم نے بعد وفات خلیفہ اول درہ چلایا تھا۔ کیونکہ وہ خلیفہ اول پر روتی تھیں تو کیا یہ امر آپکے قیاس مین نہین آسکتا کہ خالد پر یہ آفت بھی بوجہ محبت خلیفہ اول آئی۔ کیونکہ خالد تو یہ سمجھا تھا کہ ہم اس صلہ و انعام سے ایک طرح کا حق خلیفہ ادا کرتے ہین جنکی بدولت کڑوڑون روپیہ پیدا کیا اور یہ عزت ملی کہ فاتح شام کہلائے۔ مگر اوسکو یہ کیا معلوم تھا کہ یہی سلوک ہمارے لئے وبال جان ہوگا۔ اے روشنئ طبع تو بر من بلا شدی ۔

خلفا اور صحابہ کے اندرونی حالات پر جب نظر ڈالے گا تو معلوم ہوگا کہ باخود انکا برتاؤ بھی منافقانہ تھا۔ ظاہر اور باطن اور۔ تحسبہم جمیعاً وقلوبہم شتی

ان واقعات سے آپکو یہ بھی معلوم ہوگا کہ خلیفہ دوم کا عدل کیسا تھا کیونکہ خالد پر تو اس طرح نفرتیں ہے اور ابو عبیدہ کی ان خیانتوں سے کس طرح چشم پوشی کی جاتی ہے۔

اب چونکہ خالد بن ولید کو مدینہ کا سفر درپیش ہے جسکو سفر آخرت سمجھنا چاہیے کیونکہ اس حیثیت سے جا رہے ہین کہ سب سے رخصت ہو رہے ہین اور خلیفہ دوم کی شکایت مسلمانونکو سناتے جاتے ہین لہذا خالد کو سپرد خاک کر کے آگے چلنا چاہیے ۔

دان یہ بھی سمجھ رکھنا چاہیے کہ خلیفہ دوم نے بوقت موت اسکی بھی تمنا کی تھی کہ اگر خالد زندہ ہوتا تو اوسی کو خلیفہ کرتے چنانچہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ مین ہے

ولو ادرکت خالد بن الولید لولیتہ فاذا قدمت علی ربی فسالنی من ولیتہ علی امۃ محمد قلت ربی سمعت عبدک ونبیک یقول خالد بن الولید سیف من سیوف الاسلام سلہ علی المشرکین انتہیٰ

یعنی عائشہ نے جب عمر سے فرمایش کی کہ کسی کو خلیفہ کر جاؤ تو عمر نے کہا کسکو خلیفہ کرین اگر خالد زندہ ہوتے تو اون کو خلیفہ کرتے اور خدا کے جواب مین کہتے رسول اللہ نے انکو امین ہذہ الامۃ کا خطاب دیا ہے۔ اگر معاذ بن جبل زندہ ہوتے تو اون کو خلیفہ کرتے اور پوچھا تو کہیتے حضرت نے انکی شان مین فرمایا ہے یاتی بین یدی العلماء یوم القیامہ۔ اگر خالد بن ولید زندہ ہوتے تو اون کو خلیفہ کر جاتے اور خدا سے کہدیتے کہ رسول اللہ نے اسکے حق مین فرمایا ہے سیف من سیوف الاسلام اور دوسری روایت مین ہے کہ عمر نے کہا اگر سالم مولی ابو حذیفہ زندہ ہوتے تو اون کو خلیفہ کر جاتے جیسا کہ مسند احمد بن حنبل مین ہے

جس سے معلوم ہوا کہ خلیفہ دوم نے خالد کی یہی عزت افزائی نہین کی کہ بعد قید اور ظلمی بینہ اور تقسیم مال۔ یہ فرمایا کہ تو کریم ہے اور تو حبیب ہے بلکہ مرتے وقت قابل خلافت بھی بنایا کہ اگر زندہ ہوتا تو ہم اسکو خلیفہ کر جاتے۔ مگر نہ معلوم یہ کلام کس دل سے اور کس زبان سے نکلا کیونکہ جو شخص خلیفہ کے نزدیک قابل قتل ہو کیونکر اوس کو خلیفہ کر جاتے مگر یہ کہ کہا جائے مقصود خلیفہ تو صرف اسقدر تھا کہ جس طرح ہو سکے جناب امیر کو خلافت سے محروم کرین لہذا ان لوگون کا نام لیا کیونکہ وہ جانتے تھے جیسی عداوت ان لوگون کو جناب امیر سے تھی ایسی اورون مین نہ تھی ورنہ کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ خلیفہ خلافت مین معاذ بن جبل کا نام لین جو قریشی بھی نہین ہین حالانکہ خلافت مین قریشیت شرط ہے۔ اوس پر طرہ یہ ہے کہ سالم کا نام لین جو نہ قریشی ہے نہ انصار سے بلکہ ایک غلام آزاد کردہ ابو حذیفہ ہے۔

بہر حال چونکہ خالد کا نام بھی خلیفہ نے مستحقین خلافت مین لیا ہے اسلئے سمجھنا چاہیے کہ خلافت کی وقعت اونکے نزدیک کیا تھی کیونکہ یہی خالد ہے جسکے بارہ مین حضرت عمر ابوبکر سے کہتے تھے ان خالد اً زنی فارجمہ کہ خالد نے زنا کیا ہے اوسکو سنگسار کرو ان قتل مسلما فاقتلہ کہ خالد نے ایک مسلمان کو قتل کیا ہے لہذا اوسکو قتل کرو۔ یہ سب قصہ مالک بن نویرہ مین ہوا جناب خلیفہ دوم سے تھا اوسکے متعلق خالد پر یہ سب احکام تھے۔ مگر یہ معلوم حضرت عمر جب خلیفہ صاحب اختیار ہوئے تو کیون خالد کو قتل یا سنگسار نہین کیا اور صرف معزولی پر اختصار کیا۔

مرآۃ الزمان فی تاریخ الاعیان ابو المظفر یوسف بن قزغلی المعروف بسبط ابن الجوزی مین ہے کما فی تشیید المطاعن صفحہ ۱۶۰

کہ خالد بن ولید لیلی بنت سنان زوجہ مالک بن نویرہ کے ساتھ داخل مدینہ ہوا فقام عمر فدخل علی علی فقال ان من حق اللہ ان یقاد من ھذا المالک قتلہ وکان مسلما ونزا علی امرتہ مثل ما ینزو الحمام ثم قاما فدخلا علی سعد بن ابی وقاص وطلحہ بن عبید اللہ فتبایعوا علی ذلک ودخلوا علی ابی بکر وقالو الابد من ذلک فقال ابوبکر لا اغمد سیفا سلہ اللہ تعالے

تو حضرت عمر اوٹھکر جناب امیر کے پاس آئے اور کہا حق خدا یہ ہے کہ مالک کا قصاص لیا جاے خالد سے کیونکہ ایک مسلمان کو اوسنے قتل کیا ہے اور اوسکی زوجہ پر اس طرح تصرف کیا جیسے کبوتر کبوتری پر چڑھتا ہے۔ اسکے بعد عمر اور جناب امیر۔ سعد بن ابی وقاص اور طلحہ کے پاس آئے اور سب نے اسکی بیعت کی اور خدمت ابوبکر مین آئے تو ابوبکر نے کہا ہم اوس تلوار کو میان مین نہین کر سکتے جسکو خدا نے کھینچا ہے۔

کہیئے اب کہان گیا۔ اجماع۔ کہان گئی شریعت خدا و رسول کا حکم ایک طرف چار صحابی اجماع کرتے ہین اور باخودہا بیعت بھی کرتے ہین کہ ضرور قصاص لینا چاہیے۔ مگر خلیفہ اول سکو ہوا بتاتے ہین اور حق اللہ یون معطل ہوتا ہے۔

یہ قصہ نہایت ہی دلسوز ہے کہ مالک بن نویرہ قتل کیون ہوا حالانکہ ابو قتادہ انصاری

ہ بہت سے صحابہ کو بھی دعویٰ ہے ہیں کہ مالک مسلمان ہے مگر خالد نے محض اس غرض
سے قتل کیا تا کہ اوسکی زوجہ پر ناجائز تصرف کرے جو نہایت حسین و جمیل تھی یہانتک کہ خالد نے
اوس سے عہد و پیمان بھی لیا بغیر سپر بھی اوسکو قتل ہی کیا چنانچہ مراۃ الزمان میں ہے
کہ ابوبکر جو مالک کی خبر ملی تھی جسپر خالد کو حکم دیا کہ جہان سے اذان کی آواز سنو اونکو نہ قتل
کرنا وعزم خالد ان یقتل مالکا ان اخذہ مگر خالد نے اوسی وقت سے نیت کر لیا تھا
کہ اگر مالک پر قبضہ ملگیا تو ضرور قتل کرینگے چنانچہ مالک کے قریب آئے تو مالک سے
پوچھا تم کون ہو انھون نے کہا ہم مسلمان ہیں مالک نے کہا ہم بھی مسلمان ہیں مگر کوئی شنوائی
نہیں ہوئی عدانہ اور ثعلبہ (قبیلہ) قتل کر دئے گئے اوسوقت لیلی بنت سنان
زوجہ مالک بن نویرہ (جسپر خالد عاشق تھا) اپنے شوہر مالک کے سامنے اس خیال سے
برہنہ کھڑی ہوئی کہ مالک کو بچائے چنانچہ تیر بھی اوسکے پیر مین لگے اوسی وقت مالک
نے کہا اب تو ضرور ہم قتل ہونگے (کیونکہ خالد نے اسکی صورت دیکھ لی ہے) مالک ہوس و
تنہا ہو گیا تھا۔ تو خالد نے کہا اے مالک اسلام لا۔ مالک نے پوچھا ہمکو کیا دوگے
تو خالد نے کہا ہم خدا و رسول کا ذمہ دیتے ہیں اور ذمہ ابوبکر و خالد کہ ہم تجاوز نہ کرینگے اور
تیرے عذر کو قبول کرینگے واعطاہ مالک یدہ وخالد علی تطلع العزیمۃ من ابی
بکر فی قتلہ فقال یا مالک انی قاتلک فقال لا تقتلنی فقال لا بد ان اقتلہ
فہیب مسمون ملک وقال المہاجرون اتقتل رجلا مسلما وقد
عطیتہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ فعام ضرار بن الازور وہن بنی کوما
فقتلہ ملخصًا
تب مالک نے اپنا ہاتھ خالد کے ہاتھ مین دیا اور خالد نے کہا ہم ضرور تجھے قتل کرینگے مالک
نے کہا ایسا نہ کرو اونسے کہا ضرور قتل کرینگے اور حکم قتل دیا چنانچہ ضرار بن الازور نے اوسکو
قتل کر دیا تمام مسلمین اور مہاجرین اس امر سے ناراض ہوئے اور کہا کہ تو نے ایک مسلمان
کو قتل کیا حالانکہ اوسکو ذمہ خدا و رسول دیچکا تھا۔
اب فرمائیے کون حق بجانب ہے خالد جسنے یہ کام کیا۔ یا وہ مسلمین و مہاجرین جو اس فعل پر

ناراض ہوے۔ یا ابوبکر جنھوں نے بوسب جان بوجھکر خالد سے قصاص نہیں لیا اور اوسکو اوسی طرح بحال رکھا۔ یا حضرت عمر جو اوسکو باوصف اختیار قتل نہیں کرتے بلکہ قید کرتے ہیں اور مال تقسیم کرتے ہیں اوسکے بعد کہتے ہیں تو کریم ہے تو حبیب ہے اور مرتے وقت یہ تمنا کرتے ہیں کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اوسکو خلیفہ بناتے۔

ہان اس واقعہ مین یہ امر بھی غور طلب ہو کہ جب خالد داخل مدینہ ہوا اور وہ جانتا تھا کہ ابوبکر کی بھی وہی رائے ہے جو عمر کی ہو تو گریہ سکین بنا ہوا آتا ہے اور عمر کی تیزی کا کوئی جواب نہیں دیتا مگر جب ابوبکر کو راضی کر لیتا ہے تو باہر نکلکر کہتا ہے هلم یا بن حنتمه یرید ان یشاتمه ضرف عمر ان ابا بکر قد رضی عنه فدخل بیته ص۳۱۰

یعنی خالد نے عمر سے کہا اے پسر حنتمہ اب تو آ۔ یہ سنکر عمر سمجھ گئے کہ ابوبکر خالد سے راضی ہو گئے تب چپ چاپ اوٹھکر گھر مین چلے گئے۔ یہ ہے دنیا کا رنگ کہ ابھی تو عمر صاحب شیر تھے اور خالد بلی۔ جب ابوبکر راضی ہو گئے تو خالد شیر ہو گئے اور عمر صاحب چاپ چاپ۔ اس مالک پر جو ظلم خالد شہید ہوا ایسی ظلم نہیں ہوا کہ اس طرح وہ مارا گیا بلکہ تاریخ ابن کثیر مین ہو دامر براسه فجعل مع حجرین وطبخ علی الثلثة قدرا فاکل منه خالد تلک اللیلة لیرهب بذلک الاعراب المرتدة وغیرهم ص۳۱۹

یعنی خالد نے حکم دیا کہ مالک کا سر دو پتھرونکے ساتھ ملا کر چولھا بنایا جائے اور اوسپر کھانا پکایا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور خالد نے وہ کھانا کھایا اوسی رات۔ کیا جرمنون نے بھی ایسی وحشت دکھائی ہوگی جو اہلسنت کے سیف اللہ اور ابوبکر کے پیارے سپہ سالار کام کر رہے ہین۔

واقدی کا بیان جو پہلے مذکور ہوا تو اوسمین یہ تھا کہ جب خالد کے سر سے عمامہ اوتار گیا وہ کچھ نہ بولا مگر مراۃ الزمان مین ہے کہ جب عمر کا یہ حکم پہونچا ہو کہ اگر خالد اپنی تکذیب کرے تو امیر رہے ورنہ تم امیر ہو جاؤ تو خالد نے کہا فعلها الاعیسر بن حنتمه دگالی بھی کہ آخر اس حنتمہ والے نے وہی کیا ہمیشہ ایسا ہی رہیگا (اعیسر اوسکو کہتے ہین جو بائین ہاتھ سے کام کرتا ہے) اوسکے بعد خالد اپنی بہن فاطمہ بنت ولید کے پاس گیا اور سب حال کہہ سنایا

اور طالب مشورہ ہوا کہ کیا کرین۔ فاطمہ نے کہا عمر کبھی تمکو دوست نہین رکھتے طلب اون کا یہ ہے کہ جب تم اپنی تکذیب کرو تب عمر تمکو معزول کرین خالد نے اپنی بہن کے سر کا بوسہ لیا اور ابو عبیدہ سے کہا اچھا کہ ہم اپنی تکذیب نہ کرینگے مال تقسیم کر دینگے فقاسمہ حتی اخذ نعلا واعطاہ نعلا فتکلم الناس فی عمر وقالوا ہذہ واللہ العداوۃ ولم یعجب الصحابۃ ما فعل بخالد وقد روی ان خالدا امتنع من ذلک فقام الیہ بلال بن حمامہ المؤذن لیعقلہ بعمامتہ فقال لہ ایہا ما ترید وقال سمعا ثم قال لبلال افعل ما ترید فقال انہ عقلہ بعمامتہ منہ۱۲

پس اوسکا مال تقسیم کیا گیا یہانتک کہ ایک نعل اوسکو دی اور ایک نعل ابو عبیدہ نے لی۔ لوگون نے عمر کے بارے مین بہت کلام کیا اور کہا قسم خدا کی یہ عداوت ہے اور صحابہ کو عمر کے اس فعل سے بہت تعجب ہوا خالد نے تعمیل حکم خلیفہ کی ممانعت بھی کی جب بلال تعمیل حکم کیلئے کھڑے ہوئے تو خالد نے سرتابی کی اور بلال کو گالی بھی دی پھر کہا اچھا جو حکم ہے بجا لاؤ چنانچہ بلال نے اوسکو عمامہ مین باندھ دیا۔

کیا اسکے بعد بھی آپکو ان صحابہ کی خود غرضی اور ہوا پرستی مین شک رہ سکتا ہے کہ صحابہ بھی جانتے تھے یہ فعل عمر از راہ عداوت ہے۔

اب ہم خالد کو یہین سپرد خاک کرتے ہین کہ ان سب رسوائیونکے بعد وہ مدینہ جاتے ہین اور خلیفہ کے روبرو ہوتے ہین اور وہین مرتے ہین اور اپنا وصی خلیفہ دوم کو کرتے ہین۔

اصابہ مین ہے کہ سبب عزل خالد یہ تھا کہ خالد کو جو مال غنیمت ملتا تھا اوسکو خود تقسیم کر دیا کرتے تھے اور ابو بکر کو حساب کتاب نہین دیتے جس سے ایک طرح کی جرأت تھی ابو بکر پر۔ عمر نے ایکدفعہ ابو بکر سے کہا کہ خالد کو لکھو بلا اجازت ہمارے کسی کو نہ دیا کرے۔ خالد نے جواب دیا کہ یا تو ہمکو ہمارے حال پر چھوڑ دو جو چاہین کرین ورنہ تم جانو اور تمہارا عمل۔ عمر نے مشورہ دیا کہ معزول کر دو۔

تو ابو بکر نے کہا پھر یہ سب کام کون کریگا۔ عمر نے کہا ہم چنانچہ طیاری سفر شروع کر دی تب صحابہ نے جا کر ابو بکر سے کہا کہ تو عمر جا رہے ہین اور تم انکے محتاج ہو۔ خالد کو کیون عزل کیا حالانکہ اونے کل امور کی کفایت کر لی تھی۔ لہذا عمر کو روکو اور خالد کو لکھو اپنے کام کو انجام

دے عمران سے گئے جب عمر خلیفہ ہوئے تو خالد کو لکھا کہ تم ایک بکری یا اونٹ بھی بلا حکم ہمارے نہ دیا کرو اونسے پھر وہی جواب دیا جو ابوبکر کو دیا تھا تب عمر نے کہا یہ تو ہو نہیں سکتا کہ جس بات کا مشورہ ہمنے ابوبکر کو دیا تھا اور اونھون نے نہ مانا ہم اوسکو پورا نہ کرین اسی وجہ سے معزول کر دیا اوسکے بعد ہمیشہ خالد سے کہتے رہے کام کرو مگر اوس نے نہ مانا۔

جب خالد کی وفات قریب ہوئی تو عمر کو اپنا وصی کیا اور عمر نے قبول کیا۔ ایکدفعہ ایک شخص خالد کی تعریف کرتا تھا تو عمر نے کہا خدا رحم کرے خالد پر اوسپر طلحہ بن عبید اللہ نے کہا ہے

لا عرفنك بعد الموت تندبنی وفی حیوتی ما زودتنی زادی

فقال عمر انی ما عتبت علی خالد الا فی تقدمه وما کان یصنع فی المال

منتہا جلد ۲

کہ مرنے کے بعد تو میرا گریہ وزاری کرتے ہو حالانکہ زندگی مین ہماری مدد نہ کی عمر نے کہا ہمکو خالد پر صرف اسوجہ سے عتاب تھا کہ وہ بہت دلیری کرتا اور مال مین وہ جو کچھ چاہتا کرتا سنہ ۲۱ھ وفات ہے عمر اسکے جنازہ مین شریک ہوئے اور کہا ما علی نساء آل الولید ان یسفحن علی خالد دموعهن ما لم یکن نقعا او لقلقة اور کہا آل ولید پر کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ خالد پر گریہ وبکا کرین بشرطیکہ نقع اور لقلقہ نہو

اگر غور فرمایئے تو اسمین بھی ایکطرح کی عداوت کا اظہار ہے کیونکہ وہ خود اسکے راوی ہین کہ میت پر بوجہ بکاء اہل وعیال عذاب ہوتا ہے لہذا عمر نے چاہا کہ آخرت مین بھی اوسپر عذاب دونا ہوتا رہے۔

اور استیعاب مین ہے وذكر محمد بن سلام لم يبق امرءة من بنی المغيرة الا وضعت لمتها على قبر خالد بن الوليد يقول حلقت راسها وشعرها

یعنی جب خالد مرے ہین تو مغیرہ کی اولاد سے جتنی عورتین تھین سبھون نے اپنے سر کا بال منڈا کر خالد کی قبر پر چڑھایا۔ غالبا یہ نتیجہ ہو وصایت حضرت عمر کا کیونکہ شریعت اسلام مین تو اسکی کوئی نظیر نہین ملتی ہندؤن مین البتہ رسم ہے جو ونکا سر منڈا دیا جاتا ہے۔

اب ہم بقیہ خیانات ابو عبیدہ پر آتے ہین کہ یہ بحث جلد تمام ہو۔

تیسری خیانت ابو عبیدہ یہ ہے کہ اوسکے عہد مین شرابخواری کے بہت مذاق کرتے حالانکہ شریعت اسلامی کی خصوصیات سے ہے کہ اوسنے اس ام الخبائث کو حرام کیا اور پینے والون کیلئے حد مقرر کیا ہے جسپر اسلام جہانتک فخر کرے بجا ہے۔ مگر ابو عبیدہ امین بہت کوتاہی کرتے چنانچہ تاریخ طبری مین ہے کہ ابو عبیدہ نے عمر کو خط لکھا کہ مسلمانون سے چند آدمی شرابخواری مین مبتلا پائے گئے جسمین ضرار ابو جندل بھی ہین (صحابی رسول) جنسے جب سوال کیا تو یہ تاویل کی آیہ لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا وآمنوا وعملوا الصالحات مین ہمکو اختیار دیا گیا ہے کیونکہ فہل انتم منتہون مین حکم صریحی نہین ہے۔

عمر نے اسکے جواب مین لکھا کہ لوگون کو جمع کرکے پوچھو شراب حرام ہے یا حلال اگر کہین حلال ہے تو سبکی گردن ماردو اور اگر کہین حرام ہے تو اسی اسی درہ لگاؤ۔

استیعاب ابن عبد البر مکی مین ہے ص۱۶۱

ان ابا عبیدۃ بالشام وجد ابا جندل بن سہیل بن عمرو وضرار بن الخطاب وابا الازور وھو من اصحاب النبی قد شربوا الخمر فقال ابو جندل لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا وآمنوا وعملوا الصالحات الآیہ فکتب ابو عبیدۃ الی عمر ان ابا جندل خصمنی بھذہ الآیۃ فکتب عمر ان الذی زین لابی جندل الخطیئہ زین لہ الخصومۃ فاحدھم فقال ابو الازور اتحدوننا قال ابو عبیدۃ نعم قال فدعنا نلقی العدو غدا فان قتلنا فذاک وان رجعنا الیکم فتحدوننا فلقی ابو جندل وضرار وابو الازور العدو فاستشہد ابو الازور وحد الآخرون فقال ابو جندل ھلکت فکتب بذلک ابو عبیدۃ الی عمر فکتب عمر الی ابی جندل وترک ابا عبیدۃ ان الذی زین لک الخطیئۃ حظر علیک التوبہ حم تنزیل الکتاب من اللہ العزیز العلیم غافر الذنب وقابل التوب الآیہ۔

یعنی ابو جندل۔ ضرار بن الخطاب۔ ابو الازور کو جو اصحاب رسول تھے ابو عبیدہ نے شراب

پیتے ہوئے پکڑا ابوجندل نے آیہ لیس علی الذین امنوا وعملوا الصالحات سے
استدلال کیا تو ابو عبیدہ نے عمر کو لکھا کہ ابوجندل اس آیہ سے استدلال کرتا ہے عمر نے لکھا کہ
جس شیطان نے ابوجندل کو گناہ کرنا سکھایا وہی اسکی بھی تعلیم دیتا ہے کہ اس آیہ سے
استدلال کرے لہذا تم ان سب پر حد جاری کرو۔ ابوالازور نے کہا کیا تم ہم سب پر حد جاری
کروگے ابوعبیدہ نے کہا ہان۔ تب ابوالازور نے کہا اچھا ہمکو کل چھوڑ دو کہ دشمن سے مقابلہ
کرین اگر مارے گئے تو بہتر ورنہ تم حد مارنا چنانچہ ابوالازور تو قتل ہوئے اور باقی دونون پر
حد جاری کی گئی ابوجندل نے کہا ہم تو ہلاک ہوئے ابوعبیدہ نے عمر کو لکھا تو وہان سے
خود ابوجندل کے نام خط آیا کہ جس نے تجھے خطیئہ کی زینت دی اوسی نے توبہ کو خطرناک
بنایا حالانکہ خداوند عالم فرماتا ہے تا آخر آیہ

اس واقعہ سے ابوعبیدہ کی جہالت اور خیانت فی الشرع بخوبی معلوم ہوئی کہ اقامت
حدود الٰہی مین تقصیر کرتے اور نوبت اسکی آئی کہ خلیفہ دوم سے استصواب رائے
کرتے حالانکہ وہ خود صحابہ کبار سے تھے اور عشرہ مبشرہ سے بلکہ ایسے کہ اگر زندہ ہوتے
تو خلیفہ دوم بلامشورہ صحابہ انکو خلیفہ کر جاتے تو کیا ممکن ہے کہ رسول ایسے شخص کو امین
ہذہ الامۃ کا خطاب دین۔

زیادہ افسوس تو یہ ہے کہ تین صحابی آیہ لیس علی الذین امنوا کو دلیل جواز خمر قرار دیتے
ہین۔ بلکہ چوتھے صحابہ قدامہ بن مظعون بھی ہین جو خلیفہ دوم کے سالے ہین عبداللہ بن
عمر اور حنظلہ کے ماموں وہ بھی اس آیہ کو دلیل حلت خمر قرار دیتے ہین تو کیا ممکن ہے
رسول اللہ ایسے ایسے صحابہ کے حوالہ اپنی امت کو کر جائین جنکو یہ بھی نہ معلوم ہو کہ یہ آیہ کس
بارہ مین نازل ہوا کہ جس چیز کو چاہین حرام کرین جسکو چاہے حلال کیونکہ یہان چار
صحابہ کا اجماع ہے اسپر کہ یہ آیہ مفید حلت خمر ہے۔

ابوعبیدہ کی حمایت شراب خمر اسی سے ظاہر ہے کہ پہلے اونھون نے اسطرح مہلت
دی اور حد نہ جاری کیا جب خلیفہ دوم کا حکم ناطق صادر ہوا تو اس طرح مہلت دی کہ
اونکی اس خواہش کو منظور کر لیا کہ کل ہم دشمن سے لڑنے جاتے ہین اگر مارے گئے

تو بہتر ورنہ تم حد جاری کرنا کیا یہ حیلہ حوالہ نہین ہے تعطیل حدود الٰہی مین اور کیا ابو عبیدہ نے عمدًا اس مین کوتاہی نہین کی حالانکہ عمدہ غرض اقامت حدود مین ددسرون کی تنبیہ وتادیب ہے اسی لئے حکم ہے کہ علی رؤس الاشہاد حد جاری کیا جائے۔

خیانت چہارم یہ کہ ابو عبیدہ نے چاہا کہ اہل حمص کو جن سے معاہدہ ہو چکا تھا اونکو شہر سے نکالدین جو صریحی بدعہدی اور بددیانتی ہے کہ کسی مذہب مین بھی جائز نہین کہ ایسی بدعہدی کی جائے چنانچہ فتوح الشام ابو اسمٰعیل محمد بن عبد اللہ ازدی اور روضۃ الاحباب مین ہے کہ جب لشکر روم کی آمد ابو عبیدہ کو معلوم ہوئی تو اونھون نے رائے دیا کہ ممکن ہے کہ اہل حمص بخیال ہم مذہبی رومیون سے مل جائین لہذا مصلحت آنست کہ مر اہلی حمص را از منازل و اوطان ایشان از عاج و اخراج کنم لساو ذراری خویش بجائے ایشان ساکن گردانیم و تبعہ را از مسلمانان برای محافظت و حراست حصار نزد ایشان بگذاریم شرحبیل گفت چگونہ عہدی کہ با ایشان بستہ ایم نقض نمائم وایشان را بعد از اقرار آنکہ ازمسکن و وطن مالوف ایشان بیرون نکنیم اخراج کنیم وارتکاب خلاف اوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا نمودہ از تہدید لا دین لمن لا عہد لہ نیندیشیم سہ لا تغدر اذا عاہدت عہدا۔

خیانت پنجم یہ ہے کہ کسی نے تصویر بادشاہ روم کی آنکھ پھوڑدی تھی اسپر رومی بہت برہم ہوے اور اونھون نے چاہا کہ خلیفہ دوم کی تصویر بنا کر اوسکی بھی آنکھ پھوڑی جائے آخر معاملہ اسپر طے ہوا کہ ابو عبیدہ کی ویسی ہی تصویر بنائی جائے اور اوسکی آنکھ پھوڑی جائے ابو عبیدہ نے اسکو منظور کیا اور ایسا ہی کیا گیا صفحہ ۱۵۵ فتوح الشام واقدی کیا ایسا شخص امین ہذہ الامۃ کا خطاب پاسکتا ہے جو یہ تجویز کرے کہ اوسکا مجسمہ بنایا جائے اور اوسکی آنکھ پھوڑی جائے حالانکہ خود فاتح ہے اور تصویر بنانا حرام ہے۔

خیانت ششم یہ ہے کہ صلح قنسرین کے بعد وہ حمص کی غارتگری مین مشغول ہوے تھے کوئی فتح نہین کی تو خلیفہ دوم کو اون سے بدظنی ہوئی اور ایک خط تہدید آمیز لکھا صفحہ ۱۰ واقدی۔

توکیا ایسا شخص مصداق امین ہذہ الامۃ ہوسکتا ہے جس سے خلیفہ دوم کو ظنون فاسدہ پیدا ہون۔

خیانت ششم یہ کہ انھون نے صریح مخالفت رسول اللہ کی چنانچہ مسند امام احمد بن حنبل مین ہے عن ابی عبیدۃ بن الجراح قال ذکر من دخل علیہ فوجدہ یبکی فقال ما یبکیک یا ابا عبیدۃ فقال یبکینی ان رسول اللہ ذکر یوما ما یفتح اللہ علی المسلمین ویفیٔ علیہم حتی ذکران فقال ان ینسأ فی اجلک یا ابا عبیدۃ فحسبک من الخدم ثلثہ خادم یخدمک وخادم یسافر معک وخادم یخدم اهلک ویرد علیہم وحسبک من الدواب ثلثۃ دابہ لرحلک ودابہ لثقلک ودابۃ لغلامک ثم هذا انا انظر الی بیتی قد امتلاءت رقیقا انظروا الی ربطی قد امتلاءت دواب وخیلا فکیف القی رسول اللہ بعد هذا وقد اوصانا رسول اللہ ان احبکم الی واقربکم منی من لقینی علی مثل الحال التی فارقنی علیہا

یعنی خود ابو عبیدہ سے روایت ہے کہ ایک روز اون کو روتے دیکھا تو راوی نے پوچھا کیون روتے ہو کہا کہ ایک روز حضرت نے اُن فتوحات کا ذکر کیا جو مسلمانون کو میسر آنے والا ہے اور کسقدر مال و دولت انکو ملیگی تو اوس مین فرمایا کہ اگر تیری عمر وفا کرے اور تو وہ موقع پائے تو چاہیئے تین خادم رکھنا اور تین جانور رکھنا ایک خادم تیرا ہو اور ایک خادم سفر کیلئے اور ایک جانور تیرے اسباب کیلئے اور ایک جانور تیرے غلام کیلئے یہ تو حضرت کا حکم تھا اور ہم دیکھتے ہین کہ ہمارا گھر غلامون سے بھر گیا ہے۔ اور اصطبل جانورون سے مملو ہے پھر کیونکر ہم ملاقات کرینگے حضرت سے حالانکہ حضرت فرما چکے ہین کہ ہم سے اقرب وہی شخص ہوگا جو ہمسے اس حال مین ملاقات کرے جس حال مین ہمنے اوس سے مفارقت کی ہے۔

اب اس روایت کو دیکھئے اور حال ابو عبیدہ پر غور فرمایئے کہ کیونکر امین ہذہ الامۃ کے لقب سے ملقب ہوسکتے ہین جبکہ اس طرح مخالفت صریح کرتے ہین کیونکہ حضرت نے تو ان کو تصریح بتادیا تھا تین غلام سے زیادہ نہ رکھنا نہ تین جانور سے زیادہ پس جب ایسے صریحی حکم

مین اس درجہ مخالفت کی تو اور جو کچھ کیا ہو گا اوسکے کہان احتمال ہو سکتا ہے۔

طرفہ تو یہ ہے کہ یارون نے یہ بھی بنا دیا کہ یہ ایسے زاہد تھے کہ عمر جب ملک شام مین گئے ہین
اور ابو عبیدہ کے مہمان ہوئے تو اونکے ڈیرہ مین صرف تلوار اور سپر یا سواری کا زین وغیرہ دیکھا
اور کچھ بھی نہین عمر نے پوچھا تمہارا مال اسباب کہان ہے تو کہا یہی ہے کھانیکے لیے صرف سوکھی
روٹی کے ٹکڑے لائے جسپر عمر نے کہا غرتنا الدنیا کلنا غیرک یا ابا عبیدہ ہم سبکو دنیا نے
فریب دیا بہ استثناء تمہارے اے ابو عبیدہ۔

جس سے معلوم ہوا کہ حسب قرار خلیفہ دوم خود بھی مبتلائے دنیا ہوئے حالانکہ ابو عبیدہ
کی مالداری اون غلامون اور جانورون سے ظاہر ہے جو پہلے مذکور ہوئی۔

ہان ممکن ہے خلیفہ دوم کے دکھانے کو یہ سامان کیا ورنہ حقیقت اور تھی خلیفہ دوم نے
یہ بھی کہا تھا الا اتخذت ما اتخذ اصحابک کہ عمر نے کہا جس طرح اور اصحاب نے سامان
فراہم کیا تمنے کیون نہ کیا جس سے معلوم ہوا کہ عمر صاحب دیگر صحابہ کی دنیاداری کو بخوبی
جانتے تھے مگر کسی سے بھی مواخذہ نہ کیا بہ استثناء خالد بن ولید کہ اوسکا آدھا مال بانٹ لیا۔
ابو عبیدہ کا اسلام قدیم بتایا جاتا ہے ہجرت حبشہ وغیرہ مین شریک تھے۔ مگر افسوس رسول اللہ
سے کوئی روایت نہین لی ریاض مستطابہ مین ہے لم یکن لہ مسند الا ثانی حدیث
العنبر وھو قول عن رسول رسول اللہ وھو معنا تام وسموہ حدیثا وھو من افراد مسلم
یعنی کوئی حدیث اسنے بسند نہین منقول ہے مگر صرف عنبر والی حکایت کہ انھون نے کہا ہم
رسول اللہ کے رسول ہین لوگون نے اسکا نام حدیث رکھا اور وہ افراد مسلم سے ہے۔
تو کیا ایسا شخص امین ہذہ الامۃ کے خطاب سے مخاطب ہو سکتا ہے جسنے ایک روایت بھی
حضرت سے نہ لی ہو۔ کیونکہ عنبر والی حکایت تو صرف اسقدر ہے کہ ایک لڑائی مین بھوکے
تھے کھانے پینے کی کوئی چیز نہ ملی تو سمندر سے ایک مچھلی نمایان ہوئی جس سے عنبر نکلتا
ہے اوسکے کھانے مین اور صحابہ نے تامل کیا کہ نہ معلوم حلال ہے یا حرام انھون نے کہا
ہم لوگ حالت اضطرار مین ہین کھاؤ خود بھی کھایا اور لوگون نے بھی کھایا حضرت نے
اونکے اس فعل کو جائز قرار دیا۔

وفات انکی ۱۸ھ میں بمقام عمواس ہوئی ان کا سن ۵۸ برس تھا مرض طاعون میں انتقال ہوا کوئی اولاد انکی باقی نہ رہی یہ عذاب الٰہی ہے جسنے اس طرح ان کا خاتمہ کیا کہ دوسرون کیلئے موجب عبرت ہو کیونکہ ان کا ظلم ابوبکر عمر سے کم نہ تھا اسی وجہ سے ہمکو اسقدر لکھنا پڑا۔ کیونکہ آپ جانتے ہین کوئی ظالم تنہا نہین ظلم کر سکتا جبتک اور لوگ اوسکے معین و مددگار نہون۔

(۲۲۲۴) عامر بن عبدہ روایت کرتے ہین کہ حضرت نے فرمایا بیشک شیطان لوگون کے پاس آدمی کی صورت مین آتا ہے لوگ فقط اسکی صورت کو پہچانتے ہین مگر یہ نہین جانتے کہ اوسکا نسب کیا ہے اور لوگون سے حدیث بیان کرتا ہے۔ پھر لوگ نقل کرتے ہین کہ ہمسے فلان شخص نے جسکا نام نہایہ حدیث بیان کی ہے اور وہ لوگ نام سے زیادہ اسکا کچھ حال نہین جانتے جو ذکر کرین انکا تذکرہ ابو عمر نے لکھا ہے صـ۱۱

حضرات اہلسنت کو اس حدیث پر پورا خیال کرنا چاہیے کیونکہ اکثر روایتین اونکی ایسی ہین کہ کسی مجہول سے روایت کرتے ہین۔

اب ہم اس جلد کو یہین تمام کرتے ہین کیونکہ اسکے بعد ایسے نامی گرامی اصحاب کے نام آئینگے جنکے تذکرہ مین خواہی نخواہی طول ہوگا۔ جس مین عبداللہ بن عمرو عاص۔ عمرو عاص وغیرہ ایسے اسما ہین جنکے حالات بہت طولانی ہین۔

یہانتک صرف چار جلد اسد الغابہ اور تین جلد اصابہ کا خلاصہ کیا گیا ہے اور ایک جلد استیعاب باقی جلدین ابھی باقی ہین مگر اہلسنت کے صحابہ کی ایمانداری اور محبت اولاد رسول کیلئے یہی کافی ہے کہ واقعہ حرا مین جو اس واقعہ کربلا کے تیسرے سال واقع ہوا جس مین بحکم یزید پلید مدینہ رسول غارت کیا گیا اور روضہ رسول کی بیحرمتی ہوئی اوسمین کچھ اوپر ستر آدمی قریش سے اور اسیقدر انصار سے مارے گئے اور چار ہزار سائر ناس سے جو مدینہ کے رہنے والے تھے اور چار پانچ فرزند زید بن ثابت انصاری کاتب قرآن کے دیکھو کتاب الامامۃ والسیاسۃ صـ

جس سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ اگر یہی اشخاص جناب امام حسینؑ کی نصرت کرتے تو یہ نوبت

ہون کہ حضرت اس بے بسی کے عالم مین شہید کئے جاتے۔

یعنی تمیس بن ہے وقتل امیرالمدینۃ عبد اللہ بن حنظلۃ وسبعمائۃ من المہاجرین والانصار وقتل منہم معقل الاشجعی وعبد اللہ بن زید المازنی مع عبد اللہ بن حنظلۃ الغسیل وہولاء من الصحابۃ ودخل مسلم المدینۃ واباحہا ثلثۃ وذلک فی آخر سنۃ ثلاث وستین ۶۳ھ

یعنی امیر مدینہ عبد اللہ بن حنظلہ کے ساتھ سات سو مہاجرین وانصار سے قتل ہوے اور معقل اشجعی اور عبد اللہ بن زید مازنی بھی مارے گئے اور یہ سب صحابہ سے تھے۔ اسکے بعد مسلم بن عقبہ داخل مدینہ ہوا اور تین روز تک مدینہ منورہ لوٹ گیا اور یہ واقعہ آخر ۶۳ھ کا ہے۔

اب آپ ہی غور فرمایئے کہ سات سو مہاجرین وانصار تو واقعہ حرا مین مارے جائین مگر ان مین سے کسی کو اسکی توفیق ہوئی کہ جناب امام حسینؑ کی مدد کرین تو پھر کیونکر اسکا دعوی کیا جا سکتا ہے کہ سب کو رسول اللہ اور اہلبیت رسول سے محبت تھی سب دنیا دار تھے جدہر دنیا کا رخ دیکھا ادہر جھک پڑے اسی لئے تو قرآن مجید مین ہے منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاخرۃ یعنی کچھ لوگون سے طالب دنیا مین وہ تو اون خلفا کے ساتھ رہے جو خلافت وحکومت پر فائز ہوے اور کچھ لوگ تسے طالب آخرت مین جو اہلبیت طاہرینؑ کے ساتھ رہے وقلیل من عبادی الشکور خداوند عالم فرماتا ہے ہمارے شکر گذار بندے بہت کم ہین۔

اگر حیات مستعار باقی ہے تو تیسری جلد مین اون صحابہ کے بھی کچھ حالات بیان کئے جائینگے جو واقعہ کربلا کے بعد زندہ رہے کیونکہ آپنے اس رسالہ مین دیکھ لیا ہے جن لوگون نے امام حسینؑ کی رفاقت ترک کی اور حضرت کے ساتھ جام شہادت نہ نوش کیا اونھون نے کیسی بری زندگانی کی اور مصداق خسر الدنیا والآخرہ ہوے۔

واقعہ حرا ایسا عظیم الشان واقعہ ہے کہ ہمارے قلم مین اسکی طاقت نہین ہے اوسکی تفصیل کرسکے کیونکہ معاذ رسول کے متعلق وہ بے ادبی کی گئی کہ پناہ بخدا گھوڑے گدہے قبر شریف کے ساتھ بے ادبی کرتے ہزارہا صحابہ کی لڑکیون کی ازالہ بکارت کی گئی جس سے ہزار لولاد زنا

پیدا ہوئی مگر چونکہ خود مسلم بن عقبہ بھی صحابی ہے جس نے اس طرح کی بے ادبی کی لہٰذا
کچھ مختصر حال اوسکا حوالہ قلم کیا جاتا ہے۔

ثبوت صحابیت کیلئے پہلے اصابہ جلد ۳ قسم اول ملاحظہ ہو جسمین اون صحابہ کا ذکر ہوتا ہے
جو صحبت رسول سے فائز ہوئے اور حضرت سے حدیث کی روایت کی۔

مسلم بن عقبہ الاشجعی ذکرہ ابن عساکر فی تاریخہ وساق بسندہ من طریق ابراہیم
بن امیہ رقال سمعت نوح بن حبیب یقول فیمن روی عن النبی من اشجع مسلم بن عقبۃ ۱
یعنی امام ابن عساکر نے انکا نام بھی لکھا ہے اون لوگوں مین جو قبیلہ اشجع سے حضرت سے
روایت کرتے ہین اوس مین مسلم بن عقبہ بھی ہے۔

پھر لکھتے ہین کہ یہی مسلم بن عقبہ ہے جسکو یزید نے امیر لشکر بنا کر غارت مدینہ کیلئے روانہ کیا ابن عساکر
کہتے ہین اس نے حضرت سے ملاقات کی ہے اور جنگ **صفین** مین یہ معاویہ کے ساتھ تھا
اور پیادون کا سردار تھا۔ طبقات ابن سعد مین ہے کہ جب یزید نے اسکو امیر لشکر بنایا ہے تو کچھ اوپر
نوے برس کا تھا جس سے ضرور وہ حضرت کے زمانہ مین کامل تھا یعنی ادھیڑ۔

اس مسلم نے قتل وغارت اہل مدینہ مین بڑا ظلم کیا کہ نہ چھوٹے کو چھوڑا نہ بڑے کو اسی وجہ سے اوسکا
نام مسرف رکھا گیا اسنے مدینہ منورہ کے قتل وغارت کو تین روز تک مباح کیا کہ لشکر تمام لوٹتا تھا
غارت کرتا تھا قتل کرتا تھا زناکاری کرتا تھا تین روز کے بعد امان دی گئی اوسکے بعد یزید لعین
کی اس طرح بیعت لی کہ وہ غلام ہین یزید کے جو چاہے وہ کرے اسکے بعد وہ مکہ کے غارت
کو روانہ ہوا اور راہ مین داخل جہنم ہوا انتہیٰ۔

اب غور فرمایئے کہ یہ مسلم بن عقبہ صحابی رسول ہے حضرت کی صحبت مین پہونچ چکا ہے حدیث کی
روایت کر رہا ہے مگر کیسا مسلمان ہے اور کیسا صحابی کہ یزید فاسق فاجر کی خوشامد مین وہ مدینہ جاتا
ہے مدینہ لوٹتا ہے روضۂ رسول کو بیحرمت کرتا ہے اور پھر مسلمان کہا جاتا ہے۔ پھر اگر ایسے ہی
صحابہ سے ترک رفاقت جناب امام حسینؑ کی ہو تو کیونکر تعجب ہو سکتا ہے۔

آہ آہ یزید اسکو خود نہین روانہ کرتا ہے بلکہ خود اصرار کرتا ہے اور باصرار روانہ ہوتا ہے کتاب ۱ الامامۃ والسیاست
مین ہے کہ مسلم قبل روانگی مدینہ بیمار پڑا تو یزید اوسکی عیادت کو آیا اور کہا کہ افسوس تو اس حالت

مین ہو اور معویہ نے وصیت کی تہی کہ تمکو ہمیں اور تمہاری یہ حالت ہو فقال یاامیرالمومنین

انشدک الله ان لا تحرمنی اجرا ساقه الله الی انما انا امر ولیس لی باس ص۲۱۶ جلد ۵

تو مسلم نے کہا کہ امام تمکو قسم خدا کی دیتے ہین کہ اوس اجر سے ہمکو محروم رکھو جو خدا کھینچ کر ہماری طرف

لایا ہے تم بھی ہو مین اس طرح کی بیماری ہوتی ہی رہتی ہو کوئی مضائقہ نہین تم جانے دو۔

کہیے کیسا ایمان ہو اس مقدس صحابی کا کہ یزید تو بوجہ بیماری روک رہا ہے اور وہ قسم دیکر خود

مدینہ جاتا ہو اور اس قتال اہل مدینہ کو وہ اجر قرار دیتا ہو جو خدا کھینچکر اسکی طرف لایا ہو۔

کہیے اس سے بڑھکر کیا ایمانداری ہو سکتی ہو کہ خود رسول کا صحابی مدینہ غارت کرنے جاتا ہو اور اسکو

موجب کمال اجر و ثواب جانتا ہے پھر ایسو نکو فرزند رسول کا قتل کرنا کیا دشوار تھا

نتیجہ مسلم بن عقبہ الامام ابن حجر عسقلانی نے اسکی معذرت بھی کی ہو کہ جسنے صرف ہجو نقلیہ

ابن عساکر اوس نام کو لکھا ہے مگر پھر پردہ داری یون کرتے ہین فعوجل بالموت فمات بالطریق

وذلک سنه ثلاث وستین کہ اس ظلم وستم کے سبب سے اوسکی موت مین جلدی کی گئی

چنانچہ وہ مکہ معظمہ کی راہ ہی مین مرگیا مگر امام ابن قتیبہ اسکی یون پردہ دری کرتے ہین کہ کتاب

الامامۃ والسیاسۃ مین ہے۔

ثم مات مسلم بن عقبه فدفن بقفا المشلل وکان ام ولد لیزید بن عبد الله

بن زمعه علی اثره فخرجت الیه فنبشته من قبره ثم احرقت علیه النار واخذت

اکفانه فشقتها وعلقتها بالشجرة فکل من مر علیه یرمیه بالحجارة ص۱۵

یعنی مسلم بن عقبہ راہ مین مکہ و مدینہ کی مرگیا۔ اور قفا مشلل مین (مقام کا نام) دفن کیا گیا اوسکے

پیچھے یزید بن عبد اللہ بن زمعہ کی زوجہ (صحابیہ) آرہی تھی اوسنے جاکر اوس قبر کو کھودا

اور اوس لاش کو نکالکر جلایا اور اوسکے کفن کو لیکر چاک کیا اور ایک درخت مین

لٹکا دیا تو جو شخص اودہر سے گذرتا اوسپر پتھر مارتا۔

اور تاریخ خمیس مین ہے ثم نبش وصلب هناك وکان یرجم کما یرجم قبر ابی رغال

ولیل ابرهه المدفون بالمعص والطلل علی ثلاثة من قدید ص۲۳۸

یعنی اوسکی لاش نکالی گئی اور سولی دی گئی اور لوگ اوسپر اوسی طرح پتھر مارتے تھے

جس طرح قبر ابی رغال پر پتھر مارتے تھے اور وہ دلیل (راہ نما) تھا ابرہہ (جو ہاتھی لیکر خانہ کعبہ گرانے آیا تھا) کا اور مدفون ہے مغمس میں اور مشلل نزیل مبل پر قدید سے

اب ہم اس بحث کو یہین تمام کرتے ہین کیونکہ اس مسلم بن عقبہ کی ماتحتی میں دو صحابی اور تھے ایک روح بن زنباع جسکا حال مذکور ہوچکا اور دوسرا حصین بن نمیر سکونی کہ وہ بھی صحابی ہے چنانچہ اوسی خمیس میں ہے فلمّا بلغ ذالک یزید ندب له الحصین بن نمیر السکونی و روح بن زنباع الجذامی وضم الی کل واحد جیشا واستعمل علی الجمیع مسلم بن عقبة المری وجعله امیر الامراء انتہی

یعنی یزید کو جب خبر مخالفت اہل مدینہ پہونچی تو حصین بن نمیر سکونی اور روح بن زنباع کو سردار لشکر مقرر کیا اور سب کا سپہ سالار مسلم بن عقبہ کو بنایا۔

مسلم بن عقبہ نے جب مدینہ کو بحکم یزید غارت کیا تو کتاب الامامة والسیاسة مین ہے ان مسلما لما فرغ من القتال بعث برؤس اهل المدینة الی یزید فالقیت بین یدیه جعل یتمثل بقول ابن الزبعری یوم احد ؎ لیت اشیاخی ببدر شهدوا ٭ جزع الخزرج من وقع الاسل ٭ لاهلوا واستهلوا فرحاً ٭ وقالوا یا یزید لا تشل ۔ یعنی مسلم نے قتل اہل مدینہ کے بعد اونکے سرون کو یزید کے پاس بھیجا جب وہ سر اوسکے سامنے ڈالے گئے تو اوسنے ابن الزبعری کے یہ اشعار پڑھے کہ کاش ہمارے جو بزرگ بروز بدر مارے گئے وہ دیکھتے کہ کسطرح ہمنے انتقام لیا ہے تو مارے خوشی کے وہ پھولے نہ سماتے ۔

دیکھیے یہ وہی اشعار ہین جو یزید نے بعد شہادت امام حسین سر مبارک کو دیکھکر پڑھا تھا۔ وہی اشعار آج پھر پڑھ رہا ہو کیونکہ اہل مدینہ ہی کی نصرت سے جناب رسالتمآب نے جنگ بدر مین فتح پایا تھا مگر اسپر بھی اہلسنت کو ایمان یزید مین کسی طرح کا عذر باقی نہین ۔

مسلم بن عقبہ کی شقاوت یہین نہین تمام ہوتی بلکہ امام زین العابدین کو جب مدینہ منورہ مین بلا بھیجا تو چونکہ امام نے مروان وغیرہ کو پناہ دی تھی اسلئے مروان و عبد الملک آپکے ساتھ تھے کہ آپکی عزت و احترام مین فرق نہ آئے جب حضرت وہان آکر بیٹھے تو پانی پینے کو طلب کیا فلما وقع فی یده قال لمسلم لا تشرب من شرابنا ... ولم یامنه علی ... وامر ... بعد ... حمد ... کامل

یعنی پانی کا پیالہ حضرت نے ہاتھ میں لیا تو مسلم نے ڈانٹ کر کہا ہمارا پانی نہ پیو جس سے حضرت کا ہاتھ کپنے لگا اور خوف ہوا کہ اب جان کی خیر نہیں۔ پیالہ ہاتھ میں لئے رہ گئے۔ اوسکے بعد مسلم نے کہا چونکہ یزید نے ہمکو حکم دیا ہے کہ آپ سے تعرض نہ کریں لہذا ہم چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ چاہیے تو پانی پی لیجیے اوسکے بعد اپنے سیر پر بٹھالیا پھر کہا آپکے اہل و عیال خائف ہونگے لہذا اگر چاہیے تو تشریف لیجائیے چنانچہ سواری پر زین کسواکر حضرت کو بہ احترام رخصت کیا اور حضرت دولتسرا پر تشریف لائے۔

من مقتولین کی فہرست دی گئی ہے اوسمیں زبیر بن عبدالرحمان بن عوف بھی شامل ہے جو اس واقعہ میں مارا گیا مگر ایسا ایمان کہاں تھا کہ جناب امام حسینؑ کے ساتھ شریک معرکہ کربلا ہوتا۔

غرض ان واقعات کو دیکھیے اور غور فرمایئے۔ پھر کیونکر اسمیں شبہہ ہو سکتا ہے کہ اسلامی دنیا میں جو فساد ہوا خواہ احراق خانہ جناب سیدہ کا ہو۔ خواہ قتل جناب امیرؑ۔ خواہ زہر خورانی جناب امام حسنؑ خواہ شہادت جناب امام حسینؑ خواہ قتل و غارت مدینہ و خانہ کعبہ سب کا سہرہ صحابہ کے سر ہے جس سے اہل اسلام آج اس نکبت و فلاکت میں مبتلا ہیں کہ تمام جہان میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں اور جبتک حق کی طرف رجوع نہ کرینگے اسمیں مبتلا رہینگے اسی لیے حضرت نے تمامی اہل دنیا کو اسکی بشارت دی ہے کہ بارہویں امام حضرت مہدی علیہ السّلام کا جب ظہور ہوگا تو یہ سب فسادات مٹینگے اور دنیا میں اسلام ہی اسلام ہر طرف نظر آئیگا۔

واخر دعوینا ان الحمد للہ رب العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علی سید المرسلین محمد وآلہ الطاھرین علیہم السّلام من یومنا ھذا الی یوم الدین

نوٹ۔ اگر خدا نے توفیق دی تو اسکے بعد ایسے ایسے صحابہ کے حالات ظاہر ہونگے کمتر لوگوں سے سنے ہونگے امید کہ مومنین دعا فرمائینگے والسّلام۔

تمام شد

فہرست کتب موجودہ دفتر اصلاح کھجوہ ضلع سارن

مناظرہ الحدیثیہ حصہ دوم معاویہ کے بارے مین وہ لاجواب کتاب ہے جسکی تعریف مشکل ہے

تنقید بخاری حصہ اول حصہ دوم حصہ چہارم اس کتاب مین صحیح بخاری کے ایک ایک لفظ کی تنقید کی گئی ہے پہلے اصل عبارت لکھی جاتی ہے پھر ترجمہ اوسکے بعد تنقید

حد الشارق جلد سوم جلد چہارم تحریف قرآن کے مسئلہ کو جیسا اسنے صاف کیا ہے کسی سے نہو سکا۔

تقدیس القرآن حصہ دوم و سوم آریونکے جواب مین نہایت ہی لاجواب ہے۔

القول الکریم دربارہ تحریف قرآن نہایت ہی لاجواب کتاب ہے اور مختصر۔

کشف الظلمات جواب آیات بینات حصہ اول حصہ دوم حصہ سوم تھوڑی جو اسکے علاوہ ہے

اسرار شیعہ ہر دو حصہ جسمین اون سلاطین شیعہ کے حالات مین جنھون نے بکمال خوبی سلطنت کی۔ حصہ دوم مین خلفائے مصر کا حال ہے۔

تنزیہ الانساب فی قبائل الاعراب ہر دو حصہ یہ وہ کتاب ہے کہ جسکی تعریف نہین ہو سکتی اور اب ملنا بھی اسکا دشوار ہے

تصحیح تاریخ کتب تواریخ کی حالت پر محققانہ بحث

رسالہ وضو جسنے تمام عالم سے منوا لیا کہ وضو یہی درست ہے کہ مسح پاؤن پر مسح کیا جائے

ارسال الیدین جسمین ثابت کیا گیا ہے کہ نماز مین ہاتھ کھول کر پڑھنا چاہیے

انجم وہ جسنے بتادیا کہ عمر ابن الخطاب بدعت ہو جسکے موجد خلیفہ دوم ہین۔

فلسفہ شہادت جسمین جرمنی مورخ کے محققانہ کی شرح کی گئی ہے۔

تحقیق صوم عاشورہ

عقل و تہذیب المحدیث

رسالہ تقیہ مشہور بہ فتح الرحمان

فتح القدیر شرح فیصلہ مناظرہ بمبئی

رسالہ متعہ جو اپنی نوعیت مین بالکل بے نظیر ہے

اسوہ حسنہ تعزیہ داری کے ثبوت مین نہایت لاجواب ہے

مناظرہ مامون رشید جسمین چالیس عالمون سے مامون نے مناظرہ کیا ہے۔

فرار ڈیٹر انجم

سراج الدین مختصر رسالہ احوال معوذتین

مقدمہ نہج البلاغہ

امتحان المقران ہر سہ رسالہ یہ تین رسالے المقرآن کے جواب مین شایع ہوے جنمین بتادیا کہ قرآن کے اصلی معانی صرف شیعہ کو معلوم ہیں

گلدستہ محافل جسمین فضائل و مناقب ائمہ اطہار کو مع قصائد نہایت خوش اسلوبی سے جمع کیا ہے۔

الآل والاصحاب حصہ دوم

تاریخ الاقوان حصہ اول جسنے اون کل واقعات کو جمع کر دیا ہے جو اسکے متعلق پیش آئے۔

المشتہر

مینجر اصلاح کھجوہ ضلع سارن